اڑھائی قلندر رحمۃ اللہ علیہ

- حضرت سید بوعلی شاہ قلندرؒ
- حضرت لعل شہباز قلندرؒ
- حضرت رابعہ بصری قلندرؒ

حکیم لیاقت علی سہروردی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اڑھائی قلندر رحمۃ اللہ علیہ

عاقبت سنوارے ثنائے قلندرؒ
دنیا ہے فانی بقائے قلندرؒ

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

اڑھائی قلندر رحمۃ اللہ علیہ

حکیم لیاقت علی سہروردی

دانش پبلی کیشنز
اردو بازار لاہور
Cell: 0321-4160431

Marfat.com
Marfat.com

98334

جملہ حقوق محفوظ ہیں

ناشر .... ☆ میاں شرافت علی

مطبع .... ☆ نبولو پرنٹرز، لاہور

اہتمام .... ☆ محمد نیاز، محمد نبیل

قیمت .... ☆ 200/- روپے

سن اشاعت: .... اگست 2010ء

اسٹاکسٹ

شات۔مزنگ روڈ، لاہور

پبلی کیشنز۔چیٹر جی روڈ اُردو بازار لاہور

ریسو بکس۔غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

اردو ادب۔27۔ایف گلشن راوی لاہور

بر بکڈ پو اُردو بازار لاہور۔

ط بک سنٹر۔اردو بازار لاہور

م بک ڈپو۔دربار مارکیٹ لاہور

زار دو بازار لاہور

علم وعرفان پبلشرز اردو بازار لاہور

ملت بکس۔فیصل مسجد اسلام آباد

ممتاز اکیڈمی اردو بازار لاہور

خزینہ علم وادب اردو بازار لاہور

سنگ میل پبلی کیشنز 25-لوئر مال لاہور

عظیم اینڈ سنز المعراج سنٹر 22 اردو بازار لاہور

چوہدری اکیڈمی۔اردو بازار لاہور

کھوکھر بک ڈپو۔ٹاؤن شپ لاہور

Marfat.com
Marfat.com

فہرست

عنوانات	صفحہ نمبر
۱۔ حضرت سید بوعلی شاہ قلندرؒ	۷
۲۔ حضرت سید عثمان مروندی المعروف لعل شہباز قلندرؒ	۶۵
حضرت امام جعفر صادقؒ	۶۶
حضرت رابعہ بصریؒ	۶۸
بابا ابراہیم قادریؒ	۷۱
حضرت شیخ منصورؒ کی خدمت میں	۷۱
حالات حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ	۷۸
حضرت امیر خسروؒ	۸۱
حضرت لعل شہباز قلندرؒ اور خان شہید	۸۷
۲½۔ حضرت بی بی رابعہ بصری قلندرؒ	۱۴۳
بصرہ	۱۴۹
حضرت رابعہ عدویہ بصری قلندرؒ کا زمانہ	۱۷۱
★۔ حضرت سید غوث علی شاہؒ	۲۳۵

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

حضرت سید بوعلی شاہ قلندرؒ

نام شیخ شرف الدینؒ اور لقب بوعلی قلندر تھا۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ کی اولاد سے تھے۔

سلسلہ نسب یہ ہے:۔

شیخ شرف الدین بوعلی قلندر بن سالار فخر الدین بن سالار حسن بن سالار حسن عزیز بن ابوبکر غازی بن فارس بن عبدالرحمٰن بن عبدالرحیم بن محمد بن وانک بن امام اعظم ابو حنیفہؒ۔

والد ماجد 600ھ میں عراق سے ہندوستان آئے۔ وہ بڑے متبحر اور جید عالم تھے۔ ان کی پہلی شادی حضرت شیخ بہاؤالدین زکریاؒ ملتانی کی دختر نیک اختر سے ہوئی لیکن وہ لاولد فوت ہوگئیں۔ ان کے بعد مولانا سید نعمت اللہ صاحب ہمدانی کرمانیؒ کی ہمشیرہ بی بی حافظہ جمالؒ سے عقد ہوا، جو حضرت شیخ شرف الدینؒ بوعلی قلندر کی ماں تھیں۔

شیخ بوعلی قلندرؒ 605ھ میں پانی پت میں پیدا ہوئے۔ کم سنی میں تمام علوم ظاہری حاصل کئے اور بیس برس تک دہلی میں قطب مینار کے پاس ان کے درس و تدریس کا فیض جاری رہا دہلی کے اکابر علماء مولانا قطب الدین، مولانا وجہ الدین پانی پتی، قاضی ظہور الدین بخواری، قاضی حمید الدین صدر شریعت، مولانا فخر الدین پانی پتیؒ وغیرہ ان کے علمی تبحر اور فضیلت کے معترف تھے۔ لیکن جب تصوف کے کوچہ میں قدم رکھا اور ریاضت و مجاہدہ میں مشغول ہوئے تو جذب و سکر کی حالت میں علوم و فنون کی تمام کتابوں کو دریا میں ڈال کر جنگل کی راہ لی اور پانی پت کے مضافات باگھوئی اور کرنال کے نواح بڈھا کھیڑا میں آخر وقت تک مقیم رہے۔ خزینۃ الاصفیاء میں ہے کہ معارج الولایت کے مولف نے شیخ بوعلی قلندرؒ کو

Marfat.com
Marfat.com

حضرت خواجہ قطب الدینؒ بختیار کاکی کا خلیفہ لکھا ہے۔ لیکن ان کی ارادت اور خلافت حضرت خواجہ نظام الدینؒ اولیاء کی طرف بھی منسوب ہے۔ اخبار الاخیار میں ہے۔

''بعض کہتے ہیں کہ آپ خواجہ بختیار کاکیؒ کے حلقہ ارادت میں تھے اور بعضوں کی رائے ہے کہ آپ شیخ نظام الدین اولیا رحمتہ اللہ علیہ سے عقیدت رکھتے تھے اور ان ہر دو روایات کی صحت کا ثبوت نہیں ملتا''

سکر اور مستی کی حالت میں ایک بار مونچھیں شرعی حدود سے بہت بڑھ گئی تھیں۔ کسی کو تراشنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ ان کے ہم عصر بزرگ مولانا ضیاء الدین سنامیؒ کو شریعت کی پابندی کا بڑا جوش تھا۔ انہوں نے شیخ کی ریش مبارک کو پکڑ کر مونچھوں کو شرعی حد کے مطابق تراش دیا۔ جب وہ تراش کر تشریف لے گئے تو شیخ بوعلی شاہ قلندرؒ اپنی داڑھی کو پکڑ کر بار بار فرماتے، یہ ریش کیسی مبارک ریش ہے کہ شرع محمدی کی راہ میں پکڑی گئی۔

شیخ بوعلی قلندرؒ کے قیام پانی پت کے زمانہ میں شمس الاولیاء حضرت خواجہ شمس الدین ترکؒ اپنے حلقہ تاج الاولیاء حضرت خواجہ علاؤ الدین صابر رحمتہ اللہ علیہ کے حکم سے یہاں آ کر قیام پذیر ہوئے۔ حضرت خواجہ شمس الدینؒ ترکستان کے سادات میں اور حضرت خواجہ یسویؒ کے فرزند تھے۔ جن کا سلسلہ نسب حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے۔ خواجہ شمس الدینؒ علوم نقلی و عقلی کی تعلیم پانے کے بعد علم سلوک کی طرف مائل ہوئے اور ماوراء النہر کے بہت سے بزرگوں کی صحبت میں رہے۔ مگر جب کہیں تشنگی نہ بجھی، تو مرشد کامل کی طلب میں ہندوستان کی طرف چل کھڑے ہوئے۔ ملتان پہنچ کر حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تربیت پانے کے بعد وہاں سے بابا فرید گنج شکرؒ کی ہدایت کے مطابق کلیر شریف پہنچے۔ شیخ علاؤ الدین صابرؒ نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ ''شمس الدین تو میرا بیٹا ہے۔ میں نے خدا سے التجا کی ہے کہ ہمارا یہ سلسلہ تمہارے ذریعے سے جاری ہو اور قیامت تک جاری رہے'' اور اپنی چہار تر کی کلاہ ان کے سر پر رکھ دی۔ وہ گیارہ سال تک پیر دستگیر کی خدمت میں رہے۔ مرشد کو اپنے ہاتھوں سے نہلاتے، وضو کراتے۔ ان کے لیے جنگلوں سے لکڑیاں لا کر کھانا پکاتے اور خود فقر و فاقہ سے مجاہدہ و ریاضت میں مشغول رہتے۔ مرشد سے علوم سینہ

Marfat.com
Marfat.com

کی تحصیل کے بعد پانی پت میں قیام کرنے کا حکم ملا ۔ لیکن روحانی طور سے اس مقام کا بار اٹھانے کی صلاحیت نہیں پائی۔ اس لئے مرشد کی اجازت سے مزدوری کی طرف متوجہ ہوگئے ۔ اس وقت سلطان غیاث الدین بلن کا دور حکومت تھا ۔ دہلی آ کر اس کی فوج میں سواروں کے زمرہ میں داخل ہوگئے ۔ کچھ دنوں میں ان کے پاس کافی دولت ہوگئی لیکن امارت کی کسی چیز سے ان کا کوئی تعلق نہ تھا۔ شب وروز ذکر الٰہی میں مشغول رہتے۔

سیر الاقطاب کے مولف کا بیان ہے۔ ''ایک مرتبہ سلطان غیاث الدین بلبن نے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا۔ ایک زمانہ اس حالت میں گزر گیا اور قلعہ فتح نہ ہوسکا۔ اسی دوران میں ایک رات ایسی سخت آندھی آئی اور بارش ہوئی کہ سپاہیوں اور امرائے اسلام کے خیمے گر پڑے بارش تیزی سے جاری رہی۔ سخت سردی پڑنے لگی اور کسی جگہ آگ باقی نہیں رہی۔ شاہی سقہ بادشاہ کے وضو کا پانی گرم کرنے کے لیے آگ کی تلاش میں نکلا۔ دفعتہ دور سے دیکھا کہ ایک خیمہ میں چراغ جل رہا ہے اور وہ خیمہ حضرت (یعنی خواجہ شمس الدینؒ ترک) کا تھا۔

سقہ دوڑا ہوا خیمہ کے پاس گیا۔ دیکھا کہ ایک فقیر کلام مجید کی تلاوت کر رہا ہے۔ حضرت کے خوف سے وہ آگ مانگ نہ سکا۔ حضرتؒ نے سر اٹھایا اور فرمایا کہ اے بھائی! آؤ اور جتنی آگ چاہیے ہو لے جا۔ وہ سامنے آیا اور لکڑی آگ سے جلائی اور لوٹا لے کر لوٹ گیا۔ اس واقعہ سے سقہ کو بے قراری تھی۔ صبح کے وقت مشک لے کر اس خیمہ کی طرف چلا اور جب اس کے پاس پہنچا، تو حضرتؒ کو اس میں نہ پا کر حیران ہوا۔ وہاں سے واپس آ کر ایک تالاب پر جو لشکر کے پاس تھا گیا۔ دیکھا ایک نیک بزرگ وضو کر رہے ہیں۔ غور کیا وہ پاک صورت نظر آئی جن کے چراغ سے رات کو آگ جلا کر لے گیا تھا۔ یہ دیکھ کر گوشہ میں کھڑا رہا۔ یہاں تک کہ وہ بزرگ وضو کے بعد نماز ادا کر کے خیمہ کی طرف تشریف لے گئے۔ سقہ نے اسی جگہ سے مشک میں پانی بھر لیا۔ باوجودیکہ جاڑے کا زمانہ تھا اور ہر جگہ پانی جم گیا تھا لیکن جس جگہ حضرتؒ نے وضو کیا تھا، وہاں پانی اس قدر گرم تھا، گویا کسی نے اس کو ابھی گرم کیا ہے۔ اس کو لے کر اپنے کارخانہ میں گیا اور اپنی عقل سے معلوم کیا کہ

Marfat.com
Marfat.com

یہ سب کچھ اسی مرد خدا کی عظمت و برکت کے سبب ہوا ہے لیکن اس راز کو کسی سے ظاہر نہیں کیا۔ دوسرے دن حضرتؒ کے پہنچنے سے پہلے جب دو چار گھڑی رات رہ گئی تھی، تالاب پر پہنچا اور پانی کو دیکھا کہ جما ہوا ہے۔ قریب ہی ایک درخت تھا، اس کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گیا۔ یہاں تک کہ حضرتؒ تشریف لائے۔ ان کے پہنچنے کے ساتھ ہی تالاب کے پانی نے جوش مارا۔ حضرتؒ نے وضو کیا اور نماز ادا کر کے اپنے خیمہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ سقہ نے گرم پانی کو مشک میں بھرا اور سلطان غیاث الدین بلبن کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت جب سلطان دربار عام میں بیٹھا تھا سقہ نے فریاد کی۔ سلطان نے اس کو بلا کر استفسار کیا۔ اس نے عرض کی اگر جہاں پناہ میرے راز کو خلوت میں سنیں تو گزارش کروں۔ سلطان نے اس کا موقع دیا اور سقہ نے حضرتؒ کا تمام حال بیان کیا۔ سلطان سن کر متحیر ہوا اور اپنی خواب گاہ میں اس کو ٹھہرنے کا حکم دیا۔ جب رات ہوئی تو سلطان خیمہ کے اندر چلا گیا اور دروازہ کی کنجی سقہ کے حوالہ کر دی۔ جب دو چار گھڑی رات باقی رہ گئی تو سقہ نے دروازہ کھول کر سلطان کو جگا دیا۔ سلطان مسلح ہو کر باہر نکلا اور سقہ کے ساتھ پاپیادہ تالاب پر پہنچا۔ پانی کو دیکھا تو بالکل سرد تھا۔ وہ چھپ کر وہیں بیٹھ گیا۔ یہاں تک کہ حضرتؒ تشریف لائے۔ ان کے پہنچتے ہی حسب معمول پانی میں جوش آ گیا۔ جس کو سلطان نے خود دیکھا۔ حضرتؒ نے وضو کرنے کے بعد نماز ادا کی۔ اور اپنے خیمہ کی طرف تشریف لے چلے۔ سلطان نے پانی کو دیکھا تو گرم تھا۔ وہ متحیر ہوا اور حضرتؒ خیمہ میں پہنچ کر قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول ہو گئے۔ سلطان دست بستہ وہیں کھڑا رہا۔ جب وہ تلاوت سے فارغ ہو چکے تو بادشاہ کو دیکھ کر تعظیم کیلئے کھڑے ہوئے اور سلام کیا۔ سلطان نے اظہار ادب کر کے عرض کیا کہ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آپؒ جیسے دوست میرے عہد میں موجود ہیں لیکن اس کے باوجود ہزار افسوس ہے کہ ابھی تک یہ قلعہ فتح نہیں ہو سکا۔ حضرتؒ نے ہر چند اپنے کو چھپانے کی کوشش کی لیکن بے سود تھا۔ مجبوراً دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے اور فاتحہ پڑھ کر فرمایا کہ اسی وقت حملہ کیا جائے۔ قلعہ فتح ہو گیا۔ سلطان جب مسرت سے معمور اپنے فتح مند لشکر میں پہنچا تو دوسرے دن برہنہ پا حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا۔ حضرتؒ نے اپنے زور باطن

Marfat.com
Marfat.com

سے اس کا ارادہ معلوم کرلیا۔ حضرتؒ نے اپنا اسباب، مال ومتاع فقراء کو دے دیا اور کمبل اوڑھ کر لشکر سے چل کھڑے ہوئے۔ اپنے پیر دستگیر کی خدمت میں پہنچے۔ کچھ دن وہاں رہ چکے تو پانی پت میں مامور کئے گئے۔

گو ہم اپنے موضوع سے کچھ الگ ضرور ہو رہے ہیں لیکن یہ اس لئے کہ ناظرین کو اندازہ ہو جائے کہ سلطان بلبن کو اولیاء اللہ سے کیسی عقیدت تھی۔ تاریخوں میں اس کی دین داری' خدا ترسی اور عبادت گزاری کی بڑی تعریف کی گئی ہے۔ مولانا ضیاء الدین برنی رقم طراز ہیں:۔

"وہ (یعنی سلطان بلبن) عبادت' ریاضت' روزے' نوافل اور شب بیداری میں غیر معمولی اہتمام کرتا۔ جمعہ کی نماز باجماعت' اشراق وچاشت' اوابین اور تہجد کی پابندی کرتا۔ خواہ کوئی موسم ہو رات کو جاگتا۔ سفر وحضر میں اوراد ووظائف نہ کو چھوڑتا۔ کبھی بے وضو نہ رہتا۔ علماء کے بغیر کھانا نہ کھاتا۔ کھانے کے وقت علماء سے دینی مسائل پوچھتا اور اس وقت بحث ومباحثہ بھی ہوتا۔ علماء ومشائخ کی بے حد تعظیم کرتا اور بزرگان دین کی ملاقات کیلئے ان کے آستانوں پر حاضری دیتا۔ شہر کے سادات' مشائخ وعلماء میں سے کسی کا انتقال ہو جاتا تو خود ان کے جنازہ میں شریک ہوتا۔ سوئم میں حاضر ہو کر ان کے ورثاء کو خلعت دیتا۔ جاگیر اور وظیفہ مقرر کرتا۔ وہ اپنے لشکر کے قاضیوں کی بھی بڑی عزت کرتا جو اپنے تقویٰ اور دینداری کیلئے ممتاز ہوتے اور وہ سلطان سے جس بات کی سفارش کرتے اس کو وہ ضرور قبول کرتا۔

لیکن اس زہد عبادت اور سلامت روی کے باوجود وہ ایک مسلمان حکمران کے فرائض سے غافل نہیں رہنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اپنے لڑکوں اور خاص خاص لوگوں سے سید نورالدین کے اس وعظ کا ذکر بار بار کرتا جو انہوں نے سلطان شمس الدین التمش کے سامنے کہا تھا۔ یہ وعظ طویل ہے لیکن اسکا ایک حصہ یہ ہے اگر ایک بادشاہ روزانہ ہزار رکعتیں نماز پڑھتا رہے تمام عمر روزے رکھتا رہے' گناہوں سے بچتا رہے لیکن وہ دین کی حمایت نہ کرتا ہو' اپنی سطوت کو خدا اور رسولؐ کے دشمنوں کے قلع قمع کرنے میں صرف نہ کرتا ہو' اپنی شریعت کے

Marfat.com
Marfat.com

احکام کو جاری نہ کراتا ہو۔ اپنے ملک میں امر بالمعروف کو جاری کرانے اور نہی عن المنکر کو مٹانے میں کوشاں نہ رہتا ہو اور عدل وانصاف سے کام نہ لیتا ہو تو اس کی جگہ دوزخ کے سوا اور کوئی نہ ہوگی۔ مولانا ضیاء الدین برنی کا بیان ہے کہ بلبن جب وعظ کے اس حصے کو بیان کرتا تو زار زار رونے لگتا۔

جب حضرت شمس الدین ترکؒ پانی پتی کا نزول اجلال پانی پت میں ہوا تو دودھ سے ایک بھرا ہوا پیالہ اپنے خادم کے ہاتھ شیخ بوعلی قلندرؒ کی خدمات میں بھیجا۔ شیخ بوعلی قلندرؒ خادم کو دیکھ کر مسکرائے۔ گلاب کے چند پھول ان کے سامنے پڑے تھے۔ ان کی پنکھڑیاں دودھ میں ڈال کر اسے حضرت شمس الدین ترکؒ کے پاس واپس کر دیا۔ وہ پیالے میں گلاب کی پتیاں دیکھ کر متبسم ہوئے۔ حاضرین مجلس نے تبسم کی وجہ پوچھی فرمایا کہ شیخ بوعلی قلندرؒ کے پاس دودھ سے بھرا ہوا پیالہ بھیجنے سے مراد یہ تھی کہ یہ ملک میرے شیخ نے مجھ کو عطا کیا ہے۔ جو مجھ سے پر ہو گیا ہے۔ شیخ بوعلی قلندرؒ نے گلاب کی پنکھڑیاں ڈال کر دودھ کا پیالہ واپس کر دیا تو اس سے مراد یہ ہے کہ وہ میرے ملک سے کوئی تعلق نہیں رکھیں گے اور یہاں اسی طرح رہیں گے جس طرح دودھ میں گلاب کی پنکھڑیاں ہیں۔ شیخ بوعلی قلندرؒ سے پوچھا گیا تو انہوں نے بھی یہی فرمایا۔ چنانچہ دونوں میں آخر وقت تک اخلاص اور محبت قائم رہی۔ کبیر الاولیاء حضرت شیخ جلال الدین محمود پانی پتی شیخ بوعلی قلندرؒ ہی کے فیض نظر سے راہ طریقت پر گامزن ہوئے۔ ایک دن شیخ بوعلی قلندرؒ سر راہ بیٹھے ہوئے تھے کہ کم سنی کے زمانہ میں شیخ جلال الدینؒ گھوڑے پر سوار ادھر سے گزرے۔ ان کو دیکھ شیخ بوعلی قلندرؒ نے فرمایا "زہے اسپ وزہے سوار" کانوں میں یہ آواز پڑتے ہی شیخ جلال الدینؒ بے خود ہو گئے۔ گھوڑے سے اتر پڑے اور اسی وقت گریبان چاک کر کے جنگل کی راہ لی۔ چالیس سال تک جنگل میں پھرتے رہے۔ اس درمیان میں مختلف درویشوں اور فقیروں کی صحبت اختیار کی پھر جب وطن واپس آئے تو شیخ بوعلی قلندرؒ سے بیعت کیلئے مصر ہوئے۔ شیخؒ نے فرمایا۔ "اے فرزند عزیز! کشائش تو موقوف بر مرد دیگر است" (ترجمہ: اے فرزند عزیز: تمھاری مشکل ایک دوسرے مرد کی وساطت سے حل ہوگی۔)

Marfat.com
Marfat.com

چنانچہ جب حضرت شمس الدین ترکؒ پانی پتی کا ورود مسعود پانی پت میں ہوا تو شیخ بو علی قلندرؒ نے شیخ جلال الدینؒ کو ان کے پاس ارادت کیلئے بھیجا' جو آگے چل کر ان کے خلیفہ ہوئے۔

سلطان جلال الدین خلجی کو، حضرت خواجہ بوعلی قلندرؒ سے بڑی عقیدت تھی۔ وہ ان کے حلقہ ارادت میں بھی شامل ہو گیا تھا اور بزرگان دین ہی کی صحبت کا شاید یہ اثر تھا کہ اس میں حلم' نرمی اور خدا ترسی کے اوصاف بدرجہ تم موجود تھے۔ مگر ان خوبیوں کے باوجود حضرت سید مولہ کا خون اس کے سر پر ہے۔ گو اس واقعہ کی تفصیل ہمارے موضوع سے متعلق نہیں ناظرین کی اس سے دلچسپی ہوگی' اس لئے اس کو مجملاً مولانا ضیاء الدین برنی کی زبانی بیان کرتے ہیں۔

"سید مولہؒ ایک درویش تھے' جو سلطان بلبن کے عہد میں ولایت ملک بالا سے شہر (یعنی دہلی) میں آئے۔ وہ عجیب طریقے رکھتے تھے۔ خرچ کرنے اور کھانا کھلانے میں بے نظیر تھے۔ لیکن جامع مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھنے نہیں آتے تھے۔ گو وہ نماز کے پابند تھے' مگر جماعت کے ساتھ نماز ادا نہیں کرتے تھے' جس کی پابندی تمام بزرگان دین نے کی ہے۔ وہ مجاہدہ ریاضت بہت کرتے تھے۔ جامہ اور چادر پہنتے۔ چاول کی روٹی معمولی سالن سے کھاتے تھے۔ ان کے پاس کوئی عورت' کنیز اور خدمت گار نہ تھا اور نہ وہ کسی نفسانی خواہش میں مبتلاء تھے۔ کوئی کچھ دیتا تو اس کو قبول نہ کرتے۔ لیکن ان کے اخراجات اتنے تھے کہ لوگوں کو حیرت ہوتی تھی۔ عام خیال تھا کہ وہ علم کیمیا جانتے ہیں۔ اپنے دروازہ کے سامنے میدان میں انہوں نے ایک خانقاہ بنوائی تھی۔ اس کی تعمیر میں ہزاروں روپے خرچ کئے تھے۔ اس خانقاہ میں بڑی مقدار میں کھانا پکتا تھا۔ بری و بحری سفر کرنے والے مسافر یہاں آ کر مقیم ہوتے تھے۔ اور ان کو دو وقت کھانا ملتا تھا۔ کھانا ایسا ہوتا تھا۔ کہ اس زمانہ کے خوانین وملوک کو میسر نہ تھا۔ خانقاہ میں ہزار، ہا من میدہ خرچ ہوتا تھا۔ پانچ سو جانور ذبح کئے جاتے تھے۔ دو تین سو من شکر اور سو دو سو من نبات خریدی جاتی تھی۔ خانقاہ کے سامنے آدمیوں کا ایک ہجوم رہتا تھا۔ ان کے پاس (یعنی حضرت سید مولہؒ) نہ کوئی گاؤں تھا اور نہ ان کو شاہی وظیفہ ملتا تھا

Marfat.com
Marfat.com

اور نہ وہ کسی سے فتوح قبول کرتے تھے۔ جب کسی سے کوئی چیز خریدتے یا کسی کو کچھ رقم دینا چاہتے تو کہتے کہ جاؤ فلاں پتھر یا اینٹ کے نیچے جا کر اتنے نقرئی سکے لے لو۔ وہ جاتا تو واقعی اینٹ یا پتھر کے نیچے یا طلاق میں طلائی اور نقرئی سکے مل جاتے۔ یہ سکے ایسے ہوتے جیسے دارالضرب سے بالکل نئے نکلے ہوں۔

آگے چل کر مولانا ضیاء الدین برنی لکھتے ہیں:

"حضرت سید مولہ کی خانقاہ کے اخراجات سلطان جلال الدین خلجی کے عہد میں اور بھی زیادہ بڑھ گئے تھے۔ سلطان جلال الدین کا بڑا لڑکا خانخاناں ان کا معتقد ہو گیا تھا۔ وہ اپنے آپ کو حضرت سیدی مولہ کا بیٹا کہتا تھا۔ امراء اور حکام کی آمدورفت ان کے پاس بڑھ گئی تھی۔ قاضی جلال کاشانی نے جو اس زمانہ کا بڑا قاضی تھا لیکن فتنہ انگیز تھا' سیدیؒ سے تعلقات پیدا کئے مولازاد جو امراء اور ملوک کی اولاد سے تھے۔ اس گفتگو میں شریک رہتے۔ یہ سب عہد جلالی میں بالکل بے سروسامان' بے اقطاع اور بے حشم ہو گئے تھے۔ برنج تن اور ہتھیا پایک کے کوتوال جو آزادوں اور پہلوانوں کے گروہ میں تھے اور بلبنی عہد میں ایک لاکھ چیتل وظیفہ پاتے تھے۔ بے وظیفہ ہو گئے تھے۔ بعض دوسرے اکابر جو عہدوں سے معزول کر دیئے گئے تھے۔ سیدیؒ کی خانقاہ میں آ کر رات کو سوتے اور ان سے کچھ چیزیں پاتے۔ لوگ سمجھتے کہ ان اکابر کی آمدورفت محض حصول برکت کے لئے ہوتی ہے۔ لیکن معلوم ہوا کہ قاضی جلال کاشانی' خان زادے' ملک زادے' برنج تن اور ہتھیا پایک کے کوتوال رات کو سیدیؒ کے پاس بیٹھ کر فتنہ انگیزی کا مشورہ کرتے ہیں۔ چنانچہ برنج تن اور ہتھیا پایک کے کوتوال نے ارادہ کیا کہ جمعہ کے روز کیلئے سلطان جلال الدین کی سواری نکلے تو اس پر حملہ کر دیا جائے اور سیدیؒ کو خلیفہ بنا کر ان کا نکاح سلطان ناصر الدین کی لڑکی سے کر دیا جائے اور قاضی جلال جو قاضی خان کا عہدہ اور ملتان کا اقطاع دار مقرر کیا جائے۔ اسی طرح اور اقطاعات ملک زادوں اور خان زادوں میں تقسیم کر دی جائیں۔ ان بے کار لوگوں میں سے ایک شخص نے جو مشورے میں شریک تھا' ان سے منحرف ہو کر یہ تمام خبریں سلطان جلال الدین تک پہنچا دیں۔ سیدیؒ اور ان کے تمام ساتھی متہم کر کے سلطان کے سامنے لائے گئے۔ سلطان نے تفتیش

Marfat.com
Marfat.com

کرنی چاہی تو سب نے انکار دیا۔اس زمانہ میں یہ رواج نہ تھا کہ انکار کرنے والوں سے لات اور ڈنڈے کے ذریعہ اقرار کیا جاتا۔ چنانچہ ''دب'' کیلئے حکم جاری کیا گیا۔ سلطان اور دوسرے لوگوں کو سازش کا پورا یقین تھا' سازش کرنے والے منکر تھے۔ دوسرا کوئی ثبوت نہ تھا اور ان پر کوئی حکم نافذ نہ کیا جا سکتا تھا۔اس لئے بہار پور کے میدان میں آگ روشن کی گئی۔ سلطان ملوک اور خوانین کے ساتھ وہاں پہنچا۔ ایک کوشک خاص نصب کیا گیا۔ سلطان نے شہر کے تمام اکابر' علماء ومشائخ کا محضر طلب کیا۔اس میدان میں شہر کے خواص و عوام بھی جمع ہوئے۔سلطان نے حکم دیا کہ سازش کرنے والوں کو آگ میں ڈال دیا جائے تا کہ جھوٹ اور سچ روشن ہو جائے۔لیکن اس کے بارے میں جب علماء سے استفسار کیا گیا تو متدین علماء نے کہا کہ'' دب'' نا مشروع ہے اور آگ کے ذریعہ سے جھوٹ اور سچ کی تمیز نہیں کی جاسکتی ہے۔ سازش کی خبر صرف ایک شخص نے دی ہے اور ایسے جرم میں ایک شخص کی شہادت قابل سماعت نہیں۔اس لیے سلطان نے ''دب'' کا ارادہ ترک کر دیا اور قاضی جلال کو جو فتنہ کا سرغنہ تھا، بدایوں کا قاضی بنا کر وہاں بھیج دیا۔ خان زادوں اور ملک زادوں کو جلا وطن کر دیا اور ان کی املاک ضبط کر لیں۔ برنج تن اور ہتھیا پایک کے کوتوال کو سزا دی۔اس کے بعد سیدی مولہؒ کو باندھ کر سلطان کے کوشک کے پاس لایا گیا۔سلطان نے ان سے خود مباحثہ کیا۔اس مجمع میں شیخ ابو بکر طوسی حیدری بھی اپنی حیدری جماعت کے ساتھ موجود تھے۔ سلطان نے ان سے خطاب کر کے کہا'' اے درویشان !انصاف من ازین مولہ بستانید''۔ (ترجمہ :اے درویشو !مجھے اس مولہ سے انصاف دلاؤ) بحری نامی ایک حیدری نے بڑھ کر سیدیؒ کو استرے سے زخمی کر دیا۔ ارکلی خان نے کوشک کے اوپر سے فیلبانوں کو اشارہ کیا۔ ایک ہاتھی سیدیؒ کی طرف دوڑا اور ان کو پاؤں تلے مسل ڈالا۔''

اس کے بعد مولانا ضیاء الدین برنی اپنے تاثرات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

''ایسا حلیم و بردبار بادشاہ اس معاملہ میں مشوروں کے سننے کی طاقت نہ پیدا کر سکا اور ایسا حکم صادر کر دیا، جس سے درویشی کی عزت جاتی رہی۔ مجھ کو یاد ہے کہ جس روز سیدیؒ مولہؒ کا قتل ہوا، ایک سیاہ طوفان آیا اور تاریکی چھا گئی۔سیدی مولہؒ کے قتل کے بعد ملک میں

Marfat.com
Marfat.com

طرح طرح کے فتور پیدا ہو گئے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ کسی درویش کو قتل کرنا نحس ہے اور کسی بادشاہ کو راس نہیں آتا۔ سیدیؒ مولہؒ کے قتل کے بعد اس سال بارش نہیں ہوئی۔ دہلی میں قحط پڑ گیا اور غلہ ایک چھیل میں ایک سیر ملنے لگا۔ سوالک کے علاقہ میں ایک قطرہ بھی بارش نہیں ہوئی۔ اس سرزمین کے ہندو، عورتوں اور بچوں کے ساتھ دہلی چلے آئے۔ بیس بیس اور تیس تیس آدمی ایک جگہ رہتے اور بھوک سے بیتاب ہو کر اپنے آپ کو جمنا میں غرق کر دیتے تھے۔ ادنیٰ لوگ سلطان اور امراء کے صدقات پر زندگی بسر کرتے تھے۔"

اخبار الاخیار کے مصنف کا بیان ہے کہ "جس روز سیدی مولہؒ کا قتل ہوا بے انداز باد و غبار فضا میں اٹھا۔ دنیا تاریک ہو گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ قیامت آ گئی ہے۔ سلطان جلال الدین نے یہ حال دیکھا کہ تو سیدی مولہؒ سے اس کو اعتقاد پیدا ہو گیا، جو پہلے نہ تھا"۔

13 رمضان المبارک 724ھ میں شیخ بوعلی قلندر رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ہوا۔ تاریخ وفات "یا شرف الدین ابدال" سے نکلتی ہے۔ کرنال میں مدفون ہوئے لیکن کہا جاتا ہے کہ اعزا و اقربا نے ایک رات پوشیدہ طور پر نعش مبارک کو پانی پت میں لے جا کر دفن کر دیا۔ چنانچہ کرنال، پانی پت، بڈھا کھیڑا اور باگھوتی میں آج بھی ان کے معتقدین کا ہجوم رہتا ہے۔

حضرت شیخ بوعلی قلندر رحمتہ اللہ علیہ کے نام سے حسب ذیل تصانیف منسوب ہیں:۔

1- مکتوبات بنام اختیار الدین
2- حکم نامہ شرف الدین
3- مثنوی کنز الاسرار
4- رسالہ عشقیہ

مکتوبات کے بارے میں مولانا عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:۔

"اور مکتوب است بزبان عشق و محبت مشتمل بر معارف حقائق توحید و ترک دنیا و طلب آخرت و محبت مولے جملہ آن بنام اختیار الدین مہ گوید۔"

(ترجمہ:۔ اس کا ایک مکتوب عشق و محبت کے پیرائے میں اختیار الدین کے نام ہے جو توحید، ترک دنیا، طلب آخرت اور اللہ کی محبت کے متعلق حقائق و معارف سے لبریز ہے۔)

خزینۃ الاصفیاء میں ہے:۔

"مکتوبات وی کہ بنام اختیار الدین مرید خود تحریر کردہ است۔ کتابے است جامع علوم

Marfat.com
Marfat.com

توحید"۔(ترجمہ: آپ نے جو مکتوبات اپنے مرید اختیار الدین کے نام تحریر کئے۔وہ ایک کتاب کی صورت میں ہیں اور علوم توحید کے جامع ہیں۔)

سلطان شمس الدین التمش کے شاہی حاجب کا نام بھی اختیار الدین تھا۔شاید یہ مکتوبات اسی کے نام ہوں۔بعض مکتوبات کے نمونے ملاحظہ ہوں۔

"اے برادر!جب تم پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی عنایت شروع ہو جائے۔تم میں جذبہ پیدا ہونے لگے اور تم کو تم سے دور کیا جائے،تو گویا تم میں عشق کا آغاز اور تم پر حسن کا جلوہ ظاہر ہو گیا۔اور جب تم کو حسن کا مشاہدہ ہو جائے تو معشوق کو پہچانو اور عاشق بن کر معشوق ہو جاؤ۔اور جب عاشق بن کر معشوق ہو گئے تو اسی طرح کام کرو۔معشوق کی سنت اور عاشق کے فریضہ کو قائم رکھو۔اس وقت معشوق کو عاشق کے ذریعہ سے پہچان لو گئے۔

اے برادر!معشوق کو تمہاری ہی صورت میں پیدا کر کے تمہارے درمیان بھیجا گیا ہے۔تا کہ براہ راست وہ تم کو دعوت دے۔اے برادر!خدائے عزوجل نے بہشت و دوزخ پیدا کیا اور اس کا حکم ہے کہ دونوں پُر کئے جائیں گئے۔معشوق کو عاشقوں کے ساتھ بہشت میں جگہ دی جائے گی اور شیطان اپنے ساتھیوں کے ساتھ دوزخ کو پر کرے گا۔بہشت و دوزخ میں عاشقوں کے سوا کوئی نہیں ہوگا۔دونوں عاشق ہی کے حسن سے پیدا ہوئے ہیں اور دونوں مقام غیر نہ ہوں گے۔بہشت دوستوں سے وصال کا مقام ہے۔دوزخ دشمنوں کے لیے جائے فراق ہے۔یہ فراق کافروں اور منافقوں کو حاصل ہوگا۔اور وصال محمد رسول اللہ ﷺ کے عاشقوں اور دوستوں کو نصیب ہوگا۔

اے برادر!چشم دل کو کھولو اور اچھی طرح سے دیکھو۔اور یہ جانو کہ عاشق نے اپنے عشق سے تمہارے لئے کیا کیا چیزیں اور کیا کیا تماشے کئے ہیں۔اپنا حسن ایک درخت میں منتقل کر دیا ہے۔اور گوناگوں میوے پیدا کئے۔ہر میوہ میں علیحدہ مزہ رکھا اور اس درخت کو نہ اپنی ذات کی خبر اور نہ اپنے پھول کی خبر اور نہ اپنے میوہ کی خبر ہے۔گنا تمہارے لیے پیدا کیا اور اس کو شکر کی خبر نہیں۔مشک کو ہرن کی ناف میں رکھا،جو تمہارے لئے ہے۔اور ہرن کو مشک کی کوئی خبر نہیں۔گائے سے عنبر کو تمہارے لیے پیدا کیا اور گائے کو عنبر کی خبر نہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

زباد کو بلی سے تمہارے لیے پیدا کیا اور بلی کو زباد کی خبر نہیں۔ کافور کو تمہارے لئے درخت سے پیدا کیا اور درخت کو کافور کی خبر نہیں۔ صندل کو تمہارے لیے پیدا کیا اور صندل کو اپنی خبر نہیں۔ اے برادر! عاشق ہو جاؤ اور دونوں عالم کو معشوق کا حسن جانو اور اپنے آپ کو معشوق کا حسن کہو۔ عاشق نے اپنے عشق سے تمہارے وجود کا ملک بنایا تا کہ اپنے حسن و جمال کو تمہارے آئینہ میں دیکھے اور تم کو محرم اسرار جانے اور "الانسان سری" (انسان میرا بھید ہے) تمہاری شان میں آیا ہے۔ عاشق ہو جاؤ تا کہ حسن کو ہمیشہ دیکھو اور دنیا و عقبیٰ کو پہچانو عقبیٰ محمد ﷺ کی ملک ہے اور دنیا شیطان کی ملکیت ہے۔ دونوں میں معلوم کرو کہ تمہارے لئے کس کو پیدا کیا ہے۔ اے برادر! نفس کو اچھی طرح پہچانو۔ جب تم نفس کو پہچان لوگے تو دنیا کو بھی پہچان سکو گے۔ اور اگر روح کو پہچان لو گے، تو عقبیٰ کو پہچان لو گے۔ اے برادر دنیا! کفر میں جو حسن رکھا گیا ہے، عاشق جانتے ہیں۔ کہ اس نے (یعنی حسن نے) کفر کو اپنے عاشقوں کے سامنے کس قدر آراستہ کر دیا ہے جو دنیا کا عاشق ہے اس کا معشوق کفر کا حسن ہے۔ اے برادر! تم جانتے ہو کہ حسن کا جو غمزہ کفر میں رکھا گیا ہے۔ اس نے کس قدر پر لطف تیر دنیا والوں پر مارا ہے اور ان کو اپنا عاشق بنا لیا ہے۔

اے برادر! اپنی جستجو میں رہو اور اپنے آپ کو پہچانو۔ جب تم اپنے نفس کو پہچان لو گے، تو عشق کو بھی جان سکو گے اور جب عشق کو اپنے حسن پر دیکھو گے تو کل الانسان کی کیفیت اپنے میں پاؤ گے۔ عاشق ہو جاؤ اور معشوق کو اپنی گود میں دیکھو اور حسن کو اپنے دل کے آئینے میں معائینہ کرو۔

آں شاہد معنی کہ ہمہ طالب او یند — ہم اوست کہ از چادر تو ساختہ سر پوش
در بادیہ ہجر چرا بند بمانیم — درعین وصالیم نگاراست در آغوش

(ترجمہ :۔ وہ حقیقی محبوب کہ تمام لوگ اس کے طالب ہیں، وہی ہے جس نے تمہارے وجود کی چادر سے اپنے آپ کو ڈھانپ رکھا ہے۔ ہم ہجر کے صحرا میں کیوں بند رہیں۔ ہم عین وصال کی حالت میں ہیں اور محبوب بغل میں ہے۔)

اے برادر! قند کا ایک گولہ لاؤ اور اس سے سو گولے بنالو۔ ہر گولہ سے ایک صورت

Marfat.com
Marfat.com

بناؤ اور ہر صورت کا ایک نام رکھو۔ بعض کو ہاتھی کہو تو قند کا نام جاتا رہے گا اور صرف وہ صورت باقی رہے گی۔ جب کل صورتوں کو توڑ کر قند کا گولہ بنالو تو قند کا نام پھر ظاہر ہو جائے گا"۔

ایک دوسرے مکتوب میں فرماتے ہیں :۔

"اے برادر ! یہ نہیں معلوم کہ ہم لوگوں کو کس لیے پیدا کیا گیا۔ اور ہم لوگوں کے ساتھ کیا ہوگا۔ لیکن خیال ہمیشہ فکر کے ساتھ وابستہ رہتا ہے۔ کبھی فکر ہمارے دل کے آئینہ کو آراستہ کر دیتی ہے اور عاشق کے سامنے معشوق کو ظاہر کرتی ہے۔ اور عاشق کا وہ حکم جس کو معشوق نے پہنچایا ہے۔ عاشق کے فرض اور معشوق کی سنت کے مطالعہ میں بجالاتی ہے۔ عاشق کے عشق اور معشوق کے حسن سے باطن کو معمور رکھتی ہے اور حسن کے تماشہ سے عاشق اپنے ظاہر کو بھلا دیتا ہے اور اپنے باطن کے تماشہ میں مصروف ہو جاتا ہے تا کہ عاشق کا حکم جس کو معشوق نے پہنچایا ہے۔، نافذ ہو جائے۔ اے برادر ! کبھی خیال نفس کا دوست ہو جاتا ہے اور حال خیال کے ساتھ متحدہ ہو کر دنیا کی روزی کی طرف لے آتا ہے۔ خیال دنیا کی آرائش نفس کو دکھلاتا ہے اور اس کے شوق میں اس کو پریشان کرتا ہے۔ اور اس کو یعنی نفس کو معشوق کے دروازے پر پھراتا ہے۔ ہر دروازہ پر ذلیل کرتا ہے اور (نفس) شوق اور آرائش کی آسائش کی وجہ سے اس ذلت سے واقف نہیں ہوتا اور باز نہیں آتا اور یہ نہیں سوچتا کہ دنیا نے کسی کے ساتھ نہ وفا کی ہے اور نہ وفا کرے گی۔ نہ اس کو (نفس کو) موت کی فکر ہوتی ہے کہ وہ دفعتہً آ کر اس کو فنا کر دے گی۔ دنیا کی آرائش کا حسن دنیا کے عاشقوں کو اپنے عشق میں ایسا بے خبر کر دیتا ہے کہ نہ اس کو اس دنیا کی خبر ہوتی ہے جس کو انہوں نے معشوق بنایا ہے۔ اس کی بھی ان کو خبر نہیں ہوتی کہ اگر دنیا ختم ہو جائے گی، تو کیا واقعات ظہور پذیر ہوں گے۔ اور نہ عقبیٰ کی خبر ان کو ہوتی ہے کہ ان کے سامنے کیا مہم درپیش ہے۔ اے برادر ! سوچو کہ تمہارے سامنے ایک مہم درپیش ہے اور تم نے خیال اور فکر کو اپنا مونس بنایا

Marfat.com
Marfat.com

ہے۔خیال کی نسبت ہوش رکھو کہ وہ نفس کا دوست ہو گیا ہے۔اے برادر! کچھ معلوم نہیں کہ خیال اور فکر کیا حال پیدا کریں۔ جب وہ (حال) تم کو نظر آئے گا، اس وقت تم کو معلوم ہو گا کہ یہ قسمت میں لکھا تھا کہ تمہارے سامنے آیا۔اے برادر! میں نہیں جانتا ہوں کہ میں کیا کروں اور مجھ سے کون سا کام بن پڑے گا اور کیا میری زبان سے نکلے گا۔زبان خدا کی قدرت میں ہے۔اگر تم پر خدا کا فضل ہو تو تمہاری زبان سے وہ بات نکلے گی، جو دونوں جہان کو پسند ہو گئی۔اے برادر! اس قدر معلوم ہوا کہ خدا نے اپنی مشیت سے تم کو پیدا کیا اور اپنی مشیت سے باقی رکھتا ہے. "یفعَل اللہ مایشاء و یحکم مایرید" (یعنی جو کچھ اس نے چاہا، اس کو کیا اور جو کچھ چاہتا ہے، کرتا ہے، کسی کو اس کی مشیت میں دخل نہیں)"

حکم نامہ شرف الدین کے بارے میں مولانا عبدالحق محدث دہلوی رقم طراز ہیں:۔

"درسالہ دیگر درعوام الناس شہرت دارد کہ اورا حکم نامہ شیخ شرف الدین می گویند۔ظاہر آنست کہ آں از مخترعات عوام است"۔ (ترجمہ: ایک اور رسالہ عوام الناس میں مشہور ہے۔ اسے حکم نامہ شیخ شرف الدین کہتے ہیں۔ظاہر ہے کہ یہ بات عوام الناس کی خود ساختہ ہے۔)

اس کا ایک نسخہ بنگال ایشیاٹک سوسائٹی میں ہے۔

حضرت شیخ بوعلی قلندر رحمتہ اللہ علیہ کے نام سے دو مثنویاں منسوب ہیں۔مثنوی کنز الاسرار اور رسالہ عشقیہ۔خزینۃ الاصفیاء کے مولف نے صرف اتنا لکھا ہے:۔

"وسوائے ازیں مثنوی است۔مختصر کہ مخزن رموز توحید و معارف است"

(ترجمہ: اور اس مثنوی کے علاوہ ہے۔مختصر یہ کہ توحید و معارف کے اسرار کا خزانہ ہے۔)

1891ھ مطابق 1309ھ میں مطبع نامی لکھنو سے ایک منظوم رسالہ مثنوی شاہ بوعلی قلندرؒ کے نام شائع ہوا تھا۔اگر یہ رسالہ واقعی حضرت شاہ بوعلی قلندرؒ کا ہے، تو ہم اس کو رسالہ عشقیہ کہہ سکتے ہیں۔کیونکہ اس میں عشق پر بہت سے اشعار ہیں۔مثلاً:۔

Marfat.com
Marfat.com

عشق کو بے بال و پر طیران کند — عشق کو در لامکاں جولان کند
عشق کو تا تاج سلطانی نہد — عشق کو ملک سلیمانی دہد
عشق کو تا چشم دل بینا کند — عشق کو تا سینہ پُر سودا کند
عشق کو تا عقل را زائل کند — عشق کو تا عقل را حاصل کند
عشق کو تا جام مدہوشی دہد — عشق باید تا فرا موشی دہد
عشق وہ تا بے خبر ساز دمرا — یاوہ گو بے پاو سر سازد مرا
عشق بایدتا دہد جام شراب — عشق سازد ساغر مے آفتاب

اس میں قریب 362 اشعار ہیں۔ مثنوی کا آغاز ان اشعار سے کیا گیا ہے۔

مرحبا اے بلبل باغ کہن — از گل رعنا بگوبا ما سخن
مرحبا اے قاصد طیار ما — می دہی ہر دم خبر از یار ما
مرحبا اے ہدہد فرخندہ فال — مرحبا اے طوطی شکر مقال
ذرزمان ہفت آسمان راطے کنی — مرکب حرص و ہوارا پے کنی
دمبدم روشن کنی دردل چراغ — ہر نفس از عشق سازی سینہ داغ
از تو روشن گشت فانوس تنم — از تو حاصل شد مراوصل صنم
مرحبا اے رہنمائے راہ دین — از تو روشن شد مرچشم یقین
یافت قالب طینت پاکی زتو — شد پریشان آدم خاکی زتو

مرحبا اے فیض بخش کائنات
یافت ترکیب از وجود تو حیات

مثنوی کا خاتمہ حسب ذیل طریقہ پر ہوتا ہے:۔

Marfat.com
Marfat.com

یاالٰہی چشم بینائی بدہ — در سرم از عشق سودائی بدہ
آتش انگن در دلم مانند طور — شعلہ برخیزد وگرود زنگ دور
سالہا شداز تو می خواہم ترا — حاجتم راچون نمی سازی روا
ازلسان الغیب این گردد نوید — ازدر تو کس نہ گشتہ ناامید
ہرکہ بردرگاہ تو رو آورد — ناامیدازدرگہ تو چون رود
ہرکہ آید بردرت امیدوار — شاہد مقصود یابد درکنار
اے خدائے من بحق مصطفٰے ﷺ — ازطفیل حرمت آل عبا
روز محشر دار باآل رسول ﷺ — ازطفیل مقبلان گردد قبول

حضرت شیخ شرف الدین رحمتہ اللہ علیہ

وصال 724ھ

آپؒ پانی پت کے رہنے والے تھے، آپؒ کو بوعلی قلندرؒ بھی کہتے ہیں، بڑے مشہور مجذوب اور ولی اللہ تھے، مشہور ہے کہ اوائل عمر میں آپؒ نے تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنی تمام تر توجہات کو سلوک وطریقت کی طرف مبذول کر دیا تھا اور تمام کتب کو دریا برد کر کے مجذوب بن گئے، یہ معلوم نہ ہوسکا کہ آپؒ کس سے بیعت تھے البتہ بعض لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ آپؒ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مرید تھے اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آپؒ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ سے بیعت تھے، لیکن یہ دونوں روایتیں بلادلیل و بلاحجت ہیں آپ کے کچھ مکتوبات بھی ہیں جو آپ نے عشق ومحبت کی زبان میں اختیار الدینؒ کے نام تحریر فرمائے جس میں یہ مضامین ہیں۔

1- توحید کے معارف وحقائق — 2- ترک دنیا

3- طلب آخرت

4- محبت الٰہی آپ کا دوسرا رسالہ بھی عوام الناس میں حکم نامہ شیخ شرف الدین ک نام سے مشہور ہے لیکن ظاہر یہ معلوم ہوتا کہ وہ رسالہ آپ کا نہیں بلکہ وہ عوام کی اپنی

98334

Marfat.com
Marfat.com

اختراعات ہیں واللہ اعلم۔

آپ کا روضہ پانی پت میں ایک پر رونق جگہ پر ہے لوگ آپ کی قبر پر برائے حصول برکت زیارت کو آتے ہیں وہاں آپ کے ایک محبوب مرید مبارک خان کی بھی قبر ہے۔

مکتوب

اے بھائی! جب تجھ پر اللہ کی عنایت ہوئی تو اس نے تیرے اندر ایک جذبہ پیدا کر دیا اور تجھے خودرائی سے بچالیا اور پھر تم میں عشق پیدا کر کے حسن کا جلوہ دکھایا، جب تم عشق کو پہچان لو گے اور جب معشوق اور عاشق ایک دوسرے سے ملیں تو تجھے معشوق کے طریقہ اور عاشق کے فریضہ کے نقش پا پر چلنا ہوگا تا کہ تو عاشق و معشوق کو پہچان سکے۔

اے بھائی! معشوق کو بھی آپ ہی کی شکل وصورت میں اللہ نے پیدا کیا اور معشوق کو تمہارے اندر اس لیے بھیجا گیا ہے تا کہ وہ تمہیں صحیح راستہ کی رہنمائی کرے۔

اے بھائی! اللہ نے جنت اور دوزخ دونوں کو پیدا فرما کر ان دونوں سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ میں تم کو بھروں گا اور پر کروں گا، معشوق کو اس عاشقوں سمیت جنت میں داخل کیا جائے گا اور شیطان کو اس کے چیلوں سمت دوزخ میں جھونکا جائے گا۔

اے بھائی! جنت اور دوزخ میں عاشق ہی اپنے حسن عشق اور خراب عشق کی وجہ سے داخل کئے جائیں گے۔ بہشت دوستوں سے وصال کا مقام ہے اور دوزخ دوشمنوں سے فراق کا، یہ فراق کافر اور منافق لوگوں کے لیے ہوگا اور رسول کریم ﷺ کے عاشقوں کے لیے وصال ہوگا۔

میں ان کے در کا بھکاری ہوں فضل مولا سے
حسن فقیر کا جنت میں بسترا ہو گا

(ذوقِ نعت)

اے بھائی ذرا آنکھیں کھول کر دیکھ کہ عاشق نے اپنے عشق سے کیا کیا پیدا کیا اور دنیا کو کیسا تماشا گاہ بنایا، اور اپنے حسن کو ہر درخت میں پنہاں رکھا اور مختلف الاقسام میوہ جات

Marfat.com
Marfat.com

پیدا فرمائے اور ہر میوے کا علیحدہ علیحدہ مزہ بنایا اور اس درخت کو خود اپنی اور پھول و پھل کی خبر تک نہیں اور اسی طرح اس نے گنے کو تیرے لیئے شیریں بنایا اور اس کو اپنے مٹھاس کی خبر، نہیں، سمندری گاؤ سے عنبر پیدا کیا اور اس کی اس کی خبر نہیں اور مشک بلاؤ سے تمہارے لیے زباد پیدا کیا اور اس کو اس کا علم نہیں، اور ایک قسم کے درخت سے کافور پیدا کیا اور کافور کو اس کی خبر نہیں صندل کو تمہارے لیے پیدا کیا اور اس کو اس کا علم نہیں۔

اے بھائی! عاشق بنو اور اس جہان کو معشوق کا حسن سمجھو، اسی طرح اپنی ذات کو بھی معشوق کا حسن سمجھو، عاشق نے اپنے عشق سے تجھے پیدا کیا تا کہ تیرے آئینہ میں اپنے حسن و جمال کا مشاہدہ کرے اور تجھے اپنا محرم اسرار بنائے اور الانسان سری تمہاری ہی شان میں ہے، عاشق بن کر ہمیشہ حسن دیکھتے رہو اور دنیا اور آخرت کو اس طرح تصور کرو کہ آخرت نبی کریم ﷺ کی مملکت ہے اور دنیا شیطان کی، تم ان دونوں کے متعلق معلوم کرو کہ یہ کس لئے پیدا کی گئی ہے اور ان کا مطالبہ کیا ہے۔ اے بھائی! نفس ک وخوب سمجھ لے، جب تو اپنے نفس کو پہچان لے گا تو دنیا کی حقیقت خود بخود تیرے سامنے واضح ہو جائے گی اسی طرح روح کو بھی پہچانو اس لیے کہ روح کی معرفت پر آخرت کی معرفت موقوف ہے۔

اے بھائی! اپنی معرفت حاصل کرو اور اپنی ذات کو پہچانو، جب اپنی ذات سے روشناس ہو جاؤ گے تو عشق کے اسرار خود بخود تم پر کھلتے جائیں گے اور جب عشق کو اپنے حسن پر دیکھو گے تو ہر ایک کی زبان پر اپنا چرچا پاؤ گے، خلاصہ یہ کہ عاشق بن جاؤ۔ اور معشوق کو اپنے اندر ہی معائنہ کرو اور حسن کو اپنے دل کے آئینہ میں دیکھو۔

آں شاہد معنی کہ ہمہ طالب ادیند
ہم اوست کہ از چادر تو ساختہ سر پوش
دربادیہ ہجر چرا بند بما نیم
در عین وصالیم نگار است در آغوش

ترجمہ: (وہ معشوق ہے جس کے تمام طالب ہیں، یہ وہی ہے جس نے تمہاری چادر سے اپنا سر چھپالیا ہے، ہم ہجر کے غم سے جنگلوں میں کیوں جائیں، اس لیے کہ معشوق تو

Marfat.com
Marfat.com

ہمارے آغوش میں ہے)

اے بھائی ! گڑ کا ایک ٹکڑا لو اور اس سے سو گولیاں بناؤ اور ہر ایک کا الگ الگ نام رکھو، مثلاً ان میں سے کسی کا نام گھوڑا اور کسی کا نام ہاتھی وغیرہ رکھو، تو جب تک وہ چیزیں ان ہی شکلوں میں ہیں جو تم نے بنائیں اور ان کے نام رکھے اس وقت تک تو ان کے وہی نام رہیں گے لیکن اگر ان تمام شکلوں کو ملا دو تو ان کے نام ختم ہو جائیں گے اور وہی نام یعنی گڑ رہ جائے گا۔

آپ ایک دوسرے مکتوب میں فرماتے ہیں کہ اے بھائی ! کچھ خبر نہیں کہ لوگوں کو کیوں پیدا کیا گیا ہے، لوگ کیا کر رہے ہیں، کیا کریں گے اور انہیں فی الواقع کیا کرنا چاہئے۔ میں ہر وقت اسی شش و پنج میں مبتلا ہوں اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا کبھی خیال آتا ہے کہ وہ ہمارے آئینہ دل کو اس لیے صاف و ستھرا کر رہا ہے تا کہ عاشقوں کو اس میں اپنا جمال دکھائے اور عاشق خستہ حال کو بتلا دے کہ میں معشوق ہو، عاشق کا فریضہ اور کام یہ ہے کہ وہ معشوق کے احکام کی فرمانبرداری اور اسی کے طریقے پر چلنے کی کوشش کرے اور اپنے کو عشق اور حسن معشوق سے معمور کرے اور اس حسن میں محو ہو کر عاشق سب کو فراموش کر دے اور باطن میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کو دیکھ کر اس پر عمل کرے۔

اے بھائی ! کبھی نفس کا خیال آتا ہے تو فوراً ہی حال میں بھی خیال کی موافقت کا دم بھر کر دنیا کمانے کے چکر میں پڑ جاتے ہیں اور دنیا کی زیب و زینت اس خیال کو مزید ترقی دیتی ہیں اور اس خیال میں مبتلا ہو کر حیراں و سرگرداں ہو کر دنیا کے معشوق کے دروازوں کو چکر لگاتا ہوں حالانکہ اس راہ کے عاشق و معشوق دونوں ہی ذلیل و خوار ہیں اور ان دونوں کو دنیاوی زیب و زینت میں محو ہو کر اپنی ذات و خواری کی خبر نہیں رہتی، اور ان کی حالت یہ ہوتی ہے کہ کس سے ایفائے عہد کیا جائے اور کس سے نہ کیا جائے اور یہ حالت ایسی دوام پذیر ہو جاتی ہے کہ انہیں موت تک فکر نہیں رہتی اور یہ دنیا کے عاشق دنیا کے حسن و جمال میں اس طرح کھو جاتے ہیں اور انہیں اس بات کی بالکل خبر نہیں رہتی کہ تمام دنیا پر معشوق حقیقی کا قبضہ ہے وہ جس طرح چاہتا ہے اور ہے گا ویسا کرے گا، علاوہ ازیں دنیا کے عاشق اس

Marfat.com
Marfat.com

بات سے بھی صرف نظر کر لیتے ہیں کہ ہمیں آخرت کا کٹھن سفر بھی درپیش ہوگا۔

اے بھائی! غور و فکر اس بات کی کرو کہ تمہیں ایک زبردست مہم حل کرنی ہے اس لیے تمہیں اپنے لیے ایک مونس و ہمدرد کی ضرورت ہے، ذرا ہوش کرو اور اس بات کا یقین کر لو کہ تم بحالت موجودہ اپنے نفس اور اپنی خواہشات کے غلام بن چکے ہو اس سے کسی طرح چھٹکارا حاصل کرنے کی تدبیر کرو۔

اے بھائی! کچھ معلوم نہیں کہ خیالات و افکار تمہیں کس بدحالی تک لے جائیں (اب تو کچھ معلوم نہیں ہو رہا) البتہ جب بدنصیبی اور بدقسمتی ظاہر ہوگی تو معلوم ہوگا کہ یہ بدبختی اور بدنصیبی دراصل برے خیالات اور نفس کی اتباع کا ہی نتیجہ ہیں۔

اے بھائی! مجھے کچھ خبر نہیں کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اور کیا کر رہا ہوں مجھے اپنے کسی فعل کی خبر نہیں، البتہ میری زبان اللہ کے قبضہ میں ہے اس لیے چاہتا ہوں کہ ایسی باتیں کہوں جو دو عالم میں پسندیدہ ہوں۔

اے بھائی! مجھے اتنا ضرور معلوم ہے کہ تم خودی پیدا کرو اور خودی ہی کے متمنی اور خواہشمند رہو اللہ نے جو چاہ سو کر دیا اور جو چاہے گا وہی کرے گا، کسی کو اس ارادے میں دخل اندازی کا حق نہیں۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com
Marfat.com

جذب و مستی

ہجری ۶۰۲ کے ایک موسم بہار کا ذکر ہے۔ پانی پت کی گلیوں میں وقفے وقفے سے ایک نعرہ گونج رہا تھا ''اللہ بس باقی ہوس، اللہ بس باقی ہوس'' ایک چرم پوش درویش شہر کے کوچے کوچے میں گشت کر رہا تھا۔ اس کا جھولتا ہوا لباس اور الجھے ہوئے بال گرد آلود تھے۔ وہ چلتے چلتے مختلف گھروں پہ نظریں دوڑاتا اور جہاں بھی خوشی کی تقریب کے آثار نظر آتے رک جاتا اور منجمد پتلیوں کے ساتھ ایک ایک چیز کا جائزہ لیتا پھر سر جھٹک کے نعرہ بلند کرتا ہوا آگے بڑھ جاتا ہے۔'' اللہ بس باقی ہوس، اللہ بس باقی ہوس''۔

لوگوں نے جگہ جگہ اس سے یہ پوچھنے کی کوشش کی کہ وہ کس کا گھر تلاش کر رہا ہے اور کون سی تقریب میں شرکت کرنا چاہتا ہے؟ مگر اس نے کسی کو کوئی جواب نہ دیا۔ جب بھی کوئی شخص اس سے مخاطب ہونے کی ہمت کرتا درویش کی شعلے برساتی ہوئی نظریں اسے مجبور کر دیتیں کہ وہ خاموشی کے ساتھ اس کے راستے سے ہٹ جائے۔

شہر کا چکر لگاتے لگاتے درویش ایک ایسے مکان کے سامنے رک گیا جس کے در و بام پر ویرانی چھائی ہوئی تھی اور جس کے مکینوں کے چہرے اداسی سے اٹے ہوئے تھے۔ یہاں پہنچ کے درویش کی آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی اور وہ جھوم جھوم کے ورد کرنے لگا۔ اللہ بس باقی ہوس'' محلے کے بچے اس کے گرد جمع ہو کے اچھلنے کودنے لگے۔

یہ شہر کے ایک معزز شخص سالار فخر الدین کا مکان تھا۔ سالار فخر الدین درویش کی آواز سن کے دروازے پر آئے۔ وہ اسے دیکھ کر ایک لمحے کے لئے ٹھٹکے پھر دوڑ کے ایک

Marfat.com
Marfat.com

ہی جست میں اس کے قریب پہنچ گئے۔انھوں نے بیتابی سے اس کا ہاتھ تھام لیا اور دست بوسی کی کوشش کی لیکن درویش نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا اور دو قدم پیچھے ہٹ کے کہا۔

''ٹھہر ٹھہر جا، یہ سعادت مجھے لوٹنے دے'' یہ کہہ کے اس نے سالار فخر الدین کا ہاتھ تھاما اور وارفتگی سے بوسے دینے لگا وہ ہر بوسے پر ''اللہ بس باقی ہوس'' کا ولولہ انگیز نعرہ بلند کرتا۔

سالار فخر الدین نے اسے گھر میں لے جا کے عزت سے بٹھایا۔درویش نے بیٹھتے ہی بے قراری سے کہا'' فرزند مبارک ہو۔کہاں ہے وہ؟''

سالار فخر الدین کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔انہوں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہ۔'' بابا! بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے فرزند دیا ہے یہ شکر کا مقام ہے شکایت کا نہیں پھر بھی حقیقت یہ ہے کہ میرا گھرانا اس موقع پر خوش ہونے کے بجائے سوگ میں مبتلا ہے۔اس کا سبب یہ ہے کہ بچے کی ولادت کو تین روز گزر چکے ہیں مگر ابھی تک اس نے نہ آنکھیں کھولی ہیں۔اور نہ شیر مادر کا ذائقہ چکھا ہے۔قدرت شاید ماں کی گود زیادہ دیر ہری نہیں دیکھنا چاہتی''۔

'' چپ رہ۔'' درویش نے ہاتھ لہرا کے کہا''۔قدرت کے بھید تو کیا جانے ،جا، بچے کو لے آ۔دیکھتا نہیں ہے میری آنکھیں جل رہی ہیں۔''

نومولود بچہ کو درویش کے سامنے لایا گیا۔درویش نے اسے اپنی بانہوں میں لے کے والہانہ انداز میں اس کی پیشانی چومی پھر بلند آواز سے اس کی آنکھوں میں قرآن پاک کی ایک آیت پڑھی۔اس آیت کا مفہوم یہ ہے'' جدھر منہ کرو،ادھر اللہ ہے۔''

بچہ ولادت کے بعد سے مسلسل رو رہا تھا اور اس کی پلکیں ایک لمحہ کے لئے بھی وا نہیں ہوئی تھیں مگر قرآن پاک کی آیت سنتے ہی وہ درویش کے بازوؤں میں ہمکنے لگا اور اس کے چہرے پہ دو ننھے ننھے قمقمے روشن ہو گئے۔درویش چند لمحوں تک غور سے بچے کو دیکھتا رہا پھر اسے سالار فخر الدین کے حوالے کر کے بولا'' لے جا۔اس کی ماں سے کہنا یہ اللہ کا مہمان ہے اس کی مدارات میں کمی نہ کرے۔''

بچہ گھر کے اندر پہنچا دیا گیا۔اس نے ماں کی آغوش میں پہنچتے ہی مچل کے دودھ

Marfat.com
Marfat.com

پینا شروع کر دیا۔

سالار فخر الدین نے مسرت اور عقیدت سے درویش کی تواضع کرنی چاہی مگر درویش نے کچھ کھانے پینے سے انکار کر دیا اور سالار فخر الدین کے کندھے پر ہاتھ رکھ کے کہا" ۔ برادر! تو ہمیشہ خوش رہے۔ آج تو نے میری جو تواضع کی ہے وہ مجھے قیامت تک مخمور رکھے گی" یہ کہہ کر درویش اسی وقت وہاں سے رخصت ہو گیا۔

کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ درویش مشہور چرم پوش قلندر جمال شاہؒ تھے۔ ان کی آخری آرام گاہ شہر اٹک کے نزدیک دریائے اٹک کے کنارے واقع ہے۔

بچے کا نام شرف الدین رکھا گیا۔ اس کا نسبی سلسلہ امام ابو حنیفہؒ تک پہنچتا تھا اسے لئے اس کی پرورش اور پرداخت ان خطوط پر کی جانے لگی جن پہ گام زن ہو کے وہ افتخار سے اپنے جدامجد کی انگلی پکڑ سکے۔ اس کی والدہ کا نام جمال بی تھا۔ جمال بی ایک پرہیز گار خاتون تھیں۔ انہوں نے قرآن پاک حفظ کیا ہوا تھا اور، اٹھتے بیٹھتے قرآنی آیتوں کا ورد کرتی تھیں۔ وہ جب بھی کوئی آیت پڑھتیں شرف الدین کا ہلنا جلنا اور ہمکنا موقوف ہو جاتا اور وہ سکتے کے عالم میں عجیب بالغانہ انہماک سے قرآن پاک سننے لگتا۔ اس کا یہ انہماک دیکھ کر جمال بی کی تلاوت میں وجد کا انداز پیدا ہو جاتا۔ سالار فکر الدین ماں اور بیٹے کا یہ طریق دیکھتے تو کہتے۔" جمال بی یہ گھر آئینہ خانہ بنا دیا ہے۔"

جمال بی کو درویش کی یہ بات یاد تھی کہ شرف الدین اللہ کا مہمان ہے لہذا وہ اللہ کے مہمان سے عموماً اللہ کی زبان میں گفتگو کرتیں۔ انھیں معلوم تھا کہ یہ مہمان کسی دوسری زبان سے آشنا نہیں ہے۔ قرآن پاک کی تلاوت شرف الدین کی روحانی غذا تھی۔ جمال بی اس کی پرورش اس کی روحانی غذا پہ کرتی رہیں۔ شرف الدین کا پودا پھلتا پھلتا رہا۔ اسے شیر خواری ہی میں رکوع وسجود اور تلاوت سے نہ صرف واقفیت ہو گئی بلکہ وہ ان اشغال کا عادی ہو گیا اور شب و روز عبادت کرنے لگا۔ ماں کے لئے یہ مشاہدہ عام ہو گیا تھا کہ شرف الدین عبادت کے دوران میں اکثر کہیں گم ہو جاتا اور تمام ظاہری علائق سے اس کا رشتہ ٹوٹ

Marfat.com
Marfat.com

جاتا ہے اور وہ صرف "اللہ اللہ اللہ" کا ورد کرنے لگتا ہے۔ ورد کرتے وقت ابتداً اس کی آواز میں ایک گونج محسوس ہوتی پھر رفتہ رفتہ اس کی آواز دھیمی پڑتی جاتی یہاں تک کہ اس کے متحرک لب ساکت وصامت ہو جاتے۔ ایسے موقعوں پر جمال بی کو بیٹے کے ہر بُن مو سے "اللہ اللہ اللہ کی صدا سنائی دیتی اور وہ تڑپ کے اسے اپنے بازوؤں میں بھر لیتیں، ان کی آنکھوں سے اشک جاری ہوجاتے اور وہ پوری شدت سے اپنے بیٹے کی لے سے لے ملانے لگتیں۔" اللہ اللہ اللہ۔" وقت اپنے ہندسے بدلتا رہا۔ شرف الدین نے شیر خواری کی دہلیز عبور کر لی تھی مگر اب وہ پہلے سے زیادہ گم ہونے رہنے لگا تھا۔ اس کا بیشتر وقت مصلے پہ گزرتا اور وہ گھنٹوں محویت کے عالم میں سجدہ ریز رہتا۔ ایک دن اس کی محویت کا شیرہ قدرے بکھرا تو ماں نے اسے اپنے زانوؤں کی رحل میں سجالیا اور اس کے ماتھے پہ ہتھیلی رکھ کے کہا۔" بیٹا یہ پوری دنیا اللہ تعالیٰ کا مہمان خانہ ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ تم گھر سے نکل کے دنیا کے میدان میں قدم رکھ دو یہ زمین ایک دسترخوان ہے اس کے چپے چپے پہ تمھارے میزبان نے انواع واقسام کی نعمتیں چن رکھی ہیں۔ جاؤ، خوشہ چینی کرو"۔

اس طرح شرف الدین کم عمری ہی میں مدرسے کی زینت بنا دیا گیا۔ گھر کی تربیت مدرسے میں صیقل ہونے لگی۔ اس نے پڑھنا شروع کیا تو بہت جلد اپنے ساتھیوں میں ممتاز ہوگیا۔ یہاں تک کہ اس کے ساتھی معاملات میں استادوں سے رجوع ہونے کے بجائے عموماً اس سے سوالات کرتے اور اس کے جواب ان کے لئے خاطر خواہ تشفی کا باعث ہوتے۔ ابتدائی کتب ختم کرنے کے بعد جلد ہی شرف الدین زبان وبیان اور حدیث وفقہ کا درس دینے لگا۔ علم کی تحصیل کے لئے اس نے اپنی عمر سے کہیں زیادہ استعداد کا مظاہرہ کیا۔ اس کے تیز تر تعلیمی ارتقاء نے اس کے اساتذہ کے سینے کشادہ اور سر اونچے کر دیے۔ ان کی توجہ ہر طرف سے سمٹ کر اپنے اسی شاگرد رشید پر مرکوز ہو گئی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ جماعتوں پہ جماعتیں طے کرتا رہا اور محلے کے شیرینی فروشوں کیلئے اس کا نام ورد زبان ہوگیا۔ تعلیمی مرحلے سرعت سے طے ہوتے رہے ۔شرف الدین کی طبعی عمر میں اتنا اضافہ

Marfat.com
Marfat.com

نہیں ہوا جتنا ذہنی بلوغ میں ہوا اس نے حیرت انگیز برق رفتاری سے تفسیر بفقہ اور صرف ونحو میں نہ صرف تکمیل کی بلکہ نو جوانی تک پہنچتے پہنچتے ان علوم میں استناد کا درجہ حاصل کر لیا۔ مدرسے کے بے تکلف ساتھی اس کا احترام کرنے لگے۔اساتذہ نے اسے فارغ التحصیل قرار دے کے اس کے سر پہ فضیلت کی دستار سجادی اور اسے تم کے بجائے آپ کہنے لگے کیونکہ ان کی نظر میں وہ اپنے تمام ہم عمروں سے زیادہ عالم تھا اور عام لوگ اب اسے صرف شرف الدین نہیں بلکہ شاہ شرف الدین کہتے تھے۔

مدرسے کی مصروفیت کے ساتھ گھر اور مسجد کی مصروفیات میں بھی اضافہ ہوا تھا شروع میں شاہ شرف الدین مدرسے کے بعد بیشتر وقت مسجد میں گزارتے تھے پھر وہ کہیں دور تنہائی میں جانے لگے اور رات رات بھر تنہائی میں عبادتیں کرنا ان کا معمول ہو گیا۔گھر میں ان کا کھانا ٹھنڈا ہوتا رہتا تھا مگر وہ جسمی زندگی سے زیادہ ذہن ودل کی زندگی بسر کر رہے تھے لہذا ذہن کے دریچوں کے ساتھ دل کے طبق بھی بتدریج روشن ہوتے رہے۔شاہ شرف الدین نے ظاہر و باطن اور خارج وداخل کی مسافتیں بیک وقت اور بیک رفتار طے کیں۔ وہ اکثر بیٹھے بیٹھے آنکھیں بند کر لیتے اور ایک ایسی دنیا میں پہنچ جاتے جہاں نور کے سوا کچھ نہ ہوتا۔ایک روز اسی عالم میں اچانک انھوں نے ندا سنی کہ شرف الدین! نور کی یہ دنیا ایک بھول بھلیاں ہے یہاں کب تک بھٹکتے رہو گے۔اٹھو کسی کا ہاتھ تھام لو اور بھول بھلیوں سے آزاد ہو جاؤ۔"

شاہ شرف الدین نے چونک کر آنکھیں کھول دیں اور سجدے میں گر کے دیر تک گریہ وزاری کرتے رہے۔پھر ان پر نقاہت کے باعث غنودگی طاری ہوگئی۔غنودگی کی حالت میں انھوں نے ایک پکار سنی۔شرف الدین! آگ میں آجا۔آگ میں آجا۔اس پکار کے ساتھ ہی انھوں نے محسوس کیا کہ جیسے وہ پہلے آسمان کی طرف پرواز کر رہے ہوں۔ان کا جسم انتہائی سبک اور لطیف ہو گیا۔پہلے آسمان پہ پہنچ کر انھوں نے ایک پر جلال نورانی صورت دیکھی۔یہ خواجہ نظام الدین اولیاء کی مثالی صورت تھی۔خواجہ نظام الدینؒ عبادت میں

Marfat.com
Marfat.com

مشغول تھے۔شاہ شرف الدین نے اپنا سینہ شق ہوتا ہوا محسوس کیا۔وہ سینہ تھام کے خاموشی کے ساتھ وہاں سے پلٹ آئے اور جسم کا بوجھ پھر ان کے اوپر آپڑا۔اس مشاہدے کے بعد خواجہ نظام الدینؒ کی صورت ان کی آنکھوں میں کھب کے رہ گئی۔وہ غنودگی سے بیداری کی طرف مراجعت کرنے کے باوجود خود کو ان کے سامنے محسوس کرتے رہے۔اس احساس میں وہ بار بار اس طرح اپنا سینہ ملتے جیسے ان کے اندر الاؤ دہک رہا ہو اس دن تمام وقت انگاروں پہ لوٹتے رہے۔دوسرے روز ان پر پھر وہی کیفیت طاری ہوئی، وہی عالم مثال کی محفل سجی اور آج وہ پہلے آسمان سے گزر کے درسرے آسمان پر پہنچے۔یہاں بھی انھیں خواجہ نظام الدینؒ عبادت میں محو نظر آئے۔ان کے دل میں ان سے مخاطب ہونے کی خواہش طوفان کی طرح امڑی۔لیکن خواجہ نظام الدینؒ کی شدید محویت نے انہیں پہلے آسمان کی طرح دوسرے آسمان سے بھی چپ چاپ لوٹنے پر مجبور کر دیا۔آج وہ گزشتہ روز سے زیادہ بے قرار ہوئے۔وقت کاٹے نہیں کٹتا تھا اور کسی شغل میں یک سوئی اور جمعیت پیدا نہیں ہوتی تھی۔رات کس طرح بسر ہوئی؟ یہ انھی کا دل جانتا تھا۔تیسرے دن ان کا تصور پھر انھیں آسمانوں کی طرف لے گیا۔آج پہلے اور دوسرے آسمان سے گزر کر وہ تیسرے آسمان پہ پہنچ گئے یہاں بھی انھیں خواجہ نظام الدینؒ خشوع وخضوع سے عبادت میں مشغول نظر آئے اور شرف الدین اپنا ضبط برقرار نہ رکھ سکے۔انھوں نے فریاد کے لہجے میں انھیں پکارا لیکن خواجہ جواب کیسے دیتے؟ وہ تو شور وغوغا کی رسائی سے بہت بلندی پر سکوت وسکون کی دنیا میں بیٹھے تھے ناچار شرف الدین کو پھر لوٹنا پڑا مگر اب ان کے ہیجان واضطراب میں غیر معمولی اضافہ ہو گیا تھا۔لباس کانٹوں کی طرح چبھنے لگا تھا۔انھوں نے اضطراری حالت میں اپنا سفر جاری رکھنے کا عزم کیا اور چوتھے دن چوتھے آسمان پر پانچویں روز پانچویں آسمان پہ اور چھٹے دن چھٹے آسمان پر گئے ہر آسمان پر گئے ہر آسمان پر انھوں نے خواجہ نظام الدینؒ کی صورت مہر نیم روز کی طرح دیکھی، ساتویں روز ساتویں آسمان پر بھی خواجہ نظام الدینؒ موجود تھے لیکن شرف الدین کے لئے ان کی موجودی بدستور غیر موجودی رہی۔انھوں نے چیخ کے کہا۔خواجہ! کب تک بھٹکاؤ

Marfat.com
Marfat.com

گے؟ کیا یہاں سے بھی لوٹا دو گے؟" جواب میں انھیں اپنی بازگشت کے سوا کچھ سنائی نہیں دیا۔ چنانچہ دل شکستگی کے ساتھ انھیں پھر واپس آنا پڑا۔ آٹھویں روز بھی ان کے شوق کا سفر جاری رہا لیکن ساتویں آسمان کے بعد اب کوئی آسمان باقی نہیں رہا تھا۔ چنانچہ انھوں نے آسمانوں سے اوپر عالم بالا کی طرف زقند لگائی۔ اس سفر میں ستر ہزار حجابات حائل ہوئے۔ پچاس ہزار تاریک حجابات اور بیس ہزار نورانی۔ شرف الدین نے جذبے کی حرارت میں تمام تاریک حجابات عبور کر لئے اور ہر حجاب میں خواجہ نظام الدینؒ کا مشاہدہ کیا وہ مستانہ وار اور آگے بڑھے۔ اور اب ان کے شوق نے بیس ہزار حجابات کے مرحلے میں قدم رکھنے کا ارادہ کیا لیکن اس سے پہلے کہ وہ اس نورانی ہالے میں داخل ہوتے یکا یک ایک غیبی ندا نے انھیں جہاں کا تہاں منجمد کر دیا۔ شرف الدین یہ تاریکی کا سفر نہیں ہے، روشنی کا سفر ہے۔ تاریکی کا سفر تم نے اکیلے طے کر لیا لیکن روشنی کا سفر اکیلے طے نہیں کر سکتے۔ لوٹ جاؤ اسی لمحے شرف الدینؒ نے خود کو نیچے لڑھکتے ہوئے محسوس کیا۔ ہیبت سے انکی آنکھیں کھل گئیں وہ مصلے پہ سر بہ سجود تھے۔ مصلا بھیگا ہوا تھا۔ اور شرف الدین گڑگڑا رہے تھے۔

کنار بحر پہ غواص رو بہ قبلہ ہے
کہ بے دعا گہر شائیگاں نہیں ملتا

انھوں نے سجدے سے سر اٹھایا تو وہ اپنے گھر میں موجود تھے مگر آج انھیں گھر کے درودیوار اجنبی سے معلوم ہوئے۔ لہٰذا جس حالت میں تھے۔ اسی حالت میں گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ شوق فزوں تھا شوق ہو تو پرواز کا سبب بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ بلکہ شوق خود ایک پرواز ہے وہ پانی پت کے گلی کوچے تیزی سے چھوڑتے چلے گئے۔ وہ اس ماحول کا حصار جلد از جلد توڑ دینا چاہتے تھے۔ بے خودی اور وارفتگی کے عالم میں چلتے رہے اور نہ معلوم کتنا وقت اور کتنا فاصلہ طے کرنے کے بعد جب انھیں ہوش آیا تو وہ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی خانقاہ میں کھڑے تھے۔ خواجہ نظام الدینؒ نے انھیں دیکھ کے متبسم ہوئے شرف الدینؒ کیسے آنا ہوا؟"

Marfat.com
Marfat.com

شرف الدین بولے۔"خواجہ یہ آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں۔میرے آنے کی عنایت مجھ سے زیادہ آپ جانتے ہیں۔"

"ہاں اور ہم یہ بھی جانتے ہیں۔کہ تم ہفت افلاک کی سیر کر آئے ہو اب تمھیں ہماری کیا ضرورت ہے؟"

شرف الدین نے بے تابانہ انداز میں خواجہ نظام الدینؒ کا دامن تھام لیا اور اشتیاق سے انکا چہرہ تکنے لگے۔خواجہ نظام الدینؒ نے ملائمت سے اپنا دامن ان کے ہاتھ سے چھڑایا اور کہا شرف الدین! واپس جاؤ! ابھی تم نے یہاں آنے کا پورا راستہ طے نہیں کیا۔جاؤ کچھ اور سیر کرلو۔"

شرف الدینؒ نے کہا"خواجہ جی آپ نے مجھے آسمان میں بھی نہیں رہنے دیا۔کیا اب اپنے دروازے سے بھی لوٹا دیجیے گا؟"

"ہاں شرف الدین! واپس چلے جاؤ۔"

"خواجہ جی میں جارہا ہوں" یہ کہہ کے شرف الدین اضطراب میں دفعتہً کھڑے ہوئے اور اسی وقت خانقاہ سے باہر نکل گئے مگر اس کے بعد سے کوئی دن ایسا نہیں گزرا کہ وہ خواجہ نظام الدین کے پاس نہ پہنچے ہوں مگر خواجہؒ ان سے بدستور دست کش رہے۔ان کے اس اجتناب نے شرف الدین کی آگ اور بھڑکادی۔اسی طرح ایک وقت بیت گیا۔آخر ایک روز خواجہ نے ان سے کہا"شرف الدین! آگ بھڑک رہی ہے پانی کی ضرورت پڑے گی۔جمنا کے کنارے جاؤ۔"

شرف الدین خواجہؒ کی ہدایت کے مطابق جمنا کے کنارے پہنچے اور وہیں کے ہو رہے۔دریا کی لہروں کا مدوجزر ان کے دل کی بیتابیوں کا مقابلہ نہیں کرسکا۔وہ مسلسل پانچ سال وہاں سے نہیں ہلے اور یہ پوری مدت انھوں نے اپنے آپ سے بیگانہ ہوکے صرف کی۔پھر پانچ سال کے طویل وقفے کے بعد ایک روز خواجہ نظام الدینؒ وہاں آئے انھوں نے شرف الدینؒ کے ستون میں جنبش پیدا کی اور کہا"لاؤ" اپنا سر لاؤ۔شرف الدین نے اپنا سر

Marfat.com
Marfat.com

جھکا دیا۔خواجہ نظام الدینؒ نے انھیں اپنی ٹوپی اڑھا کے مریدوں کے زمرے میں شامل کرلیا۔
شرف الدین کو ایک مدت بعد قرار آیا۔انکے عشق کا دریا پرسکون انداز میں بہنے لگا۔

شرف الدین اسی وقت خواجہ قطب الدین اوشیؒ کے مزار پہ گئے ۔وہاں انھوں نے دوگانہ نماز ادا کر کے سلام پھیرا تو خود کو دلی کو جید عالموں اور درویشوں کے حلقے میں پایا۔ ہر عالم اور ہر درویش ان کی طرف متوجہ تھا اور فرداً فرداً سب کہہ رہے تھے۔آپ ہم سب سے بزرگ ہیں آپ ہم سب سے بزرگ ہیں۔

ایک معمر عالم نے ان سے دست بستہ کہا'' حضور! خدام ایک درخواست لے کر آئے ہیں۔شرف الدین مجسم سوال بن گئے ۔ عالم نے کہا کہ کرسی قضا خالی ہے۔ہم سب متفقہ طور پر آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ کرسی قضا پر جلوس فرمایئے کیونکہ آپ کا علمی تبحر ، درویشی رتبہ اور بے نفسی کا رویہ عدل وانصاف کی ضمانت ہے۔''

شرف الدین نے سر جھکا لیا۔ وہ کچھ دیر تک خاموش رہے اور پھر انکسار سے بولے۔آپ کی خوشی میں میری خوشی ہے۔''

عالموں اور درویشوں نے مسرت وعقیدت سے انکی دست بوسی کی اور جلوس کی شکل میں دارالقضا لے جا کر انھیں انصاف کی مسند پہ بٹھا دیا۔

شاہ شرف الدین دلی میں بیس سال تک ایک مفتی کے فرائض انجام دیتے رہے اس کے علاوہ انھوں نے درس کو تدریس کا سلسلہ بھی جاری کر دیا ساتھ ہی ریاضت وعبادت کے شغل میں بھی شدت پیدا ہوگئی ۔ وہ اپنے درس میں ہندی ،فارسی، عربی عبارتیں اور تراکیب مکمل قدرت سے استعمال کرتے تھے نیز قرآنی آیتیں اور احادیث ہر وقت ان کے ورد زبان رہتی تھیں ۔ان کی تدریس کا انداز، فاصلانہ شیریں اور دل نشیں تھا ۔ وقت کے بڑے بڑے عالم فقیہ اور محدث ان کے درس میں ذوق وشوق سے نیازمندانہ شریک ہوتے تھے اور رشد وہدایت کے لئے انھیں مختلف مقامات پر مدعو کرتے تھے یہ سلسلہ کوئی پچیس سال تک جاری رہا۔

Marfat.com
Marfat.com

ایک دن شاہ شرف الدین دلی کی مسجد قوت الاسلام میں طلبہ اور طالبین کو درس دے رہے تھے کہ اچانک ایک خستہ حال فقیر ان کی محفل میں آیا اس نے انھیں اپنی طرف متوجہ کر کے بلند آواز میں کہا شرف الدین، قیل وقال میں کب تک پڑا رہے گا؟ خود کو بھول گیا۔ عشق کو بھول گیا؟"

شاہ شرف الدین کو یک بارگی ایسا معلوم ہوا۔ جیسے وہ ایک طویل اور گہرے خواب سے چونکے ہوں۔ ان کی حالت غیر ہوگئی۔ انھوں نے گریبان پھاڑا اور طلبہ کا حلقہ توڑ کر مسجد سے باہر نکل گئے۔ پھر انھیں دنیا کا ہوش نہ رہا۔ وہ صبح وشام، شب وروز اور ماہ وسال کی گردشوں سے یکسر بے نیاز ہوگئے۔

عشق کی تقویم میں عصر رواں کے سوا
اور زمانے بھی ہیں جن کا نہیں کوئی نام

اسی سرمستی وسرشاری کے عالم میں ایک روز انھیں حضرت علیؒ کا تقرب حاصل ہوا۔ حضرت علیؒ نے ان سے اپنے ہاتھ پر بیعت لی اور انھیں بوعلی کی کنیت سے نوازا اس طرح شاہ شرف الدین، بوعلی شاہ ہوگئے اور ان پر اسرار ورموز کی ایک نئی کائنات روشن ہوگئی۔ ظاہری دنیا سے ان کا رہا سہا علاقہ بھی ٹوٹ گیا اور وہ ہر بات سے بے خبر ہوگئے نوبت یہاں تک پہنچی کہ جب وہ اس بے خبری کی حالت میں دلی سے پانی پت لوٹے تو ان کا ظاہری حال دیکھ کر وہاں کے ظاہر بین علماء میں ہلچل مچ گئی۔ انھوں نے بوعلی شاہ کے خلاف مشترکہ طور پر ایک محضر تیار کر کے شہر میں عام کرایا۔

شرف الدین ایک عالم وفاضل شخص ہے وہ پورے چالیس برس تک درس وتدریس وعظ ونصیحت اور علم وتعلم میں مصروف رہا مگر اب عجیب حال میں اپنے وطن واپس آیا ہے اس نے ظاہری علوم کے دروازے بند کر دیے ہیں اور علماء وفضلاء کی مجلسوں سے متنفر ہو کے گوشہ نشینی اختیار کر لی ہے۔ اب وہ شریعت کی متاع سے مکمل طور پر تہی دست ہے لہٰذا قابل سزا اور قابل نفریں ہے۔ اس محضر نے پورے شہر میں آگ لگا دی۔ پانی پت کی زمین

Marfat.com
Marfat.com

پر بوعلی کے لئے کانٹے بچھ گئے ۔جس شہر نے نام ور علماء فضلاء اور صوفیا کو جنم دیا تھا ۔ وہ بوعلی جیسے فنا فی اللہ صوفی کیلئے ایک تہمت کدہ بن گیا ۔مفتی شہر ضیاء الدین سنامی معززین کی ایک جمیعت کے ساتھ بوعلی کے پاس پہنچے ۔انھوں نے بوعلی سے کہا ۔شرف الدین !تم مجذوبانہ استغراق میں شریعت کی حد سے تجاوز کر گئے ہو تم سے فرائض قضاء ہونے لگے ہیں ۔آئینہ دیکھو اور خود کو سنوارو کم سے کم نماز تمھیں ضرور پڑھنی چاہیے ۔"

بوعلی نے متبسم ہو کے جواب دیا ۔"سنامی تم اپنا کام جاری رکھو مجھے اپنے کام سے واسطہ ہے ۔ مجھے معاف کرو ۔"

مفتی ضیاء الدین نے تنبیہی انداز میں کہا: شرف الدین ! کچھ خبر بھی ہے کہ تم کیا کر رہے ہو؟ فرائض تو نبیوں کو بھی معاف نہیں ہوتے ۔"

بوعلی بولے ۔" ہمیں کچھ پتہ نہیں ہے عجب مزا ہے

مجھے لذت خودی دے کر

وہ چاہتے ہیں کہ میں اپنے آپ میں نہ رہوں

وہ حرف راز کہ مجھ کو سکھا گیا ہے جنوں

خدا مجھے نفس جبریل دے تو کہوں

مفتی ضیاء الدینؒ کو ان کی بات ماننے میں تذبذب ہوا مگر جب انھوں نے ان کے تیور دیکھے تو ناچار ہو کر اٹھے ایک رسی لی اور بوعلی کی کمر باندھنے کی کوشش کی ۔ رو بہ رو کھڑے ہوئے پشت پر آئے اور پہلو میں گر گئے مگر وہ کہیں سے بھی اور کسی طرح بھی اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکے ۔آخر عاجز ہو کر انھوں نے ندامت سے گردن جھکالی ۔ بوعلی نے مسکرا کے کہا" جاؤ سنامی تم اپنا فرض ضرور ادا کرو ۔ہم بھی تمھارا ساتھ دینے کے لئے تیار ہیں ۔"

اسی وقت باجماعت نماز کا اہتمام کیا گیا ۔اور صفیں درست ہوئیں مفتی ضیا الدین نے امامت کی اور بوعلی ان کے مقتدی بنے ۔نماز کے دوران میں بوعلی پر پھر استغراق طاری ہو گیا ۔انھوں نے رکوع وسجود میں جماعت کا ساتھ نہیں دیا ۔لوگ نماز ختم کر کے ان

Marfat.com
Marfat.com

کی طرف متوجہ ہوئے تو وہ ہاتھ باندھے اور سر جھکائے بے حس وحرکت کھڑے تھے۔ مفتی ضیاء الدین نے ان کے قریب پہنچ کر انھیں چونکایا اور پوچھا۔ ''شرف الدین! کیا ہو گیا؟ کہاں چلے گئے؟''

بوعلی نے تلخ لہجے میں جواب دیا۔ ''میں تو یہیں تھا ہاں تم کہیں چلے گئے تھے۔''

لوگ حیرانی سے مفتی ضیاء الدین کی طرف دیکھنے لگے۔ ضیا الدین نے ان کی آنکھوں کے سوال سے گھبرا کے کہا۔ ''شرف الدین نے سچ کہا، شرف الدین نے سچ کہا۔ صاحبو! میرے پاس ایک گھوڑی ہے، اس نے بچہ دیا ہے نماز کے دوران میں میرا دھیان گھوڑی کے گرد منڈلا رہا تھا۔ میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں یہ نماز حضور قلب سے ادا نہیں کر سکا''۔ انھوں نے اتنا کہا اور سر جھکا کے بوعلی شاہ کے حجرے سے نکل گئے۔

حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کے خلاف جو محضر تیار کیا گیا تھا'' وہ دیگر علما کے علاوہ خواجہ علی انصاری نامی ایک بزرگ کے پاس بھی بھیجا گیا تھا۔ خواجہ علی ان دنوں ٹھٹھے میں مقیم تھے۔ انھوں نے محضر پڑھا تو ان کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ انھوں نے اسے فوراً پرزے پرزے کر دیا یہ خبر پانی پت پہنچی تو بوعلی شاہؒ کے مخالف علماء نے خواجہ علی کو پانی پت کی عدالت میں بلوالیا۔ وہ عدالت میں گئے تو ان پر محضر چاک کرنے کا فرد جرم عائد کر کے اس سلسلے میں جواب طلب کیا گیا۔ خواجہ علی نے کہا۔ ''دیکھتے نہیں ہو کہ شرف الدین کا احوال کیا ہے۔ وہ ایک مست الست قلندر ہے، قرآن پاک کہتا ہے، جب تک تم اپنے حواس میں نہ ہو، نماز کے قریب مت جاؤ شرف الدین کو غور سے دیکھو۔''

خواجہ علی کے اس جواب نے عدالت کو مطمئن کر دیا اور اس طرح محضر کا معاملہ رفع دفع ہو گیا۔ اس تنازعے کے چند روز بعد کا ذکر ہے کہ خواجہ انصاری کے بیٹے نصیر اور مسعود پانی پتی کی ایک مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اتفاق سے بوعلی شاہؒ وہاں سے گزرے۔ نصیر اور مسعود نے انکی قدم بوسی کی اور انھیں ماحضر پیش کیا۔ بوعلی شاہؒ ان کی سعادت مندی سے بہت مسرور ہوئے۔ انھوں نے ان دونوں کے سروں پہ شفقت کا ہاتھ پھیرا اور کہا۔ ''فرزندو!

Marfat.com
Marfat.com

تم اس شہر میں نہایت دل جمعی اور اطمینان سے رہو گے۔"

حضرت بوعلی شاہؒ کی یہ پیش گوئی حرف بہ حرف درست ثابت ہوئی۔ان دونون بھائیوں کی نسل آج تک پانی پت میں آباد ہے۔ شیخ امان اور شیخ حسین جیسے جید اور باکر امت بزرگوں کا تعلق اسی خاندان سے تھا۔ایک دفعہ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ پہ استغراق اور بے خودی کا طویل غلبہ طاری ہوا۔ یہاں تک کہ چہرے کے بال بہت زیادہ بڑھ گئے۔ عقیدت مندوں میں اتنی جرات نہیں تھی کہ وہ انھیں اس طرف متوجہ کرتے یا خود ان کے بال تراش دیتے چنانچہ اس کام کے لئے مفتی وقت کو بلوایا گیا۔مفتی وقت نے احتیاط سے انکے بال تراش دیے۔حضرت بوعلی شاہؒ کو مطلق پتہ نہیں چلا، وہ بہت وہ بدستور مستغرق رہے۔ پھر جب خاصی طوالت کے بعد وہ بے خودی کے بام سے نیچے اترے تو انھیں ہوش آیا اور یہ احساس ہوا کہ بال تراش دیئے گئے ہیں۔وہ بہت خوش ہوئے۔انھوں نے اپنی داڑھی ہاتھ میں لے کے کہا۔"لوگو! دیکھو یہ ریش کتنی مقدس ہے۔ جو شریعت کی راہ میں پکڑی گئی ہے۔"

محویت اور مستی کی جو استعداد حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کے حصے میں آئی تھی وہ بہت کم فقراء کو ملی کشف وکرامت راستے کی چیزیں ہیں۔عشق کے منتہیٰ کی منزل محویت اور استغراق ہے۔ عاشق وحضوری کی لذت سے سیری ہی نہیں ہوتی اور قلندری سلسلے کے سالکوں کا مقام تو استغراق سے بھی بلند ہوتا ہے۔حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ اپنے ایک مُرید مبارک خاں سے محبت کرتے تھے۔ مبارک خاں غیاث الدین بلبن کا بیٹا تھا۔ اُس کی ولادت حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کی دعا سے ہوئی تھی۔ اُسے حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ سے بے پناہ عقیدت تھی اور عجیب بات یہ تھی کہ وہ شاہی خاندان کا فرد ہونے کے باوجود اُن کے ساتھ فقیری کی زندگی گزار رہا تھا۔ پانی پت کا ایک فوجی افسر اُسے بہت پسند کرتا تھا۔ اُس کی خواہش تھی کہ مبارک خاں حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کا ساتھ چھوڑ کے اُس کے پاس آ جائے۔ اس سلسلے میں وہ ہمیشہ کوشاں رہتا تھا لیکن اُس کی کوئی کوشش کارگر نہیں ہوتی تھی، ایک روز اُسے اطلاع ملی کہ مبارک خاں سیر و شکار کے لیے گیا ہوا ہے۔فوجی افسر نے یہ موقع غنیمت

Marfat.com
Marfat.com

جانا اور شکار گاہ پہنچ کے مبارک خاں کو جبراً اپنے قبضے میں کرلیا۔حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ شام تک مبارک خاں کے منتظر رہے مگر جب وہ واپس نہیں آیا تو انھوں نے کشف کیا۔حقیقت حال لمحوں میں اُن پہ آئینہ ہو گی۔ وہ فوراً فوجی افسر کی ڈیوڑھی پہ پہنچے اور اُس کی واپسی کا انتظار کرنے لگے۔سورج غروب ہوا اور بستی پہ رات کی چادر تن گئی لیکن نہ فوجی افسر لوٹا نہ مبارک خاں۔حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ نے آنکھیں بند کرلیں۔اور ہجریہ اشعار گنگنانے لگے۔اُن کی گنگناہٹ میں عجب تاثیر تھی کہ تاریکی پھیلتی رہی اور رات حیرت انگیز طور پر دراز ہوتی چلی گئی یہاں تک کہ رات نے اتنی غیر معمولی درازی اختیار کی کہ شہر بھر عاجز آگیا اور پانی پت کے عامل کو اس سلسلے میں تحقیق و تفتیش کرانی پڑی تفتیشی کارکنوں نے مختلف مقامات پر پوچھ گچھ کی اور لوٹ کے اُسے مطّلع کیا کہ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ فوجی افسر کے دروازے پر کھڑے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ جب تک اُن کا مُرید مبارک خاں اُن کے پاس نہیں پہنچے گا۔ رات ختم نہیں ہوگی۔"

عامل نے فوجی افسر اور مبارک خاں کی تلاش میں فوراً سوار دوڑائے۔اس طرح خاصی تگ و دو کے بعد مبارک خاں آخر حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کے پاس واپس آگیا۔اُس کے واپس آتے ہی سورج طلوع ہوا اور صبح ہوگئی۔

حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کو مبارک خاں سے بے پناہ اُنسیت تھی، جب اُس کا انتقال ہوا تو اُن کی افسردگی کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔انھوں نے جو جگہ اپنی قبر کے لیے تجویز کر رکھی تھی، مبارک خاں کو اُس کے قریب دفن کروایا پھر علاؤالدّین خلجی سے فرمائش کر کے اُس کی قبر پہ قبّہ و گنبد تعمیر کروایا اور تمام ارادت مندوں کو تلقین کی کہ اُن کے مزار پہ آنے سے پہلے مبارک خاں کے مزار پہ حاضری دیں۔ایک بار دہی بیچنے والی ایک عورت سَر پر دہی کی ٹھلیار کھے ہوئے حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کے قریب سے گزر رہی تھی۔حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ نے اُسے روک کے دریافت کیا دہی بیچے گی؟۔

عورت نے ٹھنک کے جواب دیا۔ کیوں نہیں۔ دہی بیچنے ہی کے لیے یہ بوجھ

Marfat.com
Marfat.com

اُٹھائے پھر رہی ہوں مگر میاں جی! وہی قیمتی ہے۔تم اسے خرید بھی سکو گے؟ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ نے پوچھا۔کیا قیمت ہے۔عورت نے مسکرا کے کہا۔سونے کا ایک سکّہ۔

حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ نے اپنے زانو کے نیچے سے سونے کا ایک سکّہ نکال کے عورت کی طرف اُچھال دیا اور بے نیازی سے کہا۔جاؤ سکّہ بھی تمھارا اور وہی بھی تمھارا فقیر کو کچھ نہیں چاہیے۔عورت نے اُنھیں حیرت اور تذبذب سے دیکھا۔سکّہ اُس کے ہاتھوں میں تھا۔جاتے وقت وہ مُڑ مُڑ کے اُن کی طرف دیکھ رہی تھی۔چار روز بعد وہ پھر اُن کے پاس جھجکتے جھجکتے پہنچی۔حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ نے اُسے دوبارہ ایک سکّہ دے دیا۔اس کے بعد سے اُس کا یہ معمول ہو گیا وہ اکثر اُن کے پاس آتی اور اُن سے سکّہ لے جاتی پھر گھر پہنچ کے اپنے شوہر سے اُن کی تعریفیں کرتی اتفاق سے وہ عورت بے اولاد تھی۔ایک دن اُس کے شوہر نے اُس سے کہا۔تُو اُن میاں جی کی بہت تعریف کرتی ہے اور اُن سے ہمیشہ سکّہ لے کے آتی ہے۔اُن سے بیٹا بھی تو مانگ۔

دوسرے روز عورت نے حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کے پاس پہنچ کے بیٹے کی تمنا ظاہر کی اور اس سلسلے میں اُن سے دُعا کی طالب ہوئی۔حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ نے اُس سے کہا۔جاؤ اپنے محلّے میں منادی کر دو کہ جس جس کے ہاں اولاد نہ ہوتی ہو وہ یہاں آئے۔ عورت واپس چلی گئی۔

تیسرے روز وہ دوسری عورتوں کے ایک پرے کے ساتھ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کے پاس پہنچی۔حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ نے پان کی ایک گلوری کے ٹکڑے کیے اور ایک ایک ٹکڑا تمام عورتوں کو کھلا دیا۔ایک عورت کو چھوڑ کے ساری عورتوں نے پان کھایا اور مقررہ مدّت گزرنے کے بعد سب کی مُرادیں بر آئیں مگر جس عورت نے پان کا ٹکڑا نہیں کھایا تھا، وہ بدستور اولاد سے محروم رہی۔

اولاد حاصل کرنے والی عورتو، نے عقیدت کے طور پر دہی کی ایک ایک ٹھلیا اپنے اپنے سَر پہ رکھی اور حضرت بوعلی شاہ قلند کے پاس گئیں سب نے انھیں دہی نذر کیا۔حضرت

Marfat.com
Marfat.com

بوعلی شاہ قلندرؒ نے اُن کے نذرانے قبول کر لیے۔ اُن عورتوں میں وہ عورت بھی شامل تھی جس نے پان نہیں کھایا تھا اور اولاد سے محروم رہی تھی۔ وہ بہت غمگین اور آزردہ کھڑی تھی۔ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ نے اُس سے پوچھا۔ غمگین کیوں ہے؟۔

عورت نے سارا ماجرا سُنا دیا۔ کہنے لگی، میں نے آپ کا دیا ہوا پان اپنے منہ میں رکھنے کے بجائے ایک پتھر کے نیچے دبا دیا تھا۔

حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ نے کہا۔ تو اس میں غمگین ہونے کی کیا بات ہے؟ جا، وہ پتھر اُٹھا کے دیکھ۔

عورت نے اُن کے کہنے پر یاد کر کے وہ پتھر اُٹھایا جس کے نیچے پان دبایا تھا۔ پتھر اپنی جگہ سے ہٹا تو تمام عورتیں دنگ رہ گئیں۔ پتھر کے نیچے ایک نوزائدہ بچہ کھیل رہا تھا۔ عورت نے جوشِ مسرّت میں بچہ فوراً ہاتھوں پہ اُٹھا لیا اور حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کو دعائیں دیتی ہوئی رخصت ہو گئی۔

کبھی کبھی حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ پر استغراق کی ایسی کیفیت طاری ہوتی کہ انھیں کسی چڑیا کا چہکنا بھی ناگوار گزرتا تھا۔ ایسے موقعوں پر، اُن کی نظر جس چیز پر بھی پڑ جاتی، وہ خاک ہو جاتی۔ ایسے ہی استغراق کے عالم میں ایک برات اُن کے قریب سے گزری۔ برات کا جلوس شان و شوکت سے رواں دواں تھا۔ ڈھول تاشوں کا شور حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کو سخت ناگوار گزرا۔ انھوں نے نظر بھر کے برات کی طرف دیکھا۔ اُن کا دیکھنا تھا کہ دفعتہً پوری برات غائب ہو گئی۔

دُلھن کے گھر برات کا انتظار ہو رہا تھا۔ برات مقررہ وقت پر وہاں نہیں پہنچی تو پہلے انتظار کیا گیا۔ پھر جب انتظار کرتے کرتے مایوسی ہونے لگی تو برات کی تلاش شروع ہوئی۔ ہرکارے ہر طرف دوڑائے گئے۔ گلی گلی کوچے کوچے تلاش کیا گیا مگر برات کیا ایک براتی بھی تلاش کرنے والوں کو نہیں ملا۔ جب کہ لوگ بار بار شہادت دیتے تھے کہ انھوں نے برات گزرتے دیکھی ہے۔ سب کے لیے یہ حیرت کی بات تھی کہ دولھا کے گھر دُلھن کے گھر

Marfat.com
Marfat.com

تک صاف راستے میں اتنی بڑی برات کہاں رُوپوش ہوگئی۔طرح طرح کی قیاس آرائیاں جاری تھیں۔تلاش کرنے والےلوگ سخت پریشان ہوئے اوراس عقدے کے حل کے لیے ایک بزرگ شخص کے پاس پہنچے۔اُس نے پورا ماجرا سُنا تو آب دیدہ ہوگیا اور رقّت سے بولا۔غضب ہوگیا۔جاؤ جلدی کرو۔فوراً حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کے پاس پہنچو۔

لوگ لشتم پشتم دوڑتے ہوئے حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کے پاس آئے۔شام کا وقت تھا۔حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ تالاب کے کنارے بیٹھے ہوئے لہروں سے لُطف اندوز ہو رہے تھے۔انھوں نے لوگوں کو اپنے گرد جمع دیکھا تو اُن سے پوچھا۔کیوں آئے ہو؟۔ایک سن رسیدہ شخص نے آگے بڑھ کے اُن کے سامنے ہاتھ جوڑے۔ہماری برات غائب ہوگئی ہے۔دست گیری کیجیے۔حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ نے کہا۔اللہ تعالیٰ کی نذر اور اس فقیر کی نیاز قبول کرو۔انھوں نے آسمان کی طرف انگلی اُٹھائی۔اُس کے حکم سے برات واپس آجائے گی۔تین من کھانے کا نذرانہ دو۔

ہر ممکن عجلت سے تین من کھانا پکوا کے مستحقوں میں تقسیم کر دیا گیا۔اس کے بعد وہ مضطرب لوگ پھر حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کے پاس پہنچے اور اُن سے منّت کی اب برات واپس کر دیجیے،حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ نے ایک طرف اشارہ کر کے بے نیازی سے کہا۔ آنکھیں کھول کے دیکھو۔جس طرف حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ نے اشارہ کیا تھا،لوگوں نے اضطراب سے اُس طرف کا رخ کیا مگر اس سے پہلے ہی اُن کے کانوں میں ڈھول تاشوں کی آواز گونجنے لگی تھی۔دیکھا کہ تمام برات اُن کے سامنے موجود ہے اور خوش وخرم براتیوں کے چہرے مسّرت سے کھلے جا رہے ہیں۔دولھا گھوڑے پر سوار ہے اور کسی کو یہ احساس ہی نہیں کہ اسے چلے ہوئے دیر ہوگئی ہے،اس حیرت انگیز واقع پر لوگوں نے حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کو قتال کا لقب دیا۔وہ عصرام میں اسی لقب سے یاد کیے جانے لگے۔ایک بار حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ نے سر راہ ایک اجنبی نوجوان کو اُس کا نام لے کے پکارا۔اَمر سنگھ! نوجوان رُک کے پلٹا اور ایک ناواقف شخص کی زبان سے اپنا نام سُن کے حیرانی کے ساتھی پلکیں پٹ پٹانے لگا۔

Marfat.com
Marfat.com

حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ اُس کی حیرانی سے بہت محفوظ ہوئے۔ انھوں نے کہا، امر سنگھ! ہم تیرے لیے اجنبی ضرور ہیں۔ لیکن تُو ہمارے لیے اجنبی نہیں ہے۔ فقیروں کے لیے کوئی اجنبی نہیں ہوتا اور ہم تجھی کو نہیں بلکہ تیرے اسلاف کو بھی جانتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ تیرے اسلاف پانی پت کے رؤسا میں شمار ہوتے تھے اور قرب و جوار کے بہت سے علاقوں پر اُن کا قبضہ تھا۔ پھر خلجیوں سے نبرد آزما ہونے کے باعث تیرے خاندان کے سب افراد مارے گئے۔ صرف ایک حاملہ عورت بچی تھی۔ وہ کسی طرح چھپتی چھپاتی ضلع سہارن پور میں اپنے والدین کے پاس پہنچ گئی۔ تُو اُسی عورت کا بیٹا ہے اور اپنی آبائی جاگیروں کے حصول کی کوشش میں پانی پت آیا ہوا ہے کیا یہ باتیں غلط ہیں؟

نہیں بابا! نوجوان نے آگے بڑھ کے حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کے پاؤں چھو لیے۔ آپ نے صحیح حقائق بیان کیے ہیں۔ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ نے کہا۔ جانتا ہے، ہم نے تجھے کیوں آواز دی ہے؟ نوجوان نے نفی میں سَر ہلایا۔ تُجھ سے ہمیں سچ کی خوشبو آتی ہے۔ تو ہمارے حلقے میں آجا۔ تجھے یہیں پناہ ملے گی۔ امر سنگھ نے ہاتھ جوڑ کے کہا۔ مجھے کوئی عذر نہیں ہے مگر اس سلسلے میں مجھے اپنی ماں کا عندیہ لینا پڑے گا۔

جا، پھر ماں کا عندیہ لے آ۔

امر سنگھ کا گھر وہاں سے میلوں دُور تھا لیکن وہ جس کام کے لیے نکلا تھا، اُسے فراموش کر کے ممکنہ تیز رفتاری سے اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب وہ ایک لمبا سفر طے کر کے اپنے گھر پہنچا تو حیرت سے اُس کی آنکھیں پھٹ گئیں۔ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ اُس سے پہلے وہاں پہنچ چکے تھے اور اُس کی ماں سے کہہ رہے تھے۔ امر سنگھ کو ہم نے اپنا فرزند بنالیا ہے اب یہ ہمارے حلقے میں رہے گا۔ تُو کیا کہتی ہے؟

امر سنگھ کی ماں نے کہا، میاں جی! اگر یہ آپ کے حلقے میں چلا گیا تو برادری والے اسے اپنی برادری سے نکال دیں گے۔ پھر اسے کون پوچھے گا۔ اس کا رشتہ کہاں ہو سکے گا۔

حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ نے اطمینان سے کہا، تُو برادری والوں کی فکر نہ کر اپنا بیٹا ہمیں دے

Marfat.com
Marfat.com

دے تیری برادری والے بھی ہمارے سائے میں آجائیں گے۔

امر سنگھ کی ماں نے اس یقین دہانی پر آمادگی ظاہر کی دی، حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ فوراً نگاہ سے اوجھل ہو گئے۔ امر سنگھ نے ماں سے اجازت لے لی اور دوبارہ اُس جگہ پہنچنے کے لیے گھر سے روانہ ہو گیا۔ جہاں وہ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کو چھوڑ کے آیا تھا۔ جب وہ پورا سفر طے کر کے تیز تیز سانسوں کے ساتھ وہاں پہنچا تو حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ اُس کے انتظار میں ٹہل رہے تھے۔ انھوں نے امر سنگھ کو وہیں کلمہ پڑھوا کے مسلمان کیا اور اُس کا نام امر اللہ خاں رکھ دیا۔

اس کے بعد اُن کی سفارش پر خلجیوں نے امر اللہ خاں کو اُس کی آبائی املاک اور جائدادیں واپس کر دیں اور وہ انھی مناصب پر فائز کر دیا گیا جو اُس کے اجداد کے تصرف میں رہے تھے۔ جلد ہی حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کی پیشین گوئی کے مطابق اُس کے تمام اعزا بھی مسلمان ہو گئے اور انھی میں اُس کی شادی ہوئی۔ شادی کے بعد اُس کے ہاں تین لڑکے پیدا ہوئے۔ شہاب خاں، شہباز خاں اور دولت خاں۔ اور تینوں کی اولاد اب بھی پانی پت میں موجود ہے۔

پانی پت کے اکثر لوگ اس امر سے لاعلم تھے کہ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ نے خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے ہاتھ پہ بیعت کی ہے۔ چنانچہ ایک روز کسی نے حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کے ایک قریبی واقفِ حال مولانا سراج الدین مکیؒ سے دریافت کیا کہ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کس کے مُرید ہیں؟ مولانا مکیؒ نے برجستہ جواب دیا۔ امیر المومنین علی ابنِ ابی طالبؓ کے، اپنے اس جواب کی وضاحت میں انھوں نے کہا عامتہ الناس کو صرف اُس بیعت کا علم ہوتا ہے جو ظاہر میں کی جاتی ہے لیکن اصل ارادت و بیعت وہ ہے جو روحانی طور پر کی جائے۔ میں نے بوعلی سے بارہا سُنا ہے کہ انھیں علی ابنِ ابی طالبؓ سے روحانی فیض حاصل ہوا ہے۔ جس طرح سورج کی کرنوں سے زمین منور ہوتی ہے اسی طرح حضرت علیؓ کی تجلیات سے بوعلی نے روشنی حاصل کی اور حضرت علیؓ کے علاوہ انھوں نے رسولِ خُدا ﷺ سے بھی براہِ

Marfat.com
Marfat.com

راست فیض اُٹھایا۔ رسولِ خُدا ﷺ نے انھیں بخشی ہند کا خطاب دیا تھا اور چرم پوش قلندر جمال شاہؒ نے انھیں عاشقِ الٰہی کہا تھا۔

حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ علم کا سمندر تھے۔ انھیں نثر نگاری اور شعر گوئی کے میدان میں بھی ملکہ حاصل تھا۔ وہ ہندی اور فارسی نثر نگاری و شعر گوئی میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے۔ نظم و نثر کے متعدد رسائل اُن سے یادگار ہیں۔ حضرت علیؓ کے متعلق اُن کا ایک فارسی شعر ہے۔

بُوعلی لا مائم و مولا علی　　بُوعلی باشد علی مولائے ما۔

اے بُوعلی! ہم لاشے ہیں بلکہ لاشے بھی نہیں ہیں، ہم کچھ نہیں ہیں ہمارے آقا علی ہیں۔ وہی سب کچھ ہیں، وہی ہم غلاموں کے مولا ہیں۔

حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کی زندگی میں ہندوستان کی سرزمین بڑے انقلابات سے دو چار ہوئی یکے بعد دیگرے تین خاندان سلطنت کے تخت پر قابض ہوئے۔ ان خاندانوں کے بیشتر افراد حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ سے ارادت و عقیدت رکھتے تھے۔ اُن میں سے ایک غیاث الدّین بلبن تھا۔ وہ جب بادشاہ نہیں بنا تھا۔ اُس وقت کا واقعہ ہے، چنگیز خاں کے قاہرانہ حملے سے چاروں طرف افراتفری پھیل گئی تھی۔ اسی افراتفری میں کسی مغل سپاہی نے بلبن کو گرفتار کر کے جلال الدّین نامی ایک شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ بلبن ایک ذہین اور غیر معمولی صلاحیتوں کا حامل شخص تھا چنانچہ وہ ایک معمولی سپاہی کی حیثیت سے لشکر میں ملازم ہوا اور بتدریج ترقی کر کے میر شکار بنا پھر ترکانِ چہل گانی کے زمرے میں داخل ہو گیا۔ آلِ التتمش کی تخت نشینی اور حکومت کے دوسرے امور میں اُس نے ایک فعال اور موثر کردار ادا کیا۔ ناصر الدّین محمود کے عہد میں وہ اُس کا نائب سلطنت تھا۔ اُس نے وقت کے سرکش اُمرا کی سرکوبی کی اور ۱۲۶۶ء میں جب ناصر الدّین محمود فوت ہو گیا تو غیاث الدّین بلبن کو بادشاہت حاصل ہو گئی۔

بلبن کو علما اور صوفیا سے بے حد عقیدت تھی۔ وہ مشائخ کا نہایت احترام کرتا تھا۔ اُسے دُنیا کی ہر نعمت نصیب تھی مگر اور وہ لا ولد تھا۔ اس لیے اُسے ہر نعمت فضول نظر آتی تھی،

Marfat.com
Marfat.com

جب وہ اپنی دعاؤں اور تدبیروں کی بے اثری سے عاجز آ گیا تو اس سلسلے میں اُس نے حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ سے رجوع کیا۔ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ نے اُس کے لیے دُعا کی۔ اُن کی دُعا کے اثر سے بلبن کے ہاں چار لڑکے پیدا ہوئے جن میں سے ایک اُن کا محبوب مرید مبارک خاں تھا۔ وہ اُن کی خدمت میں اکثر حاضری دیتا تھا۔ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ مبارک، اور مبازر کے باپ غیاث الدّین بلبن کی حق پرستی، عدل گستری اور نیک خوئی کے معترف تھے اور اُس کی بہت حوصلہ افزائی کرتے تھے۔

ہندوستان کا نام ور بادشاہ علاوالدین خلجی بھی حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کا ارادت مند تھا مشہور ہے کہ اس کے دربار میں ایک رات ناؤ نوش کی محفل گرم تھی۔ جام کھنک رہے تھے، ساغر چھلک رہے تھے اور مینائے شباب بھی گردش کر رہی تھی۔ علاؤالدین نے اس رات اس قدر پی لی کہ بدمست ہو گیا۔ اتفاق سے محفل میں قاضی شہر کا ذکر چھڑ گیا۔ علاؤالدین نے بدمستی میں کسی بات پہ مشتعل ہو کے اس کے قتل کا حکم صادر کر دیا۔ صبح جب اس کا نشہ کافور ہوا تو اسے بتایا گیا کہ رات اس نے کیا حکم صادر فرمایا تھا۔ علاؤالدین نے چونک کے دریافت کیا اس کے حکم پر کہیں عمل درآمد تو نہیں ہو گیا؟ معلوم ہوا کہ نہیں ابھی حکم کی تکمیل نہیں ہوئی۔ علاؤالدین نے اطمینان کا سانس لیا اور اعلان کیا کہ رات کی ہر بات حرف غلط تصور کی جائے۔

انھی دنوں علاؤالدین نے خواب کے عالم میں دیکھا کہ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ اس کے پاس آئے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ "علاؤالدین! حاکمیت کے نشے میں مدہوش نہ ہو۔ تخت تیرے پاس حاکموں کے حاکم کی امانت ہے۔ جس نے تجھے اور تیری رعایا و اور حشرات الارض کو اور جنات کو اور ملائک کو پیدا کیا ہے۔ سب کی جانیں اسی کے قبضے میں ہیں۔ وہی پیدا کرتا ہے وہی مارتا ہے۔ اس کے بندوں کو اپنا بندہ نہ سمجھ۔ انسانوں کے ساتھ انسانوں جیسا سلوک کر۔ شرعی ممنوعات سے دور رہ۔ حرام اشیاء استعمال کرنے سے پرہیز کر اور اس سلسلے میں اپنے زیردستوں کو بھی سخت احکام جاری کر۔"

Marfat.com
Marfat.com

علاؤالدین پر اس خواب کا زبردست اثر ہوا۔ اس نے نہ صرف خود شراب چھوڑ دی بلکہ ملک بھر میں شراب نوشی قانوناً ممنوع قرار دے دی اور اس امتناع کی خلاف ورزی کرنے والوں کے لیے سخت سزائیں مقرر کیں۔

یہی علاؤالدین خلجی حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کے لیے کچھ تحائف بھیجنے کا خواہش مند تھا۔ ایک روز اس نے درباری امرا سے کہا کہ تم میں سے کون ہے جسے حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کی خدمت میں جانے کا اہل سمجھا جائے؟

سب نے اتفاق رائے سے جواب دیا۔ "پورے شہر میں صرف ایک شخص یہ اہلیت رکھتا ہے۔ اور وہ ہیں۔ حضرت امیر خسروؒ۔"

"بے شک تم نے صحیح نام لیا۔" علاؤالدین نے جوش میں کہا۔ "حضرت امیر خسروؒ کی خدمت میں ہمارا پیغام پہنچایا جائے۔"

جلد ہی بادشاہ کی جانب سے حضرت امیر خسروؒ سے گزارش کی گئی کہ وہ علاؤالدین کے تحائف حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ تک پہنچا دیں۔ حضرت امیر خسروؒ نے عذر پیش کیا کہ میرے لئے اپنے مرشد خواجہ نظام الدینؒ کی اجازت کے بغیر کہیں جانا ممکن نہیں ہے۔"

علاؤالدین نے ایک امیر کو حضرت خواجہ نظام الدینؒ کے پاس بھیجا اور حضرت امیر خسروؒ کے لئے پانی پت جانے کی اجازت طلب کرلی۔ چند روز بعد حضرت امیر خسروؒ شاہی تحفے لے کے دلی سے روانہ ہوگئے اور تین دن کی مسافت طے کر کے پانی پت پہنچے۔ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کے حلقے میں حضرت امیر خسروؒ کا والہانہ خیر مقدم کیا گیا۔ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ ان کے ساتھ نہایت شفقت و محبت سے پیش آئے اور علاؤالاین کے ارسال کیے ہوئے تحائف خندہ پیشانی سے قبول کرتے ہوئے کہا۔ "خسرو اگر خواجہ نظام الدینؒ درمیان میں نہ ہوتے تو یہ فقیر بادشاہ کے تحفے ہرگز قبول نہ کرتا۔"

حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ نے حضرت امیر خسروؒ کو فوراً واپس نہیں جانے دیا۔ رات کو مہمان کی مدارات کی جب سب لوگ اطمینان سے بیٹھے تو حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ نے

Marfat.com
Marfat.com

حضرت امیر خسروؒ سے کلام سنانے کی فرمائش کی۔ حضرت امیر خسروؒ نے یہ غزل سنائی۔

اے کہ گوئی ہیچ مشکل چون فراق یار نیست
گر امید وصل باشد ہم چناں دشوار نیست

اسی نشست میں حضرت امیر خسروؒ کے اصرار پر حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ نے اپنی غزل سنائی مطلع یہ تھا

دیہیم خسروان بر مالعل استراست
خسرو کسے کہ خلقت تجرید برسراست

حضرت امیر خسروؒ پر رقت طاری ہوگئی۔ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ نے ان سے پوچھا عزیزم کچھ سمجھے! حضرت امیر خسرو روتے رہے۔ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ اپنے شعر کی وضاحت کرنے لگے۔ ان کی زبان سے آبشار جاری تھا۔ انھوں نے شعر کے عجب عجب معانی بیان کیے۔ معانی ومفاہیم کا ایک سمندر تھا جو حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کے کلام میں بہہ رہا تھا اور حضرت امیر خسروؒ مجسمہ بنے ہوئے تھے۔

حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کے حکم پر حضرت امیر خسروؒ تین دن پانی پت میں ٹھہرے چوتھے روز وہ رخصت ہوئے تو حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ نے انھیں دو خط دیے۔ ایک خواجہ نظام الدینؒ کے نام تھا۔ دوسرا علاؤالدین خلجی کے نام۔ علاؤالدین کے پاس ان کا خط پہنچا تو اس نے اشتیاق اور بے تابی سے اسے بھرے دربار میں پڑھوا کے سنا۔ خط میں مرتبیانہ اور تحکمانہ پیرائے میں اسے اس کے فرائض یاد دلائے گئے تھے۔ مختلف معاملات میں تاکیدیں تھیں تنبیہیں تھیں اور اسے خوطہ دہلی کہہ کے مخاطب کیا گیا تھا۔ بعض چاپلوس درباریوں نے خط کی تحکمانہ عبارت کو جواز بنا کے علاؤالدین کو حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کے خلاف بھڑکانے کی کوشش کی اور کہا کہ "سلطان عالی کی شان میں ایسے حقیر الفاظ استعمال کرنا صریح گستاخ اور ترک ادب ہے۔"

علاؤالدین نے مسکرا کے کہا۔ "غنیمت ہے کہ اس مرتبہ حضرتؒ نے ہمیں خوطہ دہلی

Marfat.com
Marfat.com

کہا ورنہ ہمیشہ شیخ دہلی کہتے تھے۔"

انھی دنوں کا واقعہ ہے۔ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کا کوئی مرید شہر کے کسی بازار سے گزر رہا تھا وہ اپنی دھن میں چلا جا رہا تھا اسے گردوپیش کی کچھ خبر نہیں تھی۔ اتفاقاً شہر کے حاکم کی سواری وہاں سے گزری سواری کے ساتھ غلاموں اور چوب داروں کا ایک گروہ بھی تھا۔ کسی غلام نے حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کے مرید کو حکم دیا۔ "راستے سے ہٹ جاؤ"

مرید کو اتنا ہوش نہ تھا کہ وہ یہ حکم سنتا؟ وہ بدستور راستے کے بیچوں بیچ چلتا رہا۔ عامل کے غلام نے اپنے حکم کی یہ بے وقعتی دیکھی تو اسے طیش آ گیا۔ اس نے حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کے مرید کو بری طرح زدوکوب کیا۔ مرید لہولہان ہو گیا۔ راہ گیر یہ منظر دیکھ کے دہشت سے دور ہٹ گئے۔

مرید اذیت سے تڑپتا ہوا بھاگا اور سیدھا حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کے پاس پہنچ کر فریادی ہوا۔ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ نے اس کی شکستہ حالت دیکھی اور بپتا سنی تو ان کے چہرے پر رنج چھا گیا۔ انھوں نے اسی وقت علاؤالدین خلجی کو یہ لکھ کے بھیجا کہ تیرے ایک حاکم نے اللہ تعالیٰ کے ایک بے گناہ بندے پر ہاتھ اٹھایا ہے تو فی الفور اسے سزا دے ورنہ ہم دلی کی سلطنت تجھ سے چھین لیں گے۔"

علاؤالدین خلجی لرز گیا۔ اس نے فوراً حکم جاری کیا کہ "مجرم عامل کسی تاخیر کے بغیر پابہ زنجیر کر دیا جائے۔" پھر وہ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ سے معافی مانگنے کی تدبیر پہ غور کرنے لگا۔ اس مرتبہ بھی اس کی نگاہ حضرت امیر خسروؒ ہی پہ ٹھہری اس نے حضرت امیر خسروؒ کے پاس ایک قاصد بھیجا اور پورے واقعے کی تفصیل کے ساتھ ان سے یہ کہلوایا کہ "حضرتؒ کا غصہ آپؒ کے سوا کوئی فرو نہیں کر سکتا براہ کرم توجہ کیجیے۔"

اس طرح حضرت امیر خسروؒ نے دوبارہ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ سے ملاقات کی۔ اس ملاقات میں انھوں نے ان کے سامنے عرض مطلب کے بعد ایک عجیب ساز چھیڑا اس ساز کے اثر سے حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کا دل نرم پڑ گیا اور ان کے چہرے پہ غیظ و غضب کی

Marfat.com
Marfat.com

کوئی علامت باقی نہ رہی ۔انھوں نے علاؤالدین کو معاف کردیا۔علاؤالدین نے بیس برس تک ہندوستان پہ حکومت کی ۔ یہ واقعہ اقبال نے بھی اپنے مخصوص متحرک آہنگ میں نظم کیا ہے۔یہ نظم ان کے مشہور فارسی مجموعے ''اسرارخودی درموز بیخودی'' میں موجود ہے۔

باتو می گویم حدیث بوعلی درسواد ہند نام اوجلی

غیاث الدین تغلق کو بھی صوفیا ومشائخ سے گہری عقیدت تھی ۔ان کے آستانوں اورتکیوں پر حاضری دینا اس کے معمولات میں شامل تھا ۔وہ گوشہ گیر فقراء کو اکثر نذرانے بھیجتا اوران کی دعائیں لیتا تھا۔اس کے بادشاہ بننے سے پہلے کا ذکر ہے کہ ایک بار وہ اپنے بیٹے اور بھتیجے کے ساتھ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کی خانقاہ میں حاضر ہوا۔حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ ان تینوں سے نرمی اور التفات کے ساتھ پیش آئے ۔انھوں نے ایک طرف پندونصائح سے ان کی روحانی غذا کا اہتمام کیا ۔ دوسری طرف خورد ونوش کی مادی اشیا بھی ان کے سامنے رکھیں ۔وہ تینوں ایک ہی برتن میں ایسی رغبت سے کھانا کھانے لگے۔گویا آسمان سے من وسلویٰ اتر آیا ہو۔ان کی یہ یک جہتی ویک جائی دیکھ کر حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ بہت مسرور ہوئے اور بولے ''آج تین بادشاہ ایک ہی برتن میں کھانا کھا رہے ہیں۔''

ان کا یہ جملہ ایک بشارت ایک پیشن گوئی تھا چنانچہ دست تاریخ نے یکے بعد دیگرے ان تینوں کے سروں پہ بادشاہت کا تاج رکھا۔۱۔غیاث الدین تغلق ۲۔جونا خاں ناصرالدین محمد تغلق ۳۔فیروز شاہ۔

ناصرالدین محمد نے اپنی بادشاہت کے دور میں ایک رباعی لکھ کے حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کوارسال کی۔

گہ راست کند صورت مردی وزنی
گہ بشکند ایں طلسم جانی وتنی
کس نیست کہ استاد قضا راپرسد
کز بہر چہ سازی وچرامی شکنی

Marfat.com
Marfat.com

ترجمہ:۔ وہ کبھی مرد اور عورت کی صورت گری کرتا ہے، کبھی جان وتن، روح وجسم کا طلسم توڑ دیتا ہے۔ایسا کوئی نہیں جو استاد قضا سے یہ سوال کرے کہ تو پہلے بناتا کس لیے ہے۔پھر اپنے ہی بنائے ہوئے جسم توڑ کیوں دیتا ہے؟

حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ اس رباعی سے بہت محفوظ ہوئے۔اس کے جواب میں انھوں نے بھی فی البدیہہ ایک رباعی کہی اور اسے ناصرالدین محمد کے پاس روانہ کر دیا۔

شرط است کہ در امر خدادم ترنی
ایں نوعے کہ گفتی نہ تو مردی نہ زنی
گل راچہ مجال است بہ پرسد ز کلال
کز بہرچہ سازی و چرا می شکنی

ترجمہ:۔ تجھے چاہیئے اللہ کے احکام کے سامنے چون وچرا نہ کرے۔تو نے جو اعتراض کیا ہے اس سے تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ تو نہ مرد ہے، نہ عورت۔مٹی کی کیا مجال جو وہ کمہار سے یہ سوال کرے کہ تم مجھے بناتے کیوں ہو اور توڑ کیوں دیتے ہو؟

ایک بار ناصرالدینؒ محمد حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کی خانقاہ میں گیا اور ہاتھ جوڑ کے اُن کے سامنے کھڑا ہو گیا۔حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ نے اُس سے سوال کیا۔"کتنے دن ٹھہرنے کا ارادہ ہے؟"

ناصرالدین نے کہا۔"حضور تین دن۔"

حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ مسکرائے۔"غلط۔تین دن نہیں چار سال۔"

ناصرالدین سمجھ گیا کہ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کا اشارہ اُس کی باقی عمر کی طرف ہے۔اُس نے زندگی کے صدقے کے طور پر غُربا اور مساکین میں بے اندازہ دولت خیرات کر دی لیکن ہوا وہی جو بُوعلی شاہ نے کہہ دیا تھا۔ٹھیک چار سال بعد اُس کی روح ایک زخمی پرندے کی طرح پھڑ پھڑا کے قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔نزع کے عالم میں اُس نے یہ شعر کہے تھے۔

Marfat.com
Marfat.com

بسیار دریں جہاں چمیدیم بسیار نعیم و ناز دیدیم
اسپانِ بلند برنشستم ترکانِ گراں بہا خریدیم
کر دیم بسے نشاط و آخر
چوں قامتِ ماہ نو خمیدیم

حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ نے ایک طویل عمر پائی تھی۔ وہ ایک سو بائیس سال تک رشد و معرفت کا منازہ نور بنے رہے۔ وقت کے باجبروت سلاطین اُن کے سامنے نوکروں کی طرح ہاتھ باندھے کھڑے رہتے تھے۔ اس کے باوجود انھوں نے داد و دہش آرام و آسائش اور عیش و عشرت کو کبھی منہ نہیں لگایا۔ ہمیشہ ایک کڑی اور سخت کوش زندگی بسر کی اور اسی کو عین راحت سمجھا۔ وہ ہمیشہ بادشاہت پر فقیری کو اور توانگری پر قلندری کو ترجیح دیتے رہے کیونکہ وہ فنا و بقا کے اسرار سے واقف تھے اور اللہ بس باقی ہوس کے نکتہ شناس۔

حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کا دور ولایت اور تصوّف کے اعتبار سے ایک زرخیز ترین دور تھا۔ اولیاء صوفیا کا جو اجتماع اُس دور میں نظر آتا ہے، کسی اور دور میں مشکل سے نظر آئے گا۔ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کے ہم عصر صوفیا کی فہرست بہت طویل ہے۔ حضرت نظام الدّین اولیاؒ، حضرت جلال الدّین رومی شمس الدّین ترک پانی پتیؒ، حضرت علی احمد صابرؒ، حضرت لعل شہباز قلندرؒ، حضرت شیخ کبیر الاولیاؒ، حضرت فخر الدّین عراقیؒ، حضرت امیر خسروؒ، حضرت روشن چراغ دہلیؒ، حضرت خواجہ حسن سنجریؒ وغیرہ۔ حضرت کبیر الاولیا مخدوم جلال الدّینؒ حضرت بو علی شاہ قلندرؒ سے کم عمر تھے۔ اُن کا تعلق بھی پانی پت سے تھا۔ وہ ایک بار عمدہ لباس پہن کے گھڑ سواری کر رہے تھے، حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ نے انھیں عمدہ لباس میں گھڑ سواری کرتے دیکھا تو اُن کے منہ سے بے اختیار یہ شعر نکلا۔

گل گوں لباس کر دم سوارِ سمند شد
یاراں! حذر کنید کہ آتش بلند شد

حضرت مخدوم جلال الدّینؒ پر اس شعر کا عجیب اثر ہوا۔ انھوں نے وہ گھوڑا اُسی

Marfat.com
Marfat.com

وقت خیرات کر دیا اور دنیا کا کُل مال و منال، جو کچھ بھی اُن کے پاس تھا سب کا سب لٹا دیا۔

پھر ایک روز حضرت مخدوم جلال الدّینؒ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کی قیام گاہ کے قریب سے گزر رہے تھے۔ انھوں نے دیکھا کہ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کی جگہ اُن کے بجائے ایک شیر بیٹھا ہوا ہے۔ مخدوم کچھ دیر تک بیت زدہ کھڑے رہے پھر انھوں نے ہمت کر کے شیر سے کہا کہ یہ شیروں کی جگہ نہیں ہے، شیروں کو جنگل میں رہنا چاہیے۔ اُن کا یہ کہنا تھا کہ دفعتہً چار شیر اور نمودار ہو گئے اور آپس میں کھیلنے لگے۔ مخدوم کی حیرانی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ وہ شیروں کا تماشا دیکھ رہے تھے کہ ناگاہ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ وہاں پہنچ گئے۔ مخدوم نے انھیں سلام کیا۔ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ نے سلام کا جواب دیا اور کہا، جلال الدّین! تم ہمارے محرم ہو شیروں کا تماشا اطمینان سے دیکھو۔

شیر معاً آگے بڑھے اور مخدوم جلال الدّین کے پیر چاٹنے اور بلیوں کی طرح آپس میں کھیلنے لگے۔ حضرت مخدوم ششدر کھڑے تھے۔ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ نے اُن سے پوچھا۔ جانتے ہو پانچواں شیر کون ہے؟ مخدوم نے نفی میں سَر ہلایا۔ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ نے متبسم ہو کے کہا۔ پانچویں شیر ہم ہیں۔

حضرت مخدوم پر اس انکشاف کا بہت اثر ہوا۔ وہ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کے قدموں پر گرِ کے اُن سے بیعت کے خواست گار ہوئے۔ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ نے انھیں قدموں سے اُٹھا کے اُن کے سَر پہ ہاتھ رکھ دیا اور اُن کی پیشانی چوم کے نرمی سے بولے، تمھارا حصہ دوسرے کے پاس ہے۔ اُس کا انتظار کرو۔

کچھ مدّت بعد جب شیخ شمس الدّین ترکؒ، پانی پت آئے تو حضرت مخدوم جلال الدّینؒ نے اُن کے ہاتھ پہ بیعت کی۔ حضرت شیخ احمد یحییٰؒ نامی ایک بزرگ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کے ہم عصر تھے۔ ایک بار انھوں نے حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ سے کہا کہ، آپ کی زبان میں اثر ہے، آپ دعا کیجیے کہ مجھے اولاد کی نعمت سے نوازا جائے۔

حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ نے اُن کے لیے دعا کی۔ اور وعدہ لیا کہ وہ ہونے والے

Marfat.com
Marfat.com

بچے کا نام شرف الدین رکھیں گے۔ جب اُن کے ہاں فرزند تولّد ہوا تو انھوں نے وعدے کے مطابق اس کا نام شرف الدین رکھا۔ یہ لڑکا بڑا ہو کے ایک ممتاز ولی بنا۔لوگ اسے شیخ شرف الدین منیریؒ کے نام سے جانتے ہیں ، منیریؒ کے مکتوبات صاحبانِ ذوق کے لیے حقائق و معارف کا گراں بہا ذخیرہ ہیں۔

حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کی عاشقانہ، عارفانہ،اور فاضلانہ تصانیف طالبانِ علم کو آج بھی اُسی طرح درس دے رہی ہیں جیسے حضرت قلندرؒ خود اُن کے سامنے موجود ہوں اور اپنی شیریں بیانی سے اُن کی سماعتوں میں رس گھول رہے ہوں۔وہ کہتے ہیں۔

اگر کسی کنویں میں چوہا گرِ کے مرجائے تو مُردہ چوہا کنویں سے نکالنے کے بعد چند ڈول پانی بھی نکالتے ہیں۔ اس طرح کنویں کا پانی صاف ہو جاتا ہے اور ہرگز پلید نہیں رہتا۔اسی طرح اگر تُو اپنے گناہوں سے توبہ کر لے اور وہ گناہ دُہرائے نہیں اور حلال کو حلال سمجھے اور حرام کو کھلم کھلا حرام کہے اور اپنا مردہ نفس کھینچ کر باہر پھینک دے تو تجھے عبادت اور اتقا میں یقیناً فرحت حاصل ہوگی۔

اگر بھیڑوں کے گلے میں بھیڑیا آجائے اور اُن میں سے ایک بھیڑ اٹھا لے جائے تو دوسری بھیڑیں اُس وقت تک نظر اُٹھا اُٹھا کے دیکھتی رہتی ہیں جب تک بھیڑیا اُن کی نگاہ سے اوجھل نہیں ہو جاتا مگر تو بے خبر ہے حالانکہ دوسروں کی موت کے واقعات تجھے خبردار کرنے کے لیے ہوتے ہیں۔ پھر بھی تُو ہوشیار نہیں ہوتا اور غفلت ہی میں رہتا ہے۔

چشمِ دل کھول لو اور بڑے غور سے دیکھو اور جان لو کہ عاشق نے اپنے عشق سے تمھارے لیے کیا کیا چیزیں پیدا کیں اور کیسے کیسے جلوے دکھائے؟ اُس نے اپنے حُسن سے ایک درخت سجایا اور طرح طرح کے میوے پیدا کیے ہر میوے میں ایک ذائقہ سمویا۔ درخت کو نہ تو اپنی ذات کی کچھ خبر ہے، نہ اپنے پھول کی، نہ اپنے میوے کی ، اُس نے تمھارے لیے میٹھا گنا پیدا کیا جسے اپنی مٹھاس کی خبر نہیں۔ اُس نے صرف تمھاری خاطر ہرن کی ناف میں مشک رکھا جس کی خود ہرن کو خبر نہیں۔اُس نے سمندری گائے سے تمھارے لیے عنبر پیدا کیا

Marfat.com
Marfat.com

گائے عنبر سے بے خبر ہے۔ اُس نے مشک بلاؤ سے تمھارے لیے خوشبو پیدا کی جس کی خود مشک بلاؤ کو خبر نہیں۔ اُس نے تمھارے لیے درخت سے کافور پیدا کیا، خود درخت کو کافور کا پتہ نہیں۔ اُس نے تمھارے لیے صندل پیدا کیا لیکن خود صندل کو اس کا علم نہیں ہے۔

نفس کو اچھی طرح پہنچان لو کیونکہ جب تم نفس کو اچھی طرح پہچان لو گے تو دنیا کو بھی پہچان لو گے۔ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کے اشعار ایک عاشقِ صادق کے اشعار تھے۔ انھوں نے اپنے شعروں میں جابجا کہا ہے۔ ارے بے خبر! پروانے کی ہمت دیکھ، باخبر ہونا چاہتا ہے تو پروانے کی طرح جل جا۔ محبت میں جب تک اپنے بال وپر نہیں جلالے گا، پُوری طرح آگ کا ہم رنگ کیسے ہو سکے گا؟ سَر سے پاؤں تک آگ کا ہم رنگ ہو جا۔

حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کے ہم عصر شیخ شمس الدّین ترکؒ، ترکستان سے ہندوستان آکے حضرت مخدوم صابر کلیریؒ کے دامن سے وابستہ ہو گئے تھے۔ انھوں نے اُن سے بے حد تقرب حاصل کیا اور اُن کے فرزند کہلائے۔ ایک روز حضرت مخدوم نے انھیں خلافت کا خرقہ اور مشائخ کے تبرکات دے کے ہدایت کی کہ فرزند! میری وفات کے تین دن بعد تم پانی پت چلے جانا۔

حضرت شمس الدّین تذبذب سے بولے، لیکن حضور! پانی پت کی ولایت تو حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کے سُپرد ہے؟ حضرت خواجہؒ نے کہا، اُن کی ولایت اختتام کو پہنچ رہی ہے۔ تم وہاں جاؤ گے تو وہ اپنا ڈیرا شہر سے باہر ڈال لیں گے۔

مخدوم صابرؒ کی وفات کے بعد شمس الدّین ترکؒ نے پانی پت کا سفر اختیار کیا اور وہاں پہنچ کے ایک دیوار کے سائے میں بیٹھ گئے۔ اُس وقت حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ اپنے حجرے میں تھے۔ وہ دفعتہً بے قرار ہو کے حجرے سے نکلے اور بازار پہنچ کے انھوں نے ایک حلوائی کی دُکان سے مٹھائی خریدی۔ حلوائی کا لڑکا اُن کا معتقد تھا۔ اُس نے اُن سے پوچھا۔ حضرت! یہ مٹھائی کس کے لیے خریدی جا رہی ہے؟ آپ کہاں جا رہے ہیں؟

حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ نے جواب دیا۔ یہ ولایت اب ایک اور صاحب کے سُپرد

Marfat.com
Marfat.com

کر دی گئی ہے وہ صاحب یہاں آ چکے ہیں۔ آج ہم بہت خوش ہیں اور اُنھی سے ملنے جا رہے ہیں۔ حلوائی کے لڑکے نے کہا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ خادم بھی اُن کی زیارت کر لے؟

حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ نے کچھ سوچ کے کہا۔ اچھا۔ ہم یہیں ٹھیرتے ہیں۔ تم اُٹھو اور مٹھائی کا دونا لے کے آگے جاؤ، وہ صاحب تمھیں فلاں دیوار کے سائے میں بیٹھے ہوئے ملیں گے۔ اُن سے ہمارا سلام کہنا۔

حلوائی کا لڑکا دیوار کے سائے میں پہنچ کے حضرت شیخ شمس الدین کے سامنے تعظیم بجا لایا۔ اُس نے اُن سے حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کا سلام کہا اور اُن کی طرف سے مٹھائی پیش کی۔

حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ حضرت شیخ شمس الدینؒ سے علیحدگی میں ملے اور انھیں عزت و احترام سے اپنے حجرے میں لے آئے پھر جلد ہی پانی پت سے رختِ سفر باندھ لیا اور وہاں سے رخصت ہو گئے۔ اپنی زندگی کے آخری دن انھوں نے شہر کے بجائے جنگل کی ایک شکستہ اور تنگ جھونپڑی میں گزارے۔ انھوں نے وہیں بود و باش اختیار کر لی۔ یہ جنگل کر نال سے کچھ فاصلے پر واقع ہے اسے بوڈھ کھیڑا کہا جاتا ہے۔ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ نے ۷۲۴ء میں عبادت و ریاضت اور جلالت کی ایک بڑی زندگی گزار کے آخر اُسی جنگل سے اُوپر کی طرف پرواز کی۔ یا شرف الدین ابدال سے اُن کے کوچ کا سال برآمد ہوتا ہے۔ چند اور قابلِ ذکر تاریخی مادے یہ ہیں۔ مخدومِ اجل۔ زیبِ عالم قلندرِ مسعود شرفِ محبوب مولا۔ مالکِ حال قلندر بوعلی۔ طالبِ محمود سرور بوعلی اور توحیدِ منور۔

وصل کے وقت محبوب و محب کے درمیان کوئی حائل نہیں تھا۔ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ جھونپڑی میں تنہا تھے۔ کسی کو اُن کے انتقال کی خبر عین وقت پر نہ ہو سکی۔ شام کے وقت کچھ لکڑہارے وہاں سے گزرے تو انھیں معلوم ہوا کہ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ جا چکے ہیں۔ وہ سینہ کوبی کرتے ہوئے شہر پہنچے اور شہر والوں کو یہ خبر سنائی۔ کرنال کے لوگ بوڈھ کھیڑا کی طرف دوڑے۔ وہاں پہنچ کے انھوں نے قلندر کا خاکی جسد جھونپڑی کے باہر ایک چبوترے

Marfat.com
Marfat.com

پر دیکھا۔ اُسے گریہ وزاری کے جلوس میں وہاں سے اُٹھا کے کرنال لایا گیا اور تجہیز و تکفین کی تیاریاں ہونے لگیں۔ یہاں ایک اور شاخسانہ کھڑا ہو گیا۔

یہ خبر پانی پت والوں تک بھی پہنچ چکی تھی کہ اُن کا قلندرؒ اُن سے بچھڑ گیا ہے۔ مولانا سراج الدین مکیؒ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کے بھتیجے شیخ احمد اور پانی پت کے دوسرے لوگوں کے ساتھ کرنال گئے۔ وہاں میت کی تدفین کا بندوبست کیا جا رہا تھا۔ پانی پت کے لوگ یہ بندوبست دیکھ کے مشتعل ہو گئے اور اصرار کرنے لگے کہ قلندرؒ کی آخری آرام گاہ پانی پت میں بنے گی۔ کرنال والوں نے اُن کی شدید مخالفت کی اور کہا کہ نہیں قلندرؒ کرنال میں دفن ہوں گے۔ دونوں فریق اس مسئلے پر ایک دوسرے سے اُلجھ گئے اور اُن میں شدید تکرار ہونے لگی۔ کوئی فریق اپنا فیصلہ بدلنے پر آمادہ معلوم نہیں ہوتا تھا اس لیے قریب تھا کہ۔ یہ معاملہ باقاعدہ نزاع وفساد کی شکل اختیار کر لے۔ حضرت مولانا سراج الدین مکیؒ نے صورتِ حال کی نزاکت کے پیشِ نظر آگے بڑھ کے ہاتھ اُونچا کیا اور بلند آواز سے کہا کہ، عزیزو! یہ موقع مخالفت کا نہیں یگانگت کا ہے بہتر ہو گا کہ اس معاملے کے فیصلے کے لیے ہم اپنے قلندرؒ ہی سے رجوع کریں۔ اُن کی طرف سے جو ارشاد ہو گا۔ اُس پر عمل کیا جائے۔

فریقین نے متفقہ طور پر یہ تجویز منظور کر لی۔ مولانا مکیؒ نے کہا کہ مناسب ہو گا کہ اس موقع پر مرحوم قلندرؒ کی پسندیدہ راگنی گائی جائے۔ راگنی کے دوران میں اگر اُن کے لاشے نے جنبش کی تو یہ سمجھا جائے گا کہ اُن کے رائے پانی پت والوں کے حق میں ہے اور دوسری صورت میں کرنال والوں کا حق فائق تسلیم کیا جائے گا۔ وہ چند لمحوں کے لیے رُکے پھر بولے، یا ایسا کیا جائے کہ ہر دو فریق باری باری میت اُٹھانے کی کوشش کریں جو فریق اسے اُٹھانے میں کامیاب ہو جائے گا میت اُسی کے حوالے کر دی جائے گی۔

مجمع میں جوش و خروش سے یہ دونوں تجاویز منظور کر لی گئیں پھر ایک دم دونوں طرف سے نالہ وشیون اور آہ و بکا کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ مولانا مکی نے یہ موقع غنیمت جانا اور میت کے قریب پہنچ کے بلند آواز سے کہا۔ حضرت! بندگانِ درگاہ حاضر ہیں۔ فرمایئے قیام

Marfat.com
Marfat.com

کہاں رہے گا۔ پانی پت میں یا کرنال میں؟ یکا یک مجمع پر مکمل خاموشی طاری ہو گئی اور ہر شخص نے محسوس کیا کہ قلندر کہہ رہے ہیں۔ پانی پت اور کرنال، دونوں شہر ہماری ولایت میں شامل ہیں۔ یہ فقیر روزانہ دونوں شہروں کا پھیرا کرتا ہے۔ ہم پانی پت میں بھی موجود ہیں اور کرنال میں بھی لوگو! سراج الدّین مکّیؒ جو کہیں وہی کیا جائے۔

مجمع پھر مولانا مکی کی طرف متوجہ ہو گیا۔ مولانا نے اپنی تجویزیں دُہرادیں ۔ اُن تجویزوں پر عمل شروع ہو گیا۔ نتیجے میں پانی پت والوں کو سُرخ روئی ملی اور حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ پانی پت لا کے دفن کر دیے گئے۔

حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ پانی پت میں دفن ہوئے مگر بعض دوسرے اولیاءؒ کی طرح اُن کا مزار بھی ایک سے زیادہ مقامات پر موجود ہے۔ کرنال میں بھی اُن کا مزار ہے اور بڈھ کھیڑا اور باگھوتی میں بھی عرس ہوتا ہے۔ پانی پت میں اُن کے مقبرے کی تعمیر علاؤالدّین خلجی کے حکم سے شروع کی گئی تھی۔ مزار سنگِ مرمر کا اور گنبد کا کلس سونے کا ہے۔ دالان میں بھی سنہرا کام کیا گیا تھا۔ مزار کے اُوپر منقش چوبی سائبان بنا ہوا ہے۔ چوبی کٹہرا پہلے چاندی اور سونے کا بنا ہوا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ جب نادر شاہ درانی ہندستان آیا اور اُس نے قلندرؒ کا پُرشکوہ مزار دیکھا تو بولا۔ یہ تو قلندرؒ نہیں تو نگر ہے۔ یہ کہہ کے اُس نے اپنی تلوار کٹہرے پہ رکھ دی اور اُس کے لشکریوں نے کٹہرے سے تمام سونا چاندی اُتار لیا۔

روضے کی چوکھنڈی رنگین اور منقش لکڑی کی بنی ہوئی ہے۔ اس کی چاروں دیواروں میں دریچے موجود ہیں۔ جہانگیر کے عہد ۱۶۶۱ء میں مزار میں توسیع کرائی گئی اور لاکھوں روپے کے خرچ سے ایک بڑا دالان بنوایا گیا۔ دالان کا فرشِ سنگِ مرمر سے اور دیواریں دوسرے بیش قیمت پتھروں سے بنوائی گئی تھیں ۔ سنگِ مرمر کے آٹھ ستون بھی نصب کرائے گئے تھے۔ درگاہ کے مغربی حصے میں سنگِ سُرخ سے بنی ہوئی ایک مسجد ہے۔ مسجد کے سامنے ایک حوض ہے۔ صحن بہت وسیع ہے۔ درمیان میں ایک کنواں ہے اور مسافروں کے قیام کے لیے بے شمار حجرے موجود ہیں۔ جنوبی ازے میں فقیروں اور مجذوبوں کے ٹھہرنے کی

Marfat.com
Marfat.com

جگہ ہے۔ درگاہ کے باہر حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کا نقارخانہ ہے۔ درگاہ کے احاطے میں جنوب کی طرف ایک جالی دار کٹہرا ہے۔ اُس کٹہرے میں مولانا الطاف حسین حالی کی آخری آرام گاہ ہے۔

مزار کے بائیں کنگرے کے ساتھ ایک چوکھٹا آویزاں ہے جس میں ایک قصیدہ درج ہے۔ یہ قصیدہ ایک ہندو شاعر پنڈت امرناتھ آشفتہ نے لکھا تھا۔ مزار کے بیرونی دروازے پر حافظ شیرازی کا یہ شعر درج ہے۔

ہر زمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود
سالہا سجدہ صاحب نظراں خواہد بود

حضرت بُوعلی شاہؒ نے پوری زندگی تجرد میں گزاری تھی اس لیے صلبی اولاد کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا مگر اُن کی روحانی و معنوی اولاد سے برصغیر کا کوئی گوشہ خالی نہیں ہے۔ یہ اولاد جب گوشے گوشے سے کھنچ کر اپنے بابا کی قبر پر پہنچتی ہے تو وہاں کا شکوہ و طمطراق دیکھ کر ان کا سر اونچا ہو جاتا ہے۔

نہ تاج و تخت میں، نے لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com
Marfat.com

"علیؑ اللہ از ازل گفتم"

حضرت بو علی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ در مدحِ علیؑ

از مے حُبِّ شاہ سرمستم — بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم
من بغیر از علیؑ ندانستم — علیؑ اللہ از ازل گفتم
حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

جام مہرِ علیؑ بدستم داد — بادہ زاں جام خوردہ مستم
رندِ بیباکِ حیدری ہستم — کمر اندر قلندری بستم
حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

از علیؑ با دلم ثنا خوانم — شاہ اقلیم ھل اتیٰ خوانم
مالکِ تختِ قل کفیٰ خوانم — وارثِ تاجِ اِنّما خوانم
حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

سرورِ ہر کہ مرتضیٰ باشد — بے شک آن شخص اولیا باشد
سرورِ دینِ مصطفیٰ باشد — وردِ آں نامِ مرتضیٰؑ باشد
حیدریم قلندرم مستم

Marfat.com
Marfat.com

آنچہ در وصفِ مصطفیٰ گویم　　سرِ اسرار بر ملا گفتم
ہمہ از نعتِ مرتضیٰؑ گفتم　　حرفِ حق راست بر سخا گفتم
حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

یا علیؑ من ز تو ترا خواہم　　چوں نصیری دگر کرا خواہم
در دو عالم بگو کرا خواہم　　جز تو کیست تا ورا خواہم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم
حیدریم قلندرم مستم

چاردہ تن شفیع عصیانم　　مہر ایشاں بجان ایمانم
دمبدم نام ایشاں ہمی خوانم　　غیر ازیں چاردہ نمی دانم
حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

حضرت سیدۃ النساء زہرا　　زیب ازیافت عصمت و تقویٰ
ہست مقصومہ او سبزد خدا　　می کنم لعن دشمنِ او را
حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

نور تاباں ز مہر شاہ نجف　　حسنؑ مجتبیٰ بود اشرف
دامنِ او بود مرا در کف　　نیست باکے مرا خوف زلف

Marfat.com
Marfat.com

حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

گوہرِ بحرِ شاہوارِ علیؑ — شاہِ مظلوم حسینؑ ابنِ علیؑ
چوں بدر عالمی خفی و جلی — دشمنش را زنم ز تیغ بلی

حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

نورِ چشمِ شہیدِ کربِ بلا — عابدین شاہ رضا بقضا
آدم ابتدائے آلِ عباؑ — لعن خصمش کنم بہ صبح و مسا

حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

آں نبیؐ صورتِ علیؑ افعال — باقرِؑ دیں پناہ نیک خصال
نطقِ اُو نطقِ ایزدِ متعال — دلم از مہرِ اوست مالا مال

حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

وارثِ دینِ پاکِ پیغمبرؐ — مذہبِ شرعِ صادقِ جعفرؑ
واقفِ سرِّ خالقِ اکبر — ہست تشبیہ شانِ پیغمبرؐ

حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

Marfat.com
Marfat.com

موسیٰ کاظم است امام تقی — ہست اسلام را ازور دلق
دشمنِ اوست کافرِ مطلق — بشنوائے خارجی سگ و احمق
حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم

شاہِ دینِ علیؑ رضاست بگو — وصی نفسِ مصطفیٰ است بگو
بلکہ خود عینِ مصطفاست بگو — خصم او دشمنِ خدا است بگو
حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

القبا با نقیؑ تمام کنم — تقیؑ آن تقیؑ امام کنم
فیضِ او بہرِ خاص و عام کنم — لعن بر دشمنش مدام کنم
حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

قبلۂ دینِ من علیِؑ نقی — پاک و معصوم ہست مثلِ علیؑ
مہرِ او ہست مہرِ دینِ نبیؐ — گشت اعدائے او لعین و شقی
حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علیؑ ہستم

حسنؑ عسکری بعد او چو حسنؑ — انس و جاں را امام شاہِ زمن
خلقِ او بود چوں نبی احسن — حاسدش را منم عیاں دشمن
حیدریم قلندرم مستم

Marfat.com
Marfat.com

حضرت سید عثمان مروندی
المعروف لعل شہباز قلندرؒ

پیدائش

سندھ کے مشہور ومقبول قدیم بزرگ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ چھٹی صدی ہجری کے آخر میں تبریز کے قریب ایک گاؤں مروند میں ۵۷۳ھ (۱۱۷۷ء) میں پیدا ہوئے۔آپؒ کے والد صاحب کا نام حضرت سید کبیر رحمۃ اللہ علیہ تھا۔عقیدت مندوں میں یہ روایت عام طور پر بیان کی جاتی ہے کہ آپؒ کی ولادت سے پہلے آپؒ کے والد سید کبیر نے خواب میں دیکھا تھا کہ قلندروں کی جماعت دف بجا کر گا رہی تھی ہے۔اور بلند آواز سے کہتی جاتی ہے کہ سید کبیرؒ کا بیٹا قلندروں میں ''امیر قلندر'' ہوگا۔کچھ عرصہ کے بعد آپؒ پیدا ہوئے تو آپؒ کے والد ماجد نے گہوارہ میں آپؒ کی حرکات وسکنات کو دیکھ کر یقین کرلیا کہ میرا خواب سچا تھا اور اس بچے میں ابھی سے قلندرانہ رنگ دکھائی دے رہا ہے۔

اصلی وطن

آپؒ کا اصلی وطن طروند تھا۔اس جگہ کو تاریخ سندھ اور موج کوثر میں مہمند بھی کہا گیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ یہ جگہ تبریز نہیں بلکہ ہرات کے قریب افغانستان کے علاقہ میں واقع تھی۔بعض لوگوں نے اس جگہ کا نام مروند بھی بیان کیا ہے:۔

نسب نامہ

حضرت لعل شاہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ سادات خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت امام محمد تقی ابن حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے۔صوفیائے

Marfat.com
Marfat.com

سندھ کے مصنف نے سلسلہ نسب اس طرح بیان کیا ہے۔

"حضرت عثمان مروندی المعرف حضرت لعل شہباز قلندرؒ ابن حضرت سید کبیرؒ ابن حضرت سید شمس الدینؒ ابن حضرت سید نور شاہؒ، ابن حضرت سید محمد شاہ، ابن حضرت سید احمد شاہؒ ابن حضرت سید ہادی شاہؒ ابن حضرت مہدی شاہؒ ابن حضرت سید منتخب شاہؒ ابن حضرت سید غالب شاہؒ ابن حضرت سید منصور شاہؒ ابن حضرت سید اسمٰعیل شاہؒ ابن امام محمد تقیؒ ابن امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ"

حضرت امام جعفر صادقؒ

حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ اہل طریقت اور تصوف کے پیشوا تھے۔ آپؒ کی ذات سے صوفیوں کے خانوادے روشن ہوئے۔ جس سال حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس دنیا میں آنکھ کھولی آپؒ اس سال ۸۰ ھ میں بمقام مدنیہ طیبہ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد حضرت امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ سے علم حاصل کیا اور بہت بڑے پائے کے عالم اور امام ہوئے۔ آپؒ کے دادا صاحب کا نام حضرت امام زین العابدینؒ تھا اور وہ کربلا میں اپنے والد حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ۶۱ ھ کے محرم میں موجود تھے۔ شادی ہو چکی تھی اور حضرت امام محمد باقر صاحبؒ کی عمر چار سال کے قریب تھی کربلا سے یہ دونوں صحیح سلامت مدینہ منورہ آ گئے تھے اور تمام زندگی مدینہ منورہ میں رہے۔ حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے اڑسٹھ سال کی عمر میں مدینہ شریف میں وفات پائی جبکہ ۱۴۸ ھ کے رجب کی ۲۲ تاریخ تھی۔

دوسرا بیان

حیات نامہ قلندری کا بیان ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا پورا نام سید محمد عثمان حنفی تھا اور آپ کے والد صاحب کا نام سید محمد احمد کبیر الدینؒ تھا۔ آپؒ آذربائیجان کے صدر مقام تبریز سے چالیس میل دور مغرب کی جانب ایک گاؤں مرند میں پیدا ہوئے

Marfat.com
Marfat.com

تھے مگر مرندی کی بجائے کتابوں میں ان کو مروندی لکھا گیا ہے اس غلطی کی وجہ سے ان کا پیدائشی مقام افغانستان کے قریب مروند تصور کر لیا گیا ہے۔آپؒ کا سلسلہ نسب تیرھویں پشت میں حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے مل جاتا ہے۔حضرت لعل شہباز قلندرؒ کی والدہ مروند کے حاکم سلطان شاہ کی نواسی تھیں۔ مقام پیدائش کی طرح ان کی تاریخ ولادت میں بھی اختلاف ہے۔بعض کتابوں میں ۵۸۳ھ لکھی ہے جبکہ تذکرہ صوفیائے سندھ میں ۵۷۳ھ بیان کی گئی ہے اور یہ زیادہ صحیح ہے۔اسی طرح حیات نامہ قلندری میں سال ولادت ۵۳۸ھ بیان کیا گیا ہے اور وفات کی تاریخ ۶۵۰ھ لکھی ہے۔اور ثبوت میں ایک تاریخی قطعہ بھی لکھا ہے جو درج ذیل ہے:۔

بجو تاریخ شمس الدین عثمان　　بدر کن رنج از ملک کرامت

سن عمرش ولی ۱۱۲ وفاتش ۵۳۸　　سروش غیب می گوید وفاتے

والدہ صاحبہ کو بشارت

بعض راویوں کا بیان ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ جب اپنی والدہ صاحبہ کے پیٹ میں تھے تو ایک دن رات کو خواب میں حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا تشریف لائیں اور ان سے فرمایا کہ اے میری بیٹی تم کو یہ بشارت سنانے آئی ہوں کہ تمہارا فرزند اللہ تعالیٰ کا محبوب اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کا برگزیدہ اور نامور قلندر ہوگا۔اور اس کی ذات سے اللہ تعالیٰ اپنے بہت سے گنہ گار بندوں کو توبہ کی توفیق عطا فرمائے گا۔اے میری بیٹی جب یہ پیدا ہو تو اس کے دونوں کانوں میں بلند آواز سے کلمہ طیبہ **لاالٰہ الااللّٰہ محمّد الرّسول اللّٰہ** کی آواز پہنچا دینا اور اپنے فرزند عالی قدر سے میرا اسلام کہہ دینا۔چنانچہ آپؒ کی والدہ صاحبہ نے اس خواب کو اور بشارت کو یاد رکھا اور جب لعل شہباز قلندر صاحبؒ پیدا ہوئے تو والدہ صاحبہ نے ان کے کہنے کے مطابق عمل کیا اور یقین کر لیا کہ میرا فرزند اللہ تعالیٰ کا محبوب اور اللہ تعالیٰ کے دین کا ضرور بہت بڑا خیر خواہ ہوگا۔

Marfat.com
Marfat.com

حضرت رابعہ بصریہؒ

تذکرۃ اولیاء کے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ رابعہ بصریہ بھی اپنے دور کی نامور قلندر تھیں۔ حضرت حسن بصریؒ کے زمانہ میں عورتوں کو دین کی طرف بلانے کے سلسلہ میں بڑے کارنامے انجام دیئے تھے۔ علم، عبادت اور ریاضت میں ان کا نام بزرگوں کے حلقے میں بڑے احترام سے اور عقیدت سے لیا جاتا تھا۔ تمام زندگی شادی نہیں کی۔ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں خود کو اتنا محو رکھا کہ دنیا کا کبھی خیال بھی نہیں آیا۔ جو وقت پر مل گیا اسی پر اکتفا کر لیا۔ دوسرے وقت کے لئے بچا کر رکھنے کا کبھی خیال پیدا نہیں ہوا۔ ایک روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین رکھتے ہیں ان کو بڑا بلند درجہ حاصل ہوتا تھا۔
ایک مرتبہ ظہر کی نماز کے بعد کھانا کھانے کا خیال کر رہی تھیں کہ اتنے میں چند مہمان آ گئے۔ خادمہ نے عرض کیا کہ آٹھ آدمی ہیں اور دو ہم لوگ ہیں۔ اور اس طرح دس ہوتے ہیں مگر باورچی خانہ میں روٹیاں صرف دو ہیں۔ لہذا آپ فرمائیں تو روٹیاں اور زیادہ مہیا کر لوں۔ یہ بات ہو ہی رہی تھی کہ دروازے پر سائل نے آواز دی کہ اللہ کے نام پر کھانا دیجئے۔ حضرت رابعہ بصریہؒ نے خادمہ سے فرمایا کہ وہ دونوں روٹیاں سائل کو دے دو خادمہ نے دیدیں۔ حضرت رابعہ بصریہؒ پردے کی آڑ سے مہمانوں کو اپنے ارشادات سے نوازتی رہیں۔ تھوڑی دیر گزرنے پائی کہ محلے کی ایک عورت نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ فلاں صاحب کی بیوی نے آپؒ کے لئے یہ گوشت اور روٹیاں بھیجی ہیں۔ آپؒ نے خادمہ سے فرمایا کہ روٹیاں شمار کرو کہ کتنی ہیں۔ خادمہ نے روٹیاں گننے کے بعد عرض کیا کہ اٹھارہ ہیں۔ حضرت رابعہ بصریہؒ نے کھانا لانے والی سے فرمایا کہ روٹیاں بیس ہونا چاہئیں۔ دو کم کیوں ہیں۔ عورت نے عرض کیا کہ میری غلطی ہے۔ میری مالکہ نے تو مجھے یہی کہا تھا کہ بیس روٹیاں اور گوشت لے جاؤ۔ چنانچہ عورت واپس گئی اور دو روٹیاں دوبارہ لے کر آئی۔ مہمان صاحبان سب اس کیفیت کو بڑے تعجب سے دیکھ رہے تھے۔ آپؒ نے فرمایا کہ تعجب کی کیا بات ہے۔ میں نے سائل کو اللہ کے نام پر دو روٹیاں دیں تھیں اور میرا اللہ فرماتا ہے کہ ہم ایک کے بدلے میں

Marfat.com
Marfat.com

دس دیتے ہیں۔ مجھے یقین تھا کہ روٹیاں بیس سے کم نہیں ہوسکتیں۔آپؒ نے قرآن شریف کی ایک آیت تلاوت فرمائی:۔

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا

"جوایک نیکی کرتا ہے ہم اس کودس نیکیوں کا ثواب دیتے ہیں۔"

حضرت رابعہ بصریؒ پہلی صدی ہجری کی قلندر ہیں اور قلندروں میں بڑی شان رکھتی ہیں۔آپؒ نے دین کی خدمت کرنے میں اپنی پوری زندگی گزار دی وہ ہر بات کا جواب قرآن شریف سے دیتی تھیں اور صاحب نظر و کمال تھیں۔ کہتے ہیں کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ اکثر رابعہ بصریہؒ کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔انہوں نے ان سے روحانی فیض حاصل کیا تھا:۔

ابتدائی تعلیم

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں مروند میں حاصل کی۔سب سے پہلے آپؒ نے قرآن شریف پڑھا اور دین کے ابتدائی مسائل نماز روزے اور طہارت کے متعلق سیکھے۔چھ برس کی عمر میں اس فارغ ہو گئے تو قرآن پاک حفظ کرنا شروع کر دیا۔سات برس کی عمر میں حافظ قرآن ہو گئے اور علوم اسلام کے سیکھنے کا سلسلہ شروع کر دیا۔اور بڑی جلدی اس قابل ہو گئے کہ اپنے گاؤں سے باہر جا کر علمائے اسلام سے استفادہ کریں مگر آپ کی والدہ صاحبہ پسند نہیں کرتی تھیں کہ اپنے سے دور رکھا جائے۔

ماں کی اطاعت وخدمت

حضرت قلندر صاحبؒ بیس برس کی عمر تک اپنی والدہ ہی کے پاس رہے، دل تو چاہتا تھا کہ گاؤں سے باہر علماء کی خدمت میں جا کر علم دین حاصل کریں اور بحر علوم میں غوطہ لگائیں مگر جب ارادہ کرتے تو ماں کی اطاعت راستہ روک کر کھڑی ہو جاتی، اور آپؒ حصول علم پر والدہ کی اطاعت اور خدمت کو ترجیح دیتے اور اپنا ارادہ ملتوی فرما دیتے۔ یہ سلسلہ بیس

Marfat.com
Marfat.com

سال کی عمر تک چلتا رہا اور آپؒ نے جوانی وشباب کے ایام والدین کی خدمت واطاعت میں گزار دیئے۔

والدین کا انتقال

حضرت قلندر صاحبؒ کے والد ماجد حضرت سید کبیر الدین صاحبؒ نے تھوڑی عمر میں اس وقت انتقال کیا جب حضرت قلندر صاحبؒ کی عمر شریف صرف ۱۸ سال کی تھی۔ آپؒ اپنے والد صاحبؒ کی حیات ہی میں حافظ قرآن ہو چکے تھے۔آپؒ کے والد صاحبؒ بھی چاہتے تھے کہ فرزند دل بند کو علماء کی خدمت میں حاضر کریں مگر قلندر صاحبؒ کی والدہ کی محبت مانع ہوتی تھی۔ آخر آپؒ اللہ کو پیارے ہو گئے اور حضرت قلندر صاحبؒ کی پوری نگرانی والدہ صاحبہ کے ذمہ آ گئی۔ عمر کا بیسواں سال شروع تھا کہ آپؒ کی والدہ صاحبہ نے بھی داعی اجل کو لبیک کہا اور قلندر صاحبؒ کو مغموم وہراساں چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ والدہ صاحبہ کی وفات کے بعد چند ماہ آپؒ کی طبیعت بڑی غمگین اور ملول رہی آخر اللہ تعالیٰ نے صبر عطا کیا اور آپؒ نے سامان سفر درست کیا اور گاؤں سے باہر حصول علم دین کی غرض سے قدم نکالا۔علم کی لگن اور طریقت سے پیدائشی وفطری لگاؤ آپؒ کو بہت سے مقامات پر لے گیا اور آپؒ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔

بیعت وخلافت

حضرت قلندر صاحبؒ درحقیقت پیدائشی ولی تھے۔ دنیا میں آتے ہی کرامتوں کا ظہور شروع ہو گیا تھا اور لوگوں کی نظروں میں آپؒ کی ذات گھر سے لیکر مکتب ومدرسہ تک وجہ عقیدت بن گئی تھی۔خود آپؒ کے والدین اس بات پر پورا یقین رکھتے تھے کہ فرزند محمد عثمان عرف لعل شہباز قلندرؒ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا ظہور ہیں اور ان میں وہ تمام آثار اور علامات موجود ہیں جو ایک مادرزاد ولی میں ہونا چاہیے اس لئے وہ فرزند سے غیر معمولی محبت کرنے لگے تھے۔ ابھی سن شعور وشباب شروع ہی ہوا تھا کہ مروند کے نامور بزرگ حضرت

Marfat.com
Marfat.com

شیخ ابو اسحاق بابا ابراہیم قادری رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے جدامجد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے عالم خواب میں آگاہ کیا اور کہا کہ مروند میں محمد عثمان (لعل شہباز قلندر) کی طرف توجہ کریں اور راہ سلوک کے منازل طے کرانے میں پوری پوری کوشش کریں۔ حضرت بابا ابراہیم صاحبؒ نے اس خواب کے بعد آپؒ سے ملاقات فرمائی اور ایک ہی نظر میں ہونہار صاحبزادہ کو سینہ سے لگالیا۔ حضرت قلندر صاحبؒ نے محسوس کیا کہ بابا ابراہیم صاحبؒ ایک طرح سے جانے پہچانے سے معلوم ہوتے ہیں دن بدن ان کی محبت دل میں گھر کرنے لگی آخر ایک دن عصر کے بعد بابا ابراہیم صاحبؒ قادری نے مروند کے مشائخ کو جمع کیا اور اس خصوصی تقریب میں حضرت قلندر صاحبؒ کو سلسلہ قادریہ میں داخل فرما کر سلوک و معرفت کی منازل طے کرانا شروع کر دیں۔

بابا ابراہیم قادریؒ

حضرت بابا ابراہیم صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ کو مروند اور اطراف کے علاقوں میں بڑی مقبولیت حاصل تھی اور آپؒ طریقت وحقیقت کے نامور عارف کامل سمجھے جاتے تھے۔ آپؒ کا سلسلہ دو واسطوں سے حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا تھا۔ یعنی وہ حضرت مرتضٰی سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کے مریفد تھے اور ان کو شرف بیعت حاصل تھا۔ حضرت محبوب سبحانی غوث صمدانی میران محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی حسنی حسینی رحمۃ اللہ علیہ سے۔ قلندر صاحبؒ ایک سال متواتر حضرت بابا ابراہیم صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مصروف عبادت وریاضت رہے اور اس قلیل مدت میں آپکا قلب اتنا منور ہوگیا کہ حضرت بابا ابرہیم صاحبؒ نے مشائخ مروند وہرات کی ایک خصوصی مجلس میں قلندر صاحبؒ کو قلندریہ سلسلہ کی دستار خلافت سے نواز دیا اور اسطرح آپؒ اوائل عمر میں قادریہ سلسلہ سے وابستہ ہوکر اس سلسلہ کے اہل معرفت میں شمار ہونے لگے۔

حضرت شیخ منصورؒ کی خدمت میں

صوفیائے سندھ کے مصنف لکھتے ہیں کہ حضرت بابا ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ سے

Marfat.com
Marfat.com

شرف بیعت کے بعد کچھ عرصہ تک حضرت قلندر صاحبؒ نے شیخ منصور رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اکتساب فیض کیا اور راہ طریقت میں استقامت وکرامت سے نوازے گئے۔

حضرت شیخ منصورؒ

حضرت شیخ منصور رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق تاریخ وتذکرہ میں کوئی خاص ذکر نہیں ملتا ہے۔ البتہ اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ آپؒ سادات افغانستان سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے خصوصی نسبت حاصل تھی۔ بہر حال حضرت منصور رحمۃ اللہ علیہ کا تاریخ میں ذکر آئے یا نہ آئے مگر ان کی ذات تصوف وطریقت میں حضرت قلندر صاحبؒ کے لئے بڑی حیثیت رکھتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ حضرت قلندر صاحبؒ سلسلہ تصوف بابا ابراہیم صاحب قادری کے بعد حضرت شیخ منصور صاحبؒ کے بھی مداح نظر آتے تھے اور اکثر ان بزرگوں کا ذکر خیر فرمایا کرتے تھے۔

اعتکاف برمزار حضرت امام رضا علیہ السلام

حضرت شیخ منصورؒ کی خدمت سے فارغ ہونے کے بعد حضرت قلندر صاحبؒ اشارہ غیبی کی بنا پر اپنے وطن مروند سے عراق تشریف لے گئے اور وہاں سے ایران تشریف لائے اور حضرت امام رضا صاحبؒ کے مزار پر انور پر حاضری دی۔ چند دن نماز اور تلاوت سے فارغ ہونے کے بعد مزار پر بغرض فاتحہ حاضر ہوتے رہے اور مراقبہ کا سلسلہ جاری رکھا۔ ایک دن آپ کو باقاعدہ اعتکاف کا حکم ہوا اور آپؒ اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر خانقاہ رضویہ میں معتکف ہوگئے۔ اعتکاف کا سلسلہ چالیس دن جاری رہا۔ اور آخری ایام میں حکم ملا کہ عراق وحجاز میں حاضر ہوں اور وہاں حج بیت اللہ اور زیارت رسول اللہ ﷺ کا شرف حاصل کریں۔ چنانچہ آپ امام رضا صاحبؒ سے روحانی اجازت لینے کے بعد عراق تشریف لے گئے اور سب سے پہلے آپؒ نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر حاضری دی اور چند دن قیام فرمایا۔ پھر اپنے دادا پیر حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی

Marfat.com
Marfat.com

خدمت میں حاضر ہوئے ۔ سلسلہ قادریہ کی اس بنیادی خانقاہ میں آپؒ نے بڑا سکون محسوس کیا اور ایسا معلوم ہوا کہ جیسے ایک تھکا ماندہ مسافر اپنی منزل مقصود کو پا گیا ہو۔

بارگاہ غوثیہ سے حضرت قلندر صاحبؒ نے بڑے روحانی فیوض حاصل کئے ۔ جتنے دن وہاں رہے عبادت سے فراغت کے بعد مزار شریف کے متصل تلاوت اور مراقبہ میں مصروف رہے اور انوار و برکات اور صفائے قلب و روح کی دولتیں حاصل فرماتے رہے۔

بارگاہ قادریت سے اعزاز قلندریؒ

حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف پر آپؒ نے جو روحانی سکون اور قلبی اطمینان حاصل کیا اس کے پیش نظر آپؒ کا دل چاہتا تھا کہ زندگی کے تمام ایام خانقاہ قادریہ غوثیہ میں گزار دیئے جائیں مگر قدرت نے آپؒ کے لئے سندھ کی سرزمین پسند فرمائی تھی اس لئے کسی جگہ بھی رہنے اور رکنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا ۔ چنانچہ جب تک حکم مالک ہوا آپ حاضر رہے اور ایک ایسا بھی وقت آیا کہ حضرت غوث پاک علیہ الرحمۃ خواب میں جلوہ فرما ہوئے ،اور حضرت قلندر صاحبؒ کو سینے سے لگاتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ عثمان تم ہمارے قلندر ہو، اب تمہارا کام ہو چکا ہے ۔ بغداد سے مکہ جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے گھر کا قرب حاصل کرو۔ حضرت قلندر صاحبؒ بیدار ہوئے اور اسی وقت مکہ کی نیت سے روانہ ہو گئے ۔

بیت اللہ کا دیدار

حضرت قلندر صاحبؒ حسب الحکم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بغداد سے مکہ کے لیے روانہ ہوئے ۔ بغداد سے حجاز تک پا پیادہ سفر کیا اور راستے میں جملہ مقامات مقدسہ کی زیارت کا شرف حاصل کرتے ہوئے مکہ مکرمہ پہنچے ۔ ارادت مندوں کے بیان کے مطابق بغداد سے کربلائے معلیٰ حاضر ہوئے اور جملہ شہدائے کربلا رضی اللہ عنہم خصوصاً حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے مزارات پر حاضری دی ۔ چند دن مقیم رہ کر نجف

Marfat.com
Marfat.com

اشرف گئے اور حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہٗ کے مزار مبارک پر حاضرہ کر روحانی استفادہ حاصل کیا اور اپنے دادا پیر حضرت غوث صمدانیؒ کے ارشاد کے مطابق مکہ مکرمہ کی نیت سے روانہ ہوگئے ۔ راستہ میں جہاں سے بھی گزر ہوا وہاں کے آثار مقدسہ اور مزارات متبرکہ پر حاضر ہوتے رہے اور فاتحہ پڑھتے رہے ۔ زمین حجاز پر قدم رکھا تو آنکھیں دیدار کعبہ کے لئے انتظار کی گھڑیاں گنتی رہیں اور دل اس سعادت عظمیٰ کے لئے تڑپنے لگا ۔ حرم شریف میں داخل ہوئے ۔ نظریں کعبہ شریف پر جم گئیں اور دل اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال کے تصور سے لرزنے لگا ۔ طواف کعبہ سے فارغ ہوئے تو مقام ابراہیم علیہ السلام میں سجدہ ریز ہوئے ۔ پھر چاہ زمزم پر آئے اور آب زمزم پیا اور سعی صفا و مروہ کی سعادت حاصل کی ۔

حضرت قلندر صاحبؒ جب مکہ معظمہ پہنچے تو حج بیت اللہ میں تین ماہ کی دیر تھی ۔ آپؒ تین ماہ مکہ مکرمہ ہی میں مقیم رہے اور یہ تمام دن آپ نے عبادت وریاضت میں گزارے ۔ دنیائے اسلام سے تشریف لائے ہوئے مشائخ وعلماء کی خدمت میں حاضری دیتے اور استفادہ فرماتے حج کی سعادت سے مشرف ہونے کے بعد آنکھیں مدینۃ الرسول ﷺ کی جانب اٹھنے لگیں اور آپؒ ماہ محرم کے شروع میں حجاج کے ایک قافلہ کے ساتھ مدینہ طیبہ کے لئے پاپیادہ روانہ ہوگئے ۔

مدینہ شریف میں حاضری

حضرت قلندر صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ نے رسول پاک ﷺ سے پیدائشی عشق عطا فرمایا تھا ۔ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تک کا پورا سفر آپؒ نے بڑے اشتیاق اور شوق دیدار سے پورا کیا ۔ راستہ بھر دیدار مصطفیٰؐ کے شوق میں ساعتیں کاٹتے رہے آخر وہ وقت آگیا جب گنبد خضرا سے آنکھوں نے نور وسکون حاصل کیا ۔ مسجد نبویؐ میں حاضر ہوئے اور پھر بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں سلام عرض کی ۔ دیر تک سر جھکائے فخر کونین ﷺ کی خدمت میں اپنے عقیدت ومحبت کے پھول پیش کرتے رہے ۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت قلندر صاحبؒ گیارہ مہینے مدینہ طیبہ میں مقیم رہے اور دیار رسول ﷺ کی برکتوں سے مستفیض ہوتے رہے ۔ اور پھر اسی

Marfat.com
Marfat.com

جگہ سے آپؒ کو اشارہ ہوا کہ ہندوستان میں اللہ تعالیٰ کے بندے تمہاری ملاقات کے منتظر ہیں۔ ان کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے تمہیں مقرر فرمایا ہے۔ اب وہیں جاؤ اور سندھ و پنجاب کے باشندوں کو دین کی دولت سے مالا مال کرو۔

دوسرا حج بیت اللہ شریف

حضرت قلندر صاحبؒ نے قدرتی اشارہ کی پوری پوری پابندی کی اور اس پر عمل کرنے کے لئے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آخری سلام اور آخری التجائیں عرض کرنے کے بعد ذیقعدہ کے شروع میں مکہ معظمہ کیلئے روانہ ہوگئے۔ مکہ مکرمہ میں کچھ عرصہ قیام فرمایا۔ دوسرا حج ادا کیا اور پھر آپؒ عراق واپس آئے۔ دیار غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ میں پہنچ کر خانقاہ غوثیہ میں حاضری دی۔ مزار مبارک پر سلام عرض کیا اور حکم کی تعمیل سے جو سعادت وشرف حاصل ہوا تھا اس کے سلسلہ میں روح غوث پاکؒ سے دیر تک راز و نیاز ہوتے رہے اور یہ بھی عرض کر دیا کہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضری کے بعد ہندوستان جانے کا حکم ملا ہے چند روز قیام کے بعد روح غوث پاکؒ سے مستقبل کی کامیابی کیلئے دعا کی درخواست کی اور عازم ہندوستان ہوگئے۔

خانقاہ غوثیہؒ سے روانگی

حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت قلندر صاحبؒ کی عقیدت عشق کی حد تک پہنچی ہوئی تھی۔ اور یہ دولت حضرت بابا ابراہیم قادری رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے سے حاصل ہوئی تھی۔ پہلی حاضری اور دوسری حاضری میں جتنے دن آپؒ بغداد میں حاضر رہے حضرت غوث صمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر رہ کر فیض و برکات حاصل کرتے رہے۔ اگر اشارہ غیبی نہ ہوتا تو شاید آپؒ اپنی زندگی خانقاہ غوثیہ کی جاروب کشی میں گزار دیتے مگر قدرت آپؒ سے سندھ میں اسلام کی خدمت لینا چاہتی تھی اس لئے دربار غوثیہ سے اجازت لینے کے بعد آپؒ عازم سندھ ہوگئے تاکہ غیبی اشارہ کے مطابق عمل کر کے

Marfat.com
Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کریں۔

ایران ومکران میں قیام

بغداد شریف سے سندھ کے لئے روانہ ہوئے تو پہلے ایران تشریف لائے اور حضرت امام رضا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ مبارک پر حاضری دی۔ یہ دوسری حاضری تھی۔ مختصر قیام میں بہت کچھ حاصل کیا۔ اس کے بعد ایران اور اس کے اطراف میں مقیم مشائخین سے ملاقاتیں فرمائیں۔ سب سے فیضیاب ہوتے ہوئے اور سب کی دعائیں لیتے ہوئے مکران میں تشریف لائے۔ چند روز قیام فرمایا اور مکران میں خدمت اسلام کے فریضہ کو انجام دینے والے بزرگوں سے ملاقات فرمائی۔ علماء اور مشائخ سبھی کی خدمت میں حاضری دی۔ جہاں بھی گئے اور جس سے بھی ملے ہر جگہ نظر محبت سے نوازے گئے۔ بس ایک ہی خیال تھا کہ سندھ کی سرزمین پر پہنچوں اور وہ فریضہ ادا کروں جس کے لئے غیبی اشارہ ملا ہے۔ چنانچہ مشائخین کرام سے اس مقصد میں حصول کامیابی کے لئے دعائیں کراتے ہوئے مکران سے علاقہ سندھ میں داخل ہوگئے۔

سندھ میں آمد

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ مکران سے براستہ بلوچستان سندھ میں تشریف لائے۔ مگر قدرت کو ابھی یہ بات منظور نہیں تھی کہ آپؒ اپنے اصلی مقام (سہون شریف) میں قیام پذیر ہوں۔ اس لئے آپؒ بہت تھوڑے دن سندھ میں ٹھہرے اور پاک وہند کے بعض نامور بزرگوں کی ارواح سے روحانی استفادہ کے لئے سندھ سے مارواڑ کی سرزمین کو طے کرتے ہوئے سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں اجمیر شریف حاضر ہوگئے۔

اجمیر ودہلی کی حاضری

حضرت قلندر صاحبؒ نے اجمیر شریف میں چالیس دن سے زیادہ قیام کیا اور اس

Marfat.com
Marfat.com

عرصہ میں اپنا تمام وقت عبادت وریاضت کے علاوہ حضرت خواجہ صاحبؒ میں حاضررہ کر مراقبہ میں صرف کیا۔ اس دربار کی حاضری سے آپؒ بہت مسرور ہوئے اور باطنی فیوضات سے مالا مال کئے گئے۔ کہتے ہیں کہ آپؒ عصر کے وقت درگاہ شریف میں آتے تھے اور صبح فجر تک بیدار رہ کر حضرت خواجہؒ سے روحانی استفادہ فرماتے رہتے تھے۔ دن کا حصہ مزار شریف سے متصل اس پہاڑی پر گزارتے تھے جس کو تاراگڑھ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ غرض اجمیر شریف میں آپؒ کی حاضری پسند کی گئی اور آپؒ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے باطنی اشارہ کو پاکر اجمیر سے عازم دہلی ہوگئے۔

دہلی میں حضرت لعل شہباز قلندر صاحبؒ نے سب سے پہلے حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دی اور ایک چلہ پورا مصروف عبادت وریاضت رہے اس کے بعد دوسرے بزرگوں کے مزارات پر ایصال ثواب کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت قطب الاقطابؒ کے یہاں حاضری سے حضرت قلندر صاحبؒ کو بہت کچھ ملا اور حضرت قطب الاقطابؒ نے اپنے مہمان کو بہت اچھی طرح نوازا اور بڑی محبت کے ساتھ روحانی اشارہ فرمایا کہ وہ کرنال میں بوعلی شاہ قلندرؒ سے نیاز حاصل کرتے ہوئے ملتان چلے جائیں کیونکہ ملتان کی حاضری کے بعد ان کی اصلی منزل سامنے آئے گی اور وہ اپنا کام انجام دے سکیں گے۔

حضرت لعل شہبازؒ کی حضرت بوعلی قلندرؒ سے ملاقات

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ دہلی سے رخصت ہوکر حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کی خدمت میں پانی پت پہنچے اور کچھ عرصہ ان کی خدمت میں حاضر رہ کر منازل سلوک طے کئے اور قلندری کے ان رموز کو حاصل کیا جن کو کسی قلندر ہی کی خدمت میں رہ کر حاصل کیا جاسکتا ہے۔ حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے آپؒ کی طرف پوری توجہ فرمائی۔ جب تک رہے بڑی محبت سے پیش آتے رہے اور جب پورے طور پر فیضیاب ہوچکے تو حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا عثمان (لعل شہباز) تم ہمارے دوست ہو ہم تم سے محبت

Marfat.com
Marfat.com

کرتے ہیں۔تمہارا راستہ صاف ہو چکا ہے ہم تم کو یہیں کہیں رہنے کا حکم دیتے مگر اس علاقہ میں بہت قلندر ہیں اور سندھ کی زمین پر تم جیسے قلندر کی ضرورت ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ سندھ کی جانب جایئے۔ پہلے ملتان میں قیام کیجیے اس کے بعد اپنا مستقل مستقر تلاش کیجئے۔ مجھے امید ہے کہ سندھ کی سرزمین پر بسنے والے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو تمہاری ذات سے بہت فیض پہنچے گا۔

حضرت لعل شہباز صاحبؒ نے اپنے محسن ومخلص حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے مشورہ کو قبول فرمایا اور پانی پت سے رخصت ہو کر ملتان تشریف لائے اور اس علاقہ کے مشاہیر اولیاء اللہؒ کی خدمت میں رہ کر مصروف ریاضت ہو گئے۔

حالات بوعلی شاہ قلندرؒ

حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا نام شیخ شرف الدین تھا اور وہ بوعلی شاہ قلندر کے نام سے مشہور تھے۔آپؒ پانی پت میں ۶۰۵ھ میں پیدا ہوئے۔آپؒ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے۔حضرت امام صاحبؒ ۸۰ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے تھے اور ۱۵۰ھ میں آپؒ نے بغداد میں وفات فرمائی۔آپؒ کا نام نعمان اور والد کا نام ثابت اور دادا کا نام زوطی تھا۔ جو پارسی سے حضرت علیؓ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے۔حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کے اجداد کوفہ اور بغداد سے ہندوستان آگئے تھے اور پانی پت میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔سلسلہ نسب سیر الاقطاب نے اس طرح بیان کیا ہے۔

''بوعلی شاہ قلندر بن سالار فخر الدین، بن سالار حسن، بن سالار عزیر بن ابو بکر غازی، بن فارسی، بن عبدالرحمن، بن عبدالرحیم بن محمد، بن وانک، بن امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ۔

مگر امام صاحب کی اولاد کے حالات پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس شجرہ میں کوئی بڑی بھول ہو گئی ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ یہ شجرہ کہاں تک درست لکھا گیا ہے اور کیا چیز رہ گئی ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

حضرت بوعلی شاہ صاحبؒ بیس سال کی عمر میں علوم ظاہری سے فارغ ہو گئے اور دہلی میں قطب مینار کے قریب سکونت اختیار کر لی اور پھر بیس سال تک اسی جگہ آپؒ درس وتدریس میں مشغول رہے۔ اس زمانہ میں مولانا قطب الدینؒ، مولانا وجیہ الدینؒ پاٹلی، قاضی ظہور الدین بجوریؒ، قاضی حمید الدینؒ اور فخر الدین پاٹلیؒ جیسے نامور علماء موجود تھے اور سب کو حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کے علمی کمالات کا اعتراف تھا اور سب عزت کی نظر سے دیکھتے تھے۔

رنگ قلندری کی ابتداء

درس وتدریس کا سلسلہ جاری تھا کہ اچانک تصوف کا رنگ غالب آنے لگا، جذب وسکر کی حالت طاری ہونے لگی اور آپؒ ریاضت اور مجاہدہ میں مصروف رہنے لگے۔ درس وتدریس کا سلسلہ بند ہو گیا کتابیں ایک طرف رہ گئیں اور طلباء سے دل ہٹ کر کسی اور طرف لگ گیا۔ بہت دنوں تک جنگلوں اور ویرانوں میں رہتے رہے۔ پھر کرنال اور پانی پت کے اطراف میں جنگلوں کو اپنا مسکن بنائے رکھا۔ قریب کے گاؤں بڈھا کھیڑا میں مصروف عبادت رہے اور پھر کرنال کو مستقل ٹھکانہ بنالیا۔

خلافت کا اعزاز

حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدا میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت فرمائی اور خلافت حاصل کی اور پھر اس کے بعد حضرت سلطان نظام الدین اولیاء دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا دور شروع ہوا تو ان سے بھی خلافت کا اعزاز حاصل کیا۔ آپؒ آخر زندگی تک کرنال میں مقیم رہے قیام کی مدت ۸۰ سال کے قریب بتائی جاتی ہے۔ اس طویل عرصہ ہزاروں اللہ تعالیٰ کے بندوں کو آپؒ کی دعاؤں سے فیض پہنچا اور بہت سی کرامات کا ظہور ہوا۔

قلندر صاحبؒ اور دودھ کا پیالہ

حضرت صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک خلیفہ شمس الدین ترکؒ کو پانی پت

Marfat.com
Marfat.com

کرنال بھیجا اور فرمایا، جاؤ تم وہاں رہو اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کو فیض پہنچاؤ۔ چنانچہ ترک صاحبؒ جب پانی پت کرنال میں تشریف لائے تو آپؒ نے ایک پیالہ دودھ سے بھرا ہوا اپنے خادم کے ہاتھ قلندر صاحبؒ کی خدمت میں بھیجا۔ قلندر صاحبؒ نے گلاب کے پھول کی پتیاں دودھ پر ڈال دیں اور پیالہ واپس کر دیا۔ ترک صاحبؒ یہ صورت دیکھ کر ہنسے۔ خدام نے پوچھا کہ آپ کے ہنسے کی کیا وجہ ہے؟

آپؒ نے فرمایا کہ دودھ کا پیالہ حضرت قلندر صاحبؒ کی خدمت میں بھیجنے کی غرض یہ تھی کہ حضرت صابر صاحبؒ نے یہ علاقہ مجھے دیا ہے اور یہاں آپؒ کیلئے کوئی جگہ نہیں ہے گویا جس طرح پیالہ دودھ سے بھرا ہوا ہے اسی طرح یہ جگہ بھی بھری ہوئی ہے۔ مگر بوعلی شاہ قلندرؒ نے گلاب کی چند پتیاں دودھ پر ڈال دیں اور واپس کر دیا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ میں پانی پت کرنال میں اس طرح رہوں گا جس طرح دودھ کے بھرے ہوئے پیالہ میں گلاب کی پتیاں تیر رہی ہیں۔ کچھ لوگوں نے حضرت قلندر صاحبؒ سے بھی اس معمہ کو پوچھا آپؒ نے بھی یہی بات فرمائی۔ چنانچہ اس کے بعد دونوں بزرگ اس علاقہ میں مقیم اللہ تعالیٰ کے بندوں کو فیض پہنچاتے رہے۔ اور ان میں محبت کا سلسلہ قائم رہا۔

خواجہ شمس الدین ترکؒ ترکستان کے رہنے والے تھے۔ والد کا نام خواجہ احمد یسویؒ تھا۔ آپ حضرت علیؓ کی اولاد میں سے تھے۔ خواجہ ترکؒ ہندوستان آئے تو پہلے بابا فرید گنج شکرؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بابا صاحبؒ نے چند سال کے بعد کلیر شریف حضرت صابر صاحبؒ کی خدمت میں بھیجا۔ جہاں گیارہ سال آپ خدمت کرتے رہے۔ گیارہ سال کے بعد غیاث الدین بلبن کی فوج میں بھرتی ہوگئے۔ بہت دن اپنی حالت کو چھپائے رکھا اور بادشاہ کو راز معلوم ہوگیا تو آپؒ نے ملازمت چھوڑ کر پھر حضرت صابر صاحبؒ کی خدمت اختیار کر لی اور اس کے بعد حضرت صابر صاحبؒ نے آپؒ کو پانی پت کرنال جانے کا حکم دیا اور دودھ والا واقعہ پیش آیا۔

Marfat.com
Marfat.com

قلندر صاحبؒ کی نظر

کہتے ہیں کہ پانی پت کرنال کے ایک بڑے رئیس نوجوان اپنے گھوڑے پر سوار چلے جارہے تھے۔ حضرت قلندر صاحبؒ کی نظر ان پر پڑی تو آپؒ نے فرمایا۔ کیا سوار ہے اور کیا گھوڑا ہے۔ اتنا آپؒ نے فرمایا تھا کہ جلال الدین صاحب گھوڑے سے اتر پڑے۔ حضرت قلندرؒ کی خدمت میں پہنچے، حالت بدل گئی تھی۔ کسی بات کا ہوش نہیں تھا۔ برسوں جنگل میں مصروف ریاضت رہے۔ مدت کے بعد واپس خدمت میں لوٹے تو آپؒ نے مرید کیا اور خواجہ شمس الدین ترکؒ کی خدمت میں بھیجا اور فرمایا وہاں کی خدمت تمہارے حصہ میں آئی ہے۔ حضرت جلال الدین صاحبؒ کو تھوڑے ہی دن ہوئے تھے کہ ترک صاحبؒ دنیا سے سفر فرما گئے اور جلال الدین صاحبؒ کو ان کا خلیفہ بنایا گیا۔

حضرت امیر خسروؒ اور حضرت قلندر صاحبؒ

ایک مرتبہ سلطان علاؤ الدین خلجی نے حضرت نظام الدین اولیاءؒ دہلوی کی معرفت حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کی خدمت میں نذرانہ بھیجا، سلطان کا خیال تھا کہ قلندر صاحبؒ نذرانہ لیں گے نہیں اس لئے نذرانہ امیر خسروؒ کے ہاتھ روانہ کیا گیا۔ سلطان جی نے امیر خسروؒ کو ہدایت فرمادی تھی کہ قلندر صاحبؒ جو کچھ فرمائیں تم کچھ اعتراض مت کرنا۔ امیر خسرو صاحبؒ دہلی سے پیدل چل کر پانی پت پہنچے۔ اور خادم کے ذریعہ اپنے آنے کی اطلاع کرائی۔ قلندر صاحبؒ نے اندر بلالیا۔ ملاقات کے بعد فرمایا۔ کچھ سناؤ۔ حضرت امیر خسرو صاحبؒ نے چند اشعار سنائے جن کو سن کر آپؒ بہت خوش ہوئے امیر خسرو صاحبؒ کے اشعار کا پہلا شعر یہ تھا۔

اے کہ گوئی ہیچ سختی چون فراق یار نیست　　گہ امیر وصل باشد آنچنان دشوار نیست

اس کے بعد حضرت قلندر صاحبؒ نے بھی اپنی غزل سنائی جس کا مقطع یہ تھا۔

درس شرف بنور ز لواح ابجدی　　لوح جمال دوست مرا در برابر است

خسرو صاحبؒ غزل سن کر خوب روئے۔ قلندر صاحبؒ نے پوچھا۔ خسرو! کچھ

Marfat.com
Marfat.com

سمجھے بھی؟ حضرت خسروؒ نے جواب میں عرض کیا کہ حضرت اسی بات کا رونا ہے کچھ سمجھا نہیں۔ قلندر صاحبؒ اس جواب سے بہت خوش ہوئے۔ بادشاہ کی نظر قبول فرمالی اور ارشاد فرمایا: اگر سلطان جی بیچ میں نہ ہوتے تو نذر واپس کر دیتا تین دن کے بعد جب امیر خسرو صاحبؒ واپس جانے لگے تو قلندر صاحبؒ نے شاہ دہلی کے نام خط لکھا:۔

"علاؤ الدین فوطہ دار دہلی مقرر داند کہ بابندگان خدائے تعالےٰ نیکو کند"

خط جب سلطان کو ملا تو ایک درباری امیر نے اعتراض کیا کہ سلطان کے لئے فوطہ دار کا لفظ لکھنا سخت توہین ہے۔ سلطان نے جواب دیا یہ بھی غنیمت ہے کیونکہ ایک مرتبہ تو انہوں نے شحنہء دہلی تحریر فرمایا تھا۔ میں تو ان کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے فوطہ دار سے یاد کیا۔

کرامت قلندری

ایک مرتبہ بادشاہ غیاث الدین تغلق اپنے فرزند اور پوتے کو ساتھ لے کر حضرت قلندر صاحبؒ کی خدمت میں گئے۔ حضرت قلندر صاحبؒ نے خدام سے فرمایا کہ بادشاہ کے لئے کچھ کھانے کے واسطے لائیں۔ ایک خادم نے ایک بڑے پیالہ میں کھانا لا کر پیش کیا۔ بادشاہ اور دونوں شہزادے ایک ہی پیالے میں کھانے لگے۔

حضرت قلندر صاحبؒ نے اس منظر کو دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ تین بادشاہ ایک ساتھ کھا رہے ہیں۔ گویا آپؒ نے اس طرح شہزادہ جونا خان اور شہزادے کمال الدین کو بادشاہ ہونے کی خوش خبری سنائی۔ جو آگے چل کر صحیح ثابت ہوئی۔ جونا خان تو سلطان محمد تغلق کے نام سے تخت پر بیٹھے اور کمال نے فیروز شاہ کے لقب سے تخت سلطنت سنبھالا۔

ایک دوسری کرامت

حضرت قلندر صاحبؒ کے تذکروں میں یہ کرامت بہت مشہور ہے کہ ایک مرتبہ حضرت قلندر صاحبؒ صبح کے وقت خانقاہ کے دروازہ پر بیٹھے ہوئے پان چبا رہے تھے کہ اتنے میں چار ہندو عورتیں جو دہی بیچا کرتی تھیں آپؒ کی خدمت میں آئیں اور اولاد کیلئے

Marfat.com
Marfat.com

درخواست کی کیونکہ چاروں اولاد سے محروم تھیں۔

آپؒ نے فرمایا۔ اولاد دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے میرا نہیں ہے۔ مگر تم امید لے کر آئی ہو تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تم کو نیک فرزند عطا فرمائے۔ یہ فرما کر آپؒ نے اپنے منہ میں سے پان کا اگال نکال کر چاروں کو دیا اور فرمایا کہ یہ کھالو۔ تین عورتوں نے اسی وقت کھالیا مگر ایک ذرا سخت قسم کی ہندو تھی اس نے ہاتھ میں لے کر چھپالیا اور گھر جاتے ہوئے راستہ میں ایک جھاڑی میں پھینک دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد تینوں عورتیں اپنے اپنے فرزندوں کو لئے ہوئے حضرت قلندر صاحبؒ کی خدمت میں آئیں اور نذر پیش کی مگر چوتھی عورت خالی گود روتی ہوئی آئی اور اپنی محرومی کا حال بیان کر کے فریاد کرنے لگی حضرت قلندر صاحبؒ نے فرمایا کہ شاید تو نے وہ پان کا اگال نہیں کھایا تھا، اس نے اقرار کیا، آپؒ نے فرمایا۔ اچھا جہاں پھینکا تھا وہاں جا، عورت گئی اور اس نے دیکھا کہ ایک بچہ جھاڑی میں رو رہا ہے۔ عورت نے بچہ کو گود میں لیا اور اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اسی وقت عورت میں ماں کی ماتا پیدا ہوگئی اور اس نے بچہ کو دودھ دیا اور پھر حضرت قلندر صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپؒ نے فرمایا۔ جاؤ یہ بچہ تیرا ہے اس واقعہ کے چند ہی دن بعد ان چاروں عورتوں اور ان کے شوہروں آپؒ کی خدمت میں آکر سلام قبول کرلیا۔

اشاعتِ اسلام

حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ نے پانی پت کے علاقہ میں اسلام کی بہت بڑی خدمت فرمائی۔ ہزاروں ہندو کسان اور زمیندار آپؒ کی دعاؤں کی برکت اور تبلیغ کے اثر سے مسلمان ہوگئے۔ اس علاقہ کے تمام راجپوت جو مسلمان ہیں وہ سب آپؒ کی کوششوں سے اسلام لائے۔ ایک بہت بڑا راجپوت زمیندار جس کا نام امیر سنگھ تھا وہ آپؒ کے ہاتھ پر اسلام لایا اور پھر اس کے اثر سے راجپوتوں کا ایک بڑا قبیلہ داخل اسلام ہوگیا۔

قلندر صاحبؒ کی وفات

حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے کافی لمبی عمر پائی تھی۔ آپؒ نے ایک سو بیس سال کی عمر میں ۱۳ رمضان شریف ۷۲۴ھ میں بمقام کرنال وفات پائی۔ اور اسی جگہ دفن

Marfat.com
Marfat.com

کئے گئے مگر یہ روایت بہت مستند مانی جاتی ہے کہ جب آپؒ کو کرنال میں دفن کر دیا گیا تو رات کے وقت آپؒ کے کچھ رشتہ دار آپؒ کی میت کو قبر سے نکال کر پانی پت میں لائے اور اسی جگہ دفن کر دیا۔ اب تک جس جس علاقہ میں قلندر صاحبؒ رہے تھے وہاں معتقدین کا اجتماع ہوتا ہے اور ایک طرح کا عرس منایا جاتا ہے۔ سب سے بڑا عرس کا اجتماع پانی پت میں ہوتا ہے۔ اور دور دور سے لوگ شریک ہونے آتے ہیں۔

اشعار اور کتابیں

حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کی کئی کتابیں مشہور ہیں۔ مکتوبات بنام اختیار الدین۔ حکم نامہ شرف الدین مثنوی کنز الاسرار۔ رسالہ عشقیہ۔ کہا جاتا ہے کہ سلطان شمس الدین کے حاجب کا نام اختیار الدین تھا۔ پھر خلجی بادشاہوں کے زمانہ میں بھی ایک حاجب اختیار الدین نام کے ہوئے تھے۔ یہ تمام خط شاہان خلجی کے حاجب اختیار کے نام لکھے گئے تھے۔ اب آپؒ کی کوئی کتاب نہیں ملتی ہے۔ البتہ ایک مثنوی جو مثنوی بوعلی شاہ قلندرؒ کے نام سے مشہور ہے اس کو 1309ھ میں مطبع نامی لکھنو نے شائع کیا تھا اسکے بعد مثنوی کراچی میں قیام پاکستان کے بعد عام طور پر شائع ہونے لگی ہے اس مثنوی کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ رسالہ عشقیہ ہے جسے مثنوی بوعلی شاہ قلندرؒ کے نام سے شائع کیا گیا ہے اور جس میں صدہا شعر عشق پر لکھے گئے ہیں۔ کل تعداد شعروں کی تین سو باسٹھ ہے اور اس کی ابتداء ان شعروں سے ہوتی ہے۔

مرحبا اے بلبل باغ کہن، ازگل رعنا بگویا ماسخن
مرحبا اے قاصد طیار ما می دہد ہر دم خبر از یار ما
مرحبا اے ہد ہد فرخندہ فال مرحبا اے طوطی شکر مقال
درزمان ہفتہ آسمان راملے کنی مرکب حرص و ہوا راپے کنی
دمبدم روشن کنی در دل چراغ ہرنفس از عشق سازی سینہ داغ
از تو روشن گشت فانوس صنم، از تو حاصل شد مراو صل صنم
مرحبا اے رہنمائے راہ و دین ازتو روشن شد مراچشم یقین
یافت قالب طینت پاکی زتو شد پریشان آدم خاکی زتو

Marfat.com
Marfat.com

مرحبا اے فیض بخش کائنات
یافت ترکیب از وجود تو حیات

پانی پت کا تاریخی شہر انبالہ اور دہلی کے درمیان بھارت میں واقع ہے اور مین لائن پر بہت مشہور اسٹیشن ہے۔ پھر پانی پت کی شہرت کی دوسری بڑی وجہ مسلمان بادشاہوں سے اور مرہٹوں سے بڑی بڑی لڑائیاں ہیں جو پانی پت کے میدان میں لڑی گئی تھیں۔ ابدالی اور نادر شاہ سب نے اس میدان پانی پت میں جنگ آزمائیاں کی تھیں۔ مگر اب اس شہر کی شہرت کی بڑی وجہ بوعلی شاہ قلندرؒ کی ذات ہے۔

کہا جاتا ہے کہ جس زمانہ میں حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمتہ اللہ علیہ کتابوں کو خیر باد کہہ کر جنگلوں اور ویرانوں میں گھوم رہے تھے۔ وہ زمانہ آپؒ کی انتہائی مدہوشی کا زمانہ تھا مگر اتنے گہرے جذب اور اتنے عظیم سُکر کے باوجود اللہ تعالیٰ کا نام سن کر کانپ جاتے تھے اور جب نماز کا وقت آتا تھا تو ہوش میں آجاتے تھے کہ جیسے پہلے کبھی آپ کو جذب کی حالت سے سابقہ نہ ہو اور بڑے ہوش و حواس کے ساتھ پانچ وقت کی نمازوں کو ادا فرماتے تھے اور پھر نماز سے فارغ ہوتے ہی عالم جذب میں ڈوب جاتے تھے۔ اگر کوئی شخص آپؒ کے سامنے کتابوں کا اور مسائل کا ذکر کرتا تھا تو آپؒ فرماتے تھے کہ اب میں سوائے اللہ تعالیٰ کے سب کو بھول گیا ہوں۔

حضرت لعل شہباز قلندرؒ لاہور میں

حضرت لعل شہباز قلندر رحمتہ اللہ علیہ نے پانی پت میں جتنے عرصہ قیام کیا، ریاضت و عبادت میں مصروف رہے۔ مختلف بزرگوں سے ملاقات اور ان کے مزارات پر حاضری اور روحانی تعلیم و تربیت کے بعد جو کچھ آپؒ کو حاصل ہوا تھا اس میں پانی پت کی حاضری اور حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کی نظر التفات نے خاصا اضافہ کیا اور آپؒ اکتساب فیض سے سرفراز ہو کر حسب الحکم حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمتہ اللہ علیہ ملتان کے لیے روانہ ہوئے۔

کہتے ہیں کہ پانی پت سے ملتان کا سفر لعل شہباز صاحبؒ نے لاہور کے راستہ طے کیا

Marfat.com
Marfat.com

تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپؒ لاہور میں چالیس دن سے زیادہ مقیم رہے تھے اس عرصہ میں زیادہ وقت آپؒ کو حضرت داتا گنج بخش صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر گزرتا تھا۔ آپؒ نے لاہور میں آرام فرمانے والے دوسرے بزرگوں کے مزارات پر بھی حاضری دی۔ خصوصاً حضرت شیخ حسین زنجانیؒ حضرت سید یعقوب زنجانیؒ اور حضرت سید اسحاق زنجانیؒ کے مزارات پر حاضر ہوئے اور مراقبہ کا سلسلہ جاری رکھا۔ یہ تینوں حضرات آپس میں رشتہ دار تھے اور حضرت گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ سے کچھ عرصہ پہلے لاہور آئے تھے۔ ان حضرات نے اس علاقہ میں اسلام کی اشاعت میں خاصی کوشش فرمائی اور بہت سے لوگوں کو اسلام لانے کی توفیق ملی۔ حضرت گنج بخش صاحبؒ 431ھ میں لاہور تشریف لائے تھے۔ جس دن آپؒ نے لاہور میں قدم رکھا اسی دن حضرت شیخ حسین زنجانیؒ نے وفات فرمائی۔ دونوں ساتھی بزرگ پہلے ہی اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو چکے تھے۔ ایک روایت یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ لعل شہباز صاحبؒ لاہور سے سیالکوٹ بھی تشریف لے گئے تھے۔ اور چند روز آپؒ نے حضرت سید امام علی لاحقؒ کے مزار پر مراقبہ فرمایا تھا۔

حضرت سید امام علی صاحبؒ کے متعلق تذکرہ نگار لکھتے ہیں کہ یہ حضرت بھی شیخ حسین زنجانی کے رشتہ دار تھے اور تبلیغ اسلام کے لیے سالکوٹ کو پسند فرمایا تھا۔ آپؒ نے جب سیالکوٹ میں قدم رکھا تو وہاں ایک ہندو راجہ کی حکومت تھی۔ اس وقت اگرچہ تغلق خاندان کی حکمرانی تھی مگر سلطان کی طرف سے راجہ کو حکومت کرنیکی اجازت ملی ہوئی تھی مگر راجہ اندر خانہ مسلمانوں کا دشمن تھا۔ کہتے ہیں کہ راجہ کو کسی نے بتایا تھا کہ اگر کسی مسلمان کا خون قلعہ کی دیواروں پر چھڑک دیا جائے تو مسلمان پھر اس قلعہ کو کبھی ختم نہیں کر سکیں گے، چنانچہ راجہ نے ایک بڑھیا کے نوجوان بیٹے کو قتل کرا کر اس کا خون قلعہ کی دیواروں پر چھڑکوایا۔ بڑھیا نے امام صاحب سے فریاد کی اور پھر فیروز شاہ تغلق تک گئی۔ بادشاہ نے امام صاحب کی سرپرستی میں اسلامی فوج کو راجہ کے مقابلہ کے لیے بھیج دیا۔

امام صاحب نے راجہ سے مقابلہ کیا، شکست دی اور قلعہ پر قبضہ کر لیا مگر اسکے بعد ہندوؤں نے دھوکہ سے شب خون مارا جس میں امام صاحب اور انکے کئی ساتھی شہید ہو گئے

Marfat.com
Marfat.com

جن کے مزارات قلعہ کے قریب ہیں۔ یہ واقع 686ھ کا ہے۔

حضرت لعل شہباز قلندرؒ ملتان میں

حضرت لعل شہباز صاحبؒ لاہور اور سیالکوٹ کے بعد ملتان تشریف لائے اور یہ ہی وہ جگہ ہے جہاں سے آپؒ اپنے اصلی مستقر سیوستان (سیون) میں قدم رنجہ فرمائینگے، ملتان میں کچھ عرصہ ٹھہرنے کی طرف حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمتہ اللہ علیہ نے جو اشارہ فرمایا تھا اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ اس زمانہ میں ملتان شہر جلیل القدر بزرگوں کا مرکز تھا۔

ان تینوں بزرگوں کے نام یہ تھے۔ حضرت بابا فرید گنج شکرؒ۔ حضرت بہاؤ الدین ذکریا ملتانیؒ اور حضرت جلال الدین بخاری جہانیاں جہاں گشتؒ۔ ایک اور چوتھے بزرگ کا ذکر بھی کیا گیا ہے اور وہ حضرت بہاؤالدین ذکریاؒ کے فرزند نامدار شیخ صدرالدین عارفؒ ہیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت لعل شہباز صاحبؒ کی رہنمائی فرما رہے تھے۔ مشیت یہ تھی کہ آپؒ اپنے اصلی مستقر پر قیام پذیر ہونے سے پہلے سلوک وطریقت کی وہ تمام منزلیں طے کرلیں جس کی ایک سالک وعارف کو ضرورت ہوتی ہے اور جن کے بغیر کوئی شخص جادہ زہد وقناعت پر اپنی استقامت کا ثبوت نہیں پیش کرسکتا ہے۔ چنانچہ حضرت قلندر صاحبؒ نے ان چاروں بزرگوں کی صحبت سے اچھی طرح فیض اٹھایا اور بہت دن ان سب حضرات کے قرب میں رہ کر ریاضت وعبادت کے منازل طے کئے اور تصوف وسلوک پر مذاکرات ہوتے رہے۔ تذکرہ نگاروں نے اس دور کو چار یاروں کا دور کہا ہے یعنی تین مذکورہ بالا حضرات اور چوتھے حضرت لعل شہباز قلندر صاحبؒ تھے۔

حضرت لعل شہباز قلندرؒ اور خان شہید

حضرت لعل شہباز قلندر رحمتہ اللہ علیہ سے خان شہید ابن سلطان بلبن کو بہت زیادہ عقیدت تھی۔ خان شہید نے اس بات کی بہت کوشش کی کہ حضرت قلندر صاحبؒ ملتان میں قیام فرمائیں مگر وہ کامیاب نہیں ہو سکے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت قلندر صاحبؒ کے لیے سیوستان قدرت کی طرف سے ان کا آخر مقام و مرکز مقرر ہو چکا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ

Marfat.com
Marfat.com

خان شہید نے ملتان میں حضرت قلندر صاحبؒ کے لیے ایک بہت عمدہ خانقاہ بھی بنوائی تھی مگر خان شہید کی یہ آرزو پوری نہ ہو سکی اور آپؒ نے سیون ہی کو پسند کیا۔ البتہ آپؒ سیوستان سے ملتان آتے رہتے تھے اور حضرت عارف صاحبؒ کی محفل سماع میں شرکت فرماتے رہتے تھے۔

خان شہید کا پورا اور اصلی نام سلطان محمد تھا۔ یہ غیاث الدین بلبن کے فرزند تھے۔ بلبن کو اپنے اس فرزند سے بہت محبت تھی اور انہوں نے ان کی تعلیم و تربیت پر پوری توجہ دی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ خان شہید بہت ہی مرتاض اور صالح قسم کے نوجوان شہزادے تھے۔ حضرت بابا فرید گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمتہ اللہ علیہ سے ان کو گہرا لگاؤ اور قرب حاصل تھا اور وہ اکثر ان حضرات کی خدمتوں میں حاضر نظر آیا کرتے تھے۔ بلبن کی تمام تمناؤں کا وہ مرکز تھے اور ان کی خدمت یہ تھی کہ وہ بزرگان دین علماء اور امیر خسروؒ اور امیر حسن جیسے نامور شعراء کا خیال رکھیں اور ان کی ہر طرح خدمت اور آرام کی فکر کرتے رہیں۔

غیاث الدین بلبن نے خان شہید کو منگولوں کی روک تھام کے لیے مقرر کیا تھا۔ چنانچہ یہ ان ہی کی روک تھام میں لگے رہے اور ان ہی سے مقابلہ کرتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔ غیاث الدین بلبن کے متعلق بیان کیا گیا۔ ہے کہ وہ چنگیز خان کے دور میں گرفتار کئے گئے اور بغداد میں ایک غلام کی حیثیت سے فروخت کئے گئے۔ ایک بزرگ جن کا نام جمال الدین بصریؒ بیان کیا جاتا ہے انہوں نے غیاث الدین بلبن کو خرید لیا اور تعلیم و تربیت سے آراستہ کیا۔ اسکے بعد غیاث الدین دہلی آئے اور شاہی ملازمت اختیار لکری۔ بہشتی اور فراش کی معمولی خدمت پر لگے مگر شیخ جمال الدین بصریؒ کی تعلیم نے اتنا ہوشیار کر دیا تھا کہ وہ بڑی جلدی ترقی کرتے کرتے نائب الممالک بن گئے۔ 664ھ میں جب سلطان ناصر الدین محمود نے وفات پائی تو بلبن کو دہلی میں ہندوستان کا بادشاہ بنایا گیا۔ سلطان بلبن نے 686ء میں وفات پائی۔

ملتان ایک قدیم شہر ہے۔ یہ کب آباد ہوا اس کے متعلق کچھ صحیح طور پر نہیں کہا

Marfat.com
Marfat.com

جاسکتا ہے البتہ مجمع الاسرار کا بیان ہے کہ سام بن نریحان اس علاقہ میں شکار کے لیے آیا کرتا تھا۔ اسے یہ جگہ بہت پسند تھی اس نے یہاں ایک شہر کی بنیاد رکھی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس نے اس شہر کا نام اپنے نام پر نریمان رکھا ہو اور پھر زمانہ گذرتے گذرتے نریمان سے ملتان بن گیا۔

حضرت لعل شہباز قلندرؒ سیوستان میں

اب وہ زمانہ پورا ہو چکا تھا جس میں حضرت لعل شہباز قلندر رحمتہ اللہ علیہ کو اکتساب فیض اور تعلیم و تربیت کی ضرورت تھی۔ طویل سیر و سیاحت اور عرصہ تک دہلی و پانی پت کے قیام اور پھر لاہور وغیرہ کے بعد ملتان آپؒ کے حصول علم اور اکتساب فیض کی آخری منزل تھی۔ بزرگوں کی صحبت نے اب آپؒ کو اس قابل بنا دیا تھا کہ آپؒ اپنے اصل مستقر سیوستان کی طرف جائیں اور اس علاقے کے باشندوں کو دین اسلام اور اخلاق و اعمال کی تعلیم دیں اور ان کو گناہوں میں ڈوبی ہوئی زندگی سے نکال کر اس راستہ پر لگائیں جس کے لیے ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کے نیک بندے کام کرتے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو راہ ہدایت پر لگاتے رہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق حضرت لعل شہباز قلندر صاحبؒ ملتان سے سیوستان میں تشریف لے آئے گویا اپنی اس آخری منزل اور دائمی آرام گاہ میں پہنچ گئے جہاں اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے کام کرنا تھا اور اللہ تعالیٰ ہی کے نام پر جان دے کر دائمی نیند سونا تھا۔

سیون نام کی وجہ

سیوستان کو سیون بھی کہتے ہیں۔ یہ سندھ کا بہت قدیم شہر ہے۔ مشہور مورخ صاحب تحفۃ الکرام بیان کرتے ہیں کہ سیون کو ایک شخص سہوان نے آباد کیا تھا۔ یہ سہوان سندھ کی اولاد سے تھا۔ اسی سندھی کی وجہ سے اس پورے علاقے کو صوبہ سندھ کہا جانے لگا۔ شروع میں یہ شہر سہون رایان الورُ کے ماتحت تھا۔ اسکے بعد ٹھٹھہ کے بادشاہوں کی حکومت میں شامل کرلیا گیا۔ جب شاہ بیگ ارغون نے سندھ کی حکومت حاصل کی تو یہ شہر سہون اس

Marfat.com
Marfat.com

کے ہاتھ میں چلا گیا مگر شاہ بیگ نے اسکو ٹھٹھہ سے الگ کر دیا تا کہ انتظام میں آسانی ہو سکے۔ اس کے بعد جب شاہ حسن ارغون کی حکومت کا زمانہ آیا تو اس نے اس کو پھر ٹھٹھہ میں شامل کر لیا۔

اکبر بادشاہ کے زمانہ میں سندھ کو مغلیہ حکومت کا صوبہ بنایا گیا تو سیوستان یعنی سہون کا الگ ایک حاکم مقرر کیا گیا۔ اب خدا یار خان کلہوڑا کے زمانہ سے پہلے کی طرح سیون سندھ میں شامل ہے۔

حضرت لعل شہباز قلندرؒ کی پہلی کرامت

حضرت لعل شہباز قلندر صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ملتان سے سیون میں تشریف لا کر جس علاقہ کو اپنی سکونت کے لیے پسند فرمایا وہ پورا علاقہ پیشہ ور عورتوں کا علاقہ کہلاتا تھا۔ ہزاروں عورتیں جو اس علاقہ میں رہتی تھیں وہ اگر چہ اپنے آپ کو مسلمان کہتی تھیں مگر زنا کاری ان کا ذریعہ گذر اوقات تھا۔ وہ عورتیں کہا کرتی تھیں کہ ہم زنا نہیں کرتی ہیں بلکہ یہ تو ایک طرح کا متع ہے جو ہر وقت ہر شخص سے کیا جا سکتا ہے۔ بہر حال حضرت قلندر صاحبؒ نے سب سے پہلے ان فاحشہ اور کسبی عورتوں کی طرف توجہ فرمائی اور اللہ تعالیٰ سے زنا کاری اور فحاشی کا جو بازار متع کے نام سے گرم ہو رہا تھا اس کے سرہو نے کی دعا فرمائی۔ اور عرض کیا کہ اے میرے رب ! یہ تیرا بندہ (عثمان) تو خود تیرے نامور بندوں کی اولاد میں سے ہے میرے دادا علیؓ اور حسینؓ نے تو اسکی سخت ممانعت فرمائی ہے۔ اے میرے اللہ ! ان کو ہدایت اور پاکبازوں کا راستہ دکھا، توبہ کی توفیق عطا فرما اور میرے آباؤ اجداد کے بتائے ہوئے سچے راستہ پر چلنے کی ہدایت دے۔ اللہ، اللہ ! یہ بڑے گندے اور دین کو خراب کرنے والے لوگ ہیں ان کی گندگی اور گندی باتوں سے دین کو بچائے رکھنا۔ حضرت قلندر صاحبؒ کی اس دعا نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبولیت حاصل کی اور اللہ تعالیٰ نے ان زاینہ عورتوں کے دل نیکی کی طرف متوجہ کر دیئے اور وہ سب جمع ہو کر حضرت قلندر صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہنے لگیں کہ حضرت قلندر صاحبؒ ہم کو توبہ کرا دیجئے اور ہم نیکی اور اچھے

Marfat.com
Marfat.com

اخلاق کی بیعت کرتی ہیں۔

حضرت قلندر صاحبؒ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نفل شکرانہ ادا کئے اوران تمام عورتوں کوتوبہ کرائی اوران سے نیکی کرنے اور گناہوں سے بچنے کی بیعت لی۔اللہ تعالیٰ نے ان کے دل بدل دیئے اوروہ بدترین علاقہ نیک عورتوں کا علاقہ بن گیا۔

دوسری کرامت

کہتے ہیں کہ ان عورتوں کی توبہ اور بیعت کے بعد میں زنا کار مردوں کا ایک ہجوم جمع ہوگیا۔اورانہوں نے لعل شہباز صاحبؒ کے متعلق جادوگر ہونیکا شور مچانا شروع کر دیا اور عورتوں سے کہا کہ یہ شخص جادوگر ہے اورتم کوتمہارے مذہب سے ہٹانا چاہتا ہے لہٰذا تم اس کے کہنے میں مت آنا۔یہ اس سے پہلے لوگوں کوان کے باپ دادا کے طریقہ سے ہٹا کر گمراہ اور بے دین بنا چکا ہے۔

مگر حضرت لعل شہباز قلندر صاحبؒ کی دعانے ایسا اثر کیا تھا کہ مردوں کے شور مچانے اورعورتوں کو سمجھانے کا کوئی اثر نہیں ہوا۔جوتوبہ کرچکی تھیں وہ اپنے فیصلہ پر جمی رہیں اور بدستور حضرت قلندر صاحبؒ کے قریب بیٹھی رہیں اور انہوں نے مردوں سے صاف صاف کہدیا کہ تم لاکھ کہو مگر اب ہم اس برے کام کی طرف نہیں لوٹیں گے اللہ تعالیٰ نے ہم کو ہدایت کے راستہ پر لگایا ہے اور یہ ہماری بہت بڑی خوش قسمتی ہے۔اب تم جاؤ یا پھر ہماری طرح اللہ تعالیٰ کے دین کے راستہ پر آجاؤ اور وہ ہدایت حاصل کرلو جوخوش قسمتوں کو ملتی ہے ہدایت یافتہ عورتوں کی باتوں نے زانی مردوں پر کوئی اثر نہیں کیا اور وہ شور مچاتے ہوئے حضرت قلندر صاحبؒ کے قریب آگئے۔حضرت قلندر صاحبؒ نے جب یہ دیکھا کہ ان کی نیت خراب ہورہی ہے اور یہ فساد کے درپے ہورہے ہیں تو آپؒ نے قبلہ رخ کھڑے ہوکر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی پریشانی کا حال بیان کیا اورعرض کیا کہ اے میرے مولیٰ! میں تنہا ہوں اور تیرے بھروسہ پر تیرے نام کی تبلیغ کررہا ہوں تو میری مدد فرما اوران شرارت پسندوں کوان کے فاسدارادوں سے باز رکھ۔ران کے دل میں نیکی کا جذبہ پیدا فرما۔تاکہ یہ

Marfat.com
Marfat.com

برائی سے نکل کر بھلائی کی طرف آ جائیں اور اس نئے مقام میں جہاں تیرے دین کو غالب کرنے کا خیال کرتا ہوں ہر طرف بھلائی اور نیکی کا بول بالا ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت قلندر صاحبؒ کی یہ درخواست بھی قبول فرمائی اور جو لوگ شور مچا رہے تھے اور عورتوں کو چھیننے کی تدابیر کر رہے تھے ان کے دل میں ایک دم ہدایت کا جذبہ پیدا ہوا اور سب کے سب حضرت قلندر صاحبؒ کے سامنے زمین پر گر گئے اور زور زور سے توبہ توبہ کہنے لگے۔ حضرت قلندر صاحبؒ نے ان سب کو اٹھایا، وضو کرایا اور سب کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کرتے ہوئے اسلام کے سچے اصولوں اور عقائد کی تعلیم سے آگاہ کیا۔ سب تائب ہو کر بھلائی کی طرف آ گئے اور وہ سیون جو کچھ عرصہ پہلے بدکاری کے لیے مشہور تھا اور جہاں پیشہ ور زانیوں کا ہر آن مجمع لگا رہتا تھا ایک دم گناہوں سے دور نظر آنے لگا۔ حضرت قلندر صاحبؒ نے مردوں کو ہدایت ملنے اور توبہ کی توفیق حاصل ہونے کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا اور دیر تک بارگاہ الٰہی میں سجدہ کئے اسکا ذکر کرتے رہے۔

حضرت لعل شہباز قلندرؒ کی خانقاہ

سیوستان میں قدم رنجہ فرمانے کے بعد حضرت قلندر صاحبؒ نے کسبی عورتوں اور ان کے آدمیوں کو اللہ تعالیٰ کی مدد سے راہ ہدایت پر لگانے کے بعد دوسرا کام یہ کیا کہ اپنے رہنے کے لیے ایک حجرہ بنایا اور اس کے ساتھ میں ایک خانقاہ تعمیر کرائی جو سیوستان میں ہدایت کا مرکز بن گئی آپ کا زیادہ وقت عبادت و ریاضت میں گذرنے لگا۔ تبلیغ کے لیے آس پاس کے علاقوں میں کبھی آپ تشریف لے جاتے اور دیہات میں جا کر اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کے راستہ کی طرف بڑے محبت اور اخلاق سے بلاتے۔ اللہ تعالیٰ نے زبان میں تاثیر عطا فرمائی تھی جس سے مخاطب ہو کر کوئی بات فرماتے اس کا اثر ہوتا اور بڑی جلدی اللہ تعالیٰ کے بندے آپؒ کے گرد جمع ہونے لگے۔ خانقاہ میں باہر سے آنے والوں کا ہجوم لگا رہتا۔ اور لوگ آپؒ کی نصیحتوں پر عمل کر کے دین کے پابند ہو جاتے۔ سیوستان میں اگرچہ پہلے بھی کچھ اللہ والے آئے تھے اور اس سرزمین پر اللہ تعالیٰ کے بندوں کو ہدایت کی

Marfat.com
Marfat.com

طرف بلانے کی کوشش کرتے رہے مگر حضرت قلندر صاحبؒ کی تبلیغ نے بڑا کام کیا اور ہزاروں اللہ تعالیٰ کے بھٹکے ہوئے بندے راہ ہدایت پر آگئے اور آپؒ کی خانقاہ سے فیض پانے والوں سے ہر وقت بھری نظر آنے لگی۔

کرامتوں کا ظہور

اللہ تعالیٰ کے ولیوں سے کرامتوں کا ظہور ہمیشہ سے ہوتا رہا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کے نبیوں سے اللہ تعالیٰ کے حکم سے معجزہ کا ظہور ہوتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے اپنے مقبول اور محبوب بندوں کے ذریعہ کرامتوں کا ظہور فرماتا ہے۔ کسی کرامت کا دکھانا اولیاء کے اختیار میں نہیں ہوتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہوتا ہے۔ جب وہ اپنے کسی پسندیدہ کام کے سلسلہ میں کسی ولی کی مدد فرمانا چاہتا ہے تو اسکی درخواست پر یا بلا درخواست کے کرامت ظاہر فرماتا ہے۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ سے بھاگنے والے بندے ایک ولی کی کرامت کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کے سچا ہونے کا یقین کر لیتے ہیں۔

حضرت لعل شہبازؒ سے بہت سی کرامتیں ظاہر ہوئیں۔ کچھ کرامتوں کو کتابوں میں بیان کیا گیا ہے اور کچھ ایسی ہیں جو عوام میں مشہور ہیں۔ ہر اس کرامت کو سچا ماننا چاہیے۔ جو معجزے کے خلاف نہ ہو۔ اور جس سے دین کو فائدہ پہنچتا ہو۔ اور جو دین کو پھیلانے اور اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کو منوانے کے لیے ظہور میں آئی ہو۔ چند کرامتوں کا بیان کیا جا رہا ہے۔

گاؤں کی تباہی

اللہ تعالیٰ کے نیک بندے کبھی کسی کو پریشان نہیں کرتے ہیں۔ ان کا طریقہ سراسر محبت اور اخلاق کا طریقہ ہوتا ہے۔ البتہ جب کوئی ان سے مخالفت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کو جھٹلانے کے لیے اذیت اور لڑائی پر اتر آتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی نظر جلال حرکت میں آتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندے شرارت کرنے والوں کی تباہی کی درخواست کرتے ہیں۔ یہی طریقہ تمام انبیائے کرام کا رہ چکا ہے اور اسی طریقہ پر اولیاء اللہ عمل کرتے آئے ہیں۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ نیک بندوں نے بڑی بڑی تکالیف اٹھائی ہیں اور صبر کیا ہے

Marfat.com
Marfat.com

اور ہر معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا ہے جیسا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا کہ باوجود مقبول بارگاہ ہونے کے آپؓ نے دشمنوں کی تباہی کے لیے بد دعا نہیں فرمائی اور جملہ مصائب صبر وسکون سے برداشت کرتے رہے یہاں تک کہ اپنا پورا گھر بار اور اپنی جان اپنے جگر گوشوں کی جانیں تک اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خاموشی سے قربان کر دیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ اپنی جائے قیام سیون شریف کے علاوہ آس پاس کے دیہات میں بھی تبلیغ دین کیلئے تشریف لے جایا کرتے تھے اور اس گاؤں کے رہنے والوں کو نیکی کا راستہ دکھانے کیلئے وعظ ونصیحت فرمایا کرتے تھے۔ سیون سے چند میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں ایسا بھی تھا کہ جہاں کے رہنے والے سرکش اور دین کے بہت بڑے دشمن تھے۔ بہت سے اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں نے اس گاؤں میں جا کر گاؤں والوں کو ہدایت کی طرف بلایا مگر وہ ہمیشہ سب کو تکلیف پہنچاتے رہے۔ حضرت قلندر صاحبؒ بھی اس گاؤں میں گئے اور بار بار گئے۔ گاؤں والوں کو محبت سے سمجھانے کی کوشش کی مگر ان پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ اخلاق اور نرمی کو جب انہوں نے ٹھکرا دیا تو حضرت قلندر صاحبؒ کو سخت صدمہ ہوا اور آپؒ نے اللہ تعالیٰ سے بد کرداروں کی تباہی کیلئے درخواست کی۔ چند راتیں گزرنے کے بعد آپؒ کو خواب میں بتایا گیا کہ گاؤں میں جو لوگ اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں ان کو اپنے گھروں سے باہر آنے کا حکم دیجئے۔ چنانچہ حضرت قلندر صاحبؒ نے ایک دن اس گاؤں میں اعلان کر دیا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ پر ایمان رکھتے ہیں اور نیک کاموں کی پابندی کرتے ہیں وہ آفتاب ڈوبنے سے پہلے اپنے گھروں سے باہر آ جائیں۔ اس اعلان کے ہوتے ہی اللہ والوں نے اپنے بیوی بچوں کو ساتھ لیکر گھروں سے نکلنا شروع کر دیا اور غروب آفتاب سے قبل سب گھروں سے باہر آ گئے۔

شرارت پسند مذاق اڑا رہے تھے اور آپس میں کہہ رہے تھے کہ یہ سب کچھ ہمیں ڈرانے کیلئے کیا جا رہا ہے۔ آخر رات شروع ہو گئی اور شرارت پسند لوگ اپنے گھروں میں جا کر سو گئے۔ آدھی رات کے بعد زلزلہ کے جھٹکے شروع ہوئے' بد کرداروں نے گھر سے نکل کر بھاگنے کی کوشش کی مگر کوئی کامیاب نہ ہو سکا اور ان کے گھر دیکھتے ہی دیکھتے الٹے ہو

Marfat.com
Marfat.com

گئے ۔تمام بدکردار دب کرمر گئے مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت سے نیک لوگوں کوکوئی نقصان نہیں پہنچا ۔ اللہ تعالیٰ کی اس قدرت اور غضب نے آس پاس کے بہت سے لوگوں کی آنکھیں کھول دیں اور ہزاروں آدمی تائب ہوکر بھلائی کے راستہ پرآ گئے ۔ کہتے ہیں کہ اس گاؤں کے الٹنے کے آثاراب بھی پائے جاتے ہیں اورلوگ حضرت قلندرصاحبؒ کے مزار کے قرب وجوار میں گناہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا خوف محسوس کرتے ہیں ۔ درحقیقت اس قسم کی کرامات کے ظہور سے ایک طرح کی ترغیب مقصود ہوتی ہے تاکہ لوگ ڈرکرنیکی کی طرف آجائیں ۔ورنہ اللہ تعالیٰ کسی پرظلم نہیں کرتا ہے۔ وہی تو اپنے بندوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ وہ ان بندوں کوبھی کھانے کو دیتا ہے اورزندہ رکھتا ہے جواسکی نافرمانی کرتے ہیں اوراللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی باتوں پرکان نہیں لگاتے ہیں۔

قحط دور ہوگیا

عام طور پر یہ کرامت بیان کی جاتی ہے کہ ایک مرتبہ سیون میں اورآس پاس کے علاقے میں بڑا سخت قحط پڑا اوراتنا سخت تھا کہ اسکے اثرات پورے علاقہ میں شدت سے محسوس کئے جارہے تھے ۔ بارش بند ہوگئی تھی' کھیت سوکھ گئے تھے' زمین میں پانی نیچے بیٹھ گیا تھا اورکنویں اتنے گہرے ہوگئے تھے کہ دور تک پانی نظرنہیں آتا تھا۔غرض ہرطرف پریشانی اورتباہی مچی ہوئی تھی ۔آخر علاقے کے صدہا آدمیوں نے حضرت شہباز قلندرؒ کی خانقاہ کوگھیرا اورفریادکرنے لگے ۔حضرت قلندرصاحبؒ نے اپنے حجرے سے باہرآ کرلوگوں کو سمجھایا اورفرمایا کہ سب لوگ توبہ کرو اور میرے پیچھے کھڑے ہوکر جب میں دعا مانگوں تو تم سب بلندآواز سے آمین کہتے جاؤ ۔ چنانچہ سب لوگ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتے اوراپنے گناہوں پرمعافی مانگتے ہوئے حضرت قلندرصاحبؒ کے پیچھے کھڑے ہوگئے ۔حضرت قلندرؒ نے قبلہ رخ کھڑے ہوکراللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ:۔

"اے میرے رب! میں تیرا ایک بہت ہی عاجز اور مسکین بندہ ہوں ۔میرے گناہ اتنے زیادہ ہیں کہ مجھے تیرے سامنے حاضر ہوتے ہوئے شرم آتی ہے۔مگر میں تیرے حکم کے

Marfat.com
Marfat.com

مطابق تیری بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں اور اس مشکل میں تجھے پکارنے کی ہمت کر رہا ہوں۔

اے اللہ! اپنی رحمت اور اپنے کرم پر نظر فرما اور میرے گناہوں کی کثرت کو نہ دیکھ"

یہ تیرے بندے میرے پاس آئے ہیں اور میں ان کو تیری بارگاہ میں لیکر آیا ہوں۔

اے اللہ! میری فریاد کو سن لے اور اس قحط سے اپنے بندوں کو نجات عطا فرما۔ اے اللہ! اپنے آسمانوں کو حکم دے کہ وہ پانی برسائیں اور اپنی زمین کو حکم دے کہ وہ سبزہ اگائے۔ اپنے چشموں کو حکم دے کہ وہ پانی سے بھر جائیں' اپنے کنوؤں کو حکم دے کہ وہ پانی سے ابلنے لگیں۔

اے اللہ! رحم فرما' کرم فرما' اور ہم سب کی فریاد کو سن لے اور ہم سب کو اس عذاب سے نجات عطا فرما۔ اے اللہ! ہم تجھے تیرے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا واسطہ دیتے ہیں اور التجا کرتے ہیں۔ کہ ہماری آہ وزاری پر ہماری طرف نظر کرم سے دیکھ اور یہ قحط جس نے تیرے بیشمار بندوں کو نڈھال اور پریشان بنا دیا ہے۔ ان کو اس مصیبت سے نجات عطا فرما

اے اللہ! ہم بڑی امیدوں کے ساتھ تیری بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوئے ہیں اور تیری رحیمی و کریمی سے امید کرتے ہیں کہ تو ہم کو ناکام واپس نہیں فرمائے گا۔

بیان کیا گیا ہے کہ اس دعا کے ختم ہوتے ہی اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت فرمائی اور ابھی لعل شہباز صاحبؒ اپنی خانقاہ میں پہنچے بھی نہیں تھے کہ آسمان سے پانی برسنے لگا۔ ایک رات گزرنے پائی تھی کہ خشک زمین شاداب ہوگئی اور ہر طرف سبزہ نظر آنے لگا' انسانوں اور جانوروں میں زندگی کی لہر پیدا ہوگئی اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک نیک بندے کی دعا قبول فرمائی اور اپنے بندوں پر سے اس عذاب کو اٹھالیا جو پورے علاقہ کو پریشان کیے ہوئے تھا۔ حضرت قلندر صاحبؒ نے دوسرے دن اپنی خانقاہ میں جشن مسرت منایا اور غرباء کو دعوت طعام دی اور بعد عشاء ذکر رسولؐ میں ایک محفل خاص کا انعقاد کیا۔

بیماروں کو شفاء

حضرت شہباز رحمۃ اللہ علیہ کی ایک بڑی کرامت یہ بھی مشہور ہے کہ آپکے پاس آنے والا کوئی بیمار کبھی مایوس نہیں جاتا تھا۔ جب کسی بیمار کو دیکھتے تھے تو اس پر گہری نظر

Marfat.com
Marfat.com

جما دیتے تھے اور فرماتے تھے ''اے بیماری! میں اللہ تعالیٰ کے نام کا تجھے واسطہ دیتا ہوں کہ تو اس کے پاس سے چلی جا'' اس جملہ کے کہتے ہی بیمار میں تندرستی کے آثار پیدا ہونے لگتے تھے۔ اسکے بعد آپؒ قرآن کریم کی چند آیات تلاوت فرما کر پانی پر دم کر دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس پانی کو بیمار کو پلاؤ اور بیمار کی آنکھوں پر لگاؤ۔ تیمادار! آپؒ کی نصیحت پر عمل کرتے تھے اور بیمار اچھے ہو جاتے تھے۔ آپؒ جو آیات تلاوت کرتے تھے وہ قرآن کریم کی دو سورتیں ہوا کرتی تھیں۔ یعنی سورۃ الناس اور سورۃ فلق۔ پھر ایک مرتبہ سورۃ فاتحہ اور اس کے بعد آپ کلمہ طیبہ ایک مرتبہ پڑھ کر خلفاء راشدین کے نام کے واسطے سے مریض کی شفاء کیلئے دعا فرمایا کرتے تھے۔ آپ کا یہ معمول اتنا مجرب تھا کہ کبھی کسی مریض کو آپ کے یہاں سے مایوس واپس جانے کا اتفاق نہیں ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ سب کو شفاء عطا فرماتا تھا۔

یہ بھی روایت مشہور ہے اور دن رات بیمار اس کا تجربہ کرتے رہتے ہیں کہ آپؒ کے مزار پر حاضر ہونے کے بعد آپؒ کی روح پر فاتحہ پڑھی جائے اور ایصال ثواب کے بعد ایک مرتبہ الحمد۔ ایک مرتبہ کلمہ طیبہ اور اس کے بعد چاروں خلفاء کا نام لیکر اللہ تعالیٰ سے شفا کی درخواست کی جائے تو بیمار کو صحت حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ بہت سے بیمار دور دراز سے مزار آتے ہیں اور مذکورہ بالا طریقہ پر عمل کر کے صحت حاصل کرتے ہیں۔ ہر روز نئے نئے بیماروں کے آنے کا سلسلہ قائم رہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے بندے صحت یاب ہو کر واپس جاتے ہیں۔ مزار کے قریب بہت سے فقیر فقراء رہتے ہیں اور وہ بیماروں کو دعا مانگنے اور آیات وکلمات پڑھوانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ سب کام اللہ تعالیٰ کے نام پر اللہ تعالیٰ کے بندوں کی مدد کے لئے اگر کیا جاتا ہے تو فائدہ ہوتا ہے۔ ورنہ کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

مسواک درخت بن گئی

حضرت لعل شہباز صاحبؒ کی یہ کرامت عام طور پر مشہور و معروف ہے کہ آپؒ اپنی خانقاہ کے صحن میں وضو کر رہے تھے جس جگہ وضو فرما رہے تھے وہاں دھوپ تھی چند مریدین نے عرض کیا کہ حضرت اس جگہ ہم ایک سایہ دار درخت لگائیں گے تا کہ کچھ دن

Marfat.com
Marfat.com

کے بعد سایہ ہو جائے اور اسکے سائے میں لوگوں کو بیٹھنے سے آرام ملے۔ آپؒ نے وضو سے فارغ ہو کر ایک مرید کو اپنی مسواک دیدی فرمایا' اسی جگہ اس کو زمین میں کھڑی کر کے لگا دو۔ مرید صاحبؒ نے حسب الحکم مسواک زمین میں گاڑ دی۔ اللہ تعالیٰ کی شان کہ دوسرے دن اس میں شاخیں نمودار ہو گئیں اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے چند روز میں اس مسواک نے درخت کی شکل اختیار کر لی۔ اور بڑی جلد ہی ایک سایہ دار درخت تیار ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ جب تک آپؒ حیات رہے یہ درخت بڑھتا اور پھیلتا رہا اور اسکے سایہ سے لوگ فائدہ اٹھاتے رہے اور جس دن آپؒ نے وفات فرمائی درخت خود بخود سوکھنا شروع ہو گیا۔ ہر چند لوگوں نے کوشش کی اور اس کی جڑ میں پانی وغیرہ ڈالا مگر درخت سوکھتا ہی گیا یہاں تک کہ چند روز میں اسکا نام و نشان ختم ہو گیا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جب تک وہ درخت قائم رہا کوئی شخص یہ نہیں پتہ لگا سکا کہ یہ کس چیز کا درخت ہے۔ صرف ہرے پتے اور گھنی شاخوں کے سوا نہ پھول اس میں آتے تھے اور نہ پھل آتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی شان کا یہ عجیب کرشمہ تھا۔

لفظ قلندر کی وجہ تسمیہ

حضرت قلندر صاحبؒ کا اسم گرامی محمد عثمان تھا مگر آپؒ نے لعل شہباز قلندرؒ کے نام سے شہرت حاصل کی۔ محمد عثمان نام رکھنے کی وجہ بھی یہ بیان کی گئی ہے کہ آپؒ کے والد حضرت سید محمد کبیر الدین صاحبؒ کے کوئی اولاد نہیں ہوتی تھی اور وہ قطع نسل کے خیال سے سخت پریشان رہتے تھے۔ چنانچہ ایک خواب میں انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا اور عرض کیا کہ اے امیر المومنینؓ! آپؓ میرے حق میں اولاد کیلئے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے فرزند عطا فرمائے۔ حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا! احمد! اللہ تعالیٰ تم کو بیٹا عطا فرمائے گا مگر ایک میری بات یاد رکھنا کہ جب فرزند ہو تو اسکا نام محمد عثمان رکھنا اور جب وہ تین سو چوراسی دن کا ہو تو اس کو لے کر مدینہ طیبہ حاضری دینا اور حضورؐ کے سلام کے بعد حضرت سید عثمانؓ کے مزار پر لیجانا اور سلام عرض کرنا چنانچہ یہ خواب پورا ہوا اور جب آپؒ پیدا ہوئے تو والد نے محمد عثمان نام رکھا۔ اور تین سو چوراسی دن جب پورے ہوئے تو مدینہ

Marfat.com
Marfat.com

طیبہ میں حاضری دی اور حسب وصیت تمام کام انجام دیئے۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ تین سو چوراسی دن کی قیادت میں یہ اشارہ تھا کہ لفظ قلندر کے بھی ۳۸۴ عدد نکلتے ہیں بہر حال لفظ قلندر کی وجہ تسمیہ کے سلسلہ میں اور بھی متعدد روایات زبان زد خاص و عام ہیں اور جن کو ہم نے پچھلے اوراق میں حوالہ کتاب بھی کیا ہے۔ ان روایتوں میں تھوڑا بہت اختلاف اور تضاد بھی پایا جاتا ہے۔ مگر ہم نے ہر بات جیسی ہم کو پہنچی ہے اور ملی ویسی ہی یہاں بیان کردی ہے اللہ والوں کے معاملات میں ہم کسی تحقیق کو پسند نہیں کرتے ہیں۔ جہاں جیسا ہے اسے ویسا ہی بیان کردینا چاہئے البتہ کوئی ایسی روایت نہیں بیان کرنا چاہیے جو دینی معاملات واحکامات کے خلاف ہو اور جس سے دین کو شریعت کو اور اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اسکے رسولؐ کی تعلیمات کو نقصان پہنچتا ہو یا وہ بات اصول دین اور شریعت کے خلاف ہو۔

حضرت لعل شہبازؒ کیوں کہتے ہیں

جس طرح حضرت لعل شہباز قلندر نام مشہور ہونے کے سلسلہ میں بہت سی باتیں کی جاتی ہیں اسی طرح لفظ قلندر سے پہلے لال شہباز کے لفظ کے لگائے جانے کی بھی بہت سی وجوہات اور واقعات ہیں۔ چنانچہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپؒ لال رنگ کو بہت پسند کرتے تھے۔ ہر وہ چیز جس کا رنگ لال ہوتا تھا آپؒ کو اچھی معلوم ہوتی تھی اور آپ اسے بہت غور سے دیکھتے رہتے تھے اور یہ بات بھی مشہور اور معروف ہے کہ آپؒ لال رنگ کا لباس استعمال کیا کرتے تھے اور چلنے پھرنے اور عبادت وتبلیغ کرنے میں بڑے جان باز اور بہت تیز واقع ہوئے تھے اس لئے لال کے ساتھ شہباز کا لفظ بھی آپؒ کیلئے استعمال کیا جانے لگا۔

ایک بات یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ آپؒ سفید لباس پہنا کرتے تھے مگر ایک مرتبہ دہلی میں ایک مولوی صاحب اپنے وعظ میں سرخ رنگ کا ذکر کررہے تھے اور فرمارہے تھے۔ کہ حضرت امام حسنؓ کو سرخ رنگ بہت پسند تھا چنانچہ اسی دن سے آپؒ نے سرخ رنگ اختیار کرلیا۔ اور ایک قصہ یہ بھی مشہور ہے کہ آپؒ عالم جذب میں چھوٹے چھوٹے پتھروں سے

Marfat.com
Marfat.com

کھیل رہے تھے۔ان کو آسمان کی طرف اچھالتے تھے اور پھر اپنے کرتے کا دامن پھیلا کر ان کو دامن میں لے لیا کرتے تھے۔کسی شخص نے کہا کہ کیا پتھروں سے کھیل رہے ہو تم جیسے اللہ والے کو تو لعلوں سے کھیلنا چاہیے۔آپؒ نے یہ بات سن کر کرتے کا دامن چھوڑ دیا۔ اور وہ پتھر جو کرتے کے دامن میں تھے سب لعل بن کر زمین پر گر گئے اور چاروں طرف سرخ روشنی سی پھیل گئی۔اور آپ اس دن سے لعل شہباز کہے جانے لگے۔یہ نام دو طرح لکھا ہوا کتابوں میں ملتا ہے۔ایک ''لعل شہباز قلندر'' اور دوسرے ''لعل شہباز قلندر'' غرض صحیح حال اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ محمد عثمان کو لعل شہباز قلندر یا لعل شہباز قلندر کے کہنے کی اصلی وجہ کیا تھی۔کچھ لوگ آپؒ کے نام کے ساتھ مخدوم کا لفظ بھی استعمال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ کو مخدوم کا خطاب ملتان سے ملا تھا جبکہ آپؒ ملتان میں حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس منازل سلوک طے فرما رہے تھے۔

تذکرہ صوفیائے سندھ نے اس سلسلہ میں بیان کیا ہے کہ:

''آپ کا اسم گرامی عثمان تھا لیکن عام طور پر لعل شہباز قلندرؒ کے لقب سے مشہور ہیں۔یہ لقب آپؒ کو آپؒ کے مرشد نے دیا تھا۔آپؒ کے والد ماجد کا نام سید کبیرؒ تھا اور آپؒ حضرت امام محمد باقر صاحبؒ کی اولاد سے ہیں''

بیعت وسیاحت کے سلسلہ میں اسی کتاب میں بیان کیا گیا ہے کہ:

''سن شعور کو پہنچنے کے بعد حضرت بابا ابراہم قدس سرہٗ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ان سے شرف بیعت حاصل کیا اور ایک سال کی مختلف عبادتوں اور ریاضتوں کے بعد انوار الٰہی سے اپنے قلب کو روشن ومنور بنا کر بابا ابراہیمؒ سے خلافت حاصل کی اور بہت دن تک آپؒ شیخ منصورؒ کی خدمت میں بھی رہے۔اس کے بعد بھی روحانی کسب کمال کیلئے آپ ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں گھومتے رہے اور مختلف اولیاء اور صوفیائے کرام کی صحبتوں سے مستفیض ہوئے جن میں شیخ فرید گنج شکرؒ حضرت زکریا ملتانیؒ۔حضرت مخدوم جہانیاں جہان گشت جلال الدین بخاریؒ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں شیخ صدر الدین عارفؒ سے بھی آپ کی ملاقاتیں رہیں''

Marfat.com
Marfat.com

پہلی برکت

سیوستان میں آپؒ کے قیام کے سلسلہ میں عام مورخین اور خصوصاً تذکرہ صوفیائے سندھ نے بیان کیا ہے کہ:

''اتفاقاً سیوستان میں آ کر آپؒ جس محلے میں مقیم ہوئے وہ کسبی عورتوں کا محلہ تھا اس عارف باللہ کے قدوم میمنت الزدوم کا پہلا اثر یہ تھا کہ وہاں زنا کاری اور فحاشی کا بازار سرد پڑ گیا' نیکی اور پرہیزگاری کی طرف قلوب مائل ہوئے اور زانیہ عورتوں نے آپؒ کے دست حق پرست پر توبہ کی''

پھر آگے چل کر اسی کتاب میں رشد و ہدایت کے سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ:۔

''مخدوم شہباز قلندرؒ نے سیوستان میں رہ کر بگڑے ہوئے لوگوں کو سیدھے راستہ پر لگایا' ان کے اخلاق کو سنوارا' انسانوں کے دلوں میں نیکی اور سچائی کی لگن پیدا کی' اور ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور پیار سے رہنا سکھایا''

رنگ قلندری کا غلبہ

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی عمر کے آخری ایام جذب و سکر کے ایام تھے۔ قلندرانہ کیفیت طاری رہنے لگی تھی چنانچہ آپؒ بہت کم حجرہ سے باہر تشریف لاتے مگر اسی حالت جذب میں بھی جب کوئی شخص بلند آواز سے کلمہ طیبہ پڑھتا تھا یا اذان کی آواز آتی تھی تو فوراً ہوش میں آ جاتے تھے۔ یہ بات بھی عام طور پر مشہور ہے کہ آپؒ کے سامنے جب کوئی شخص حضرت فاروق اعظمؓ کا نام لیتا تھا تو آپ ہوش میں آ کر بلند آواز سے فرمایا کرتے تھے'' هَذَا مُرْشِدِیْ هَذَا مُرْشِدِیْ''

کہتے ہیں کہ جذب و سکر کا عالم ایک سال سے کم عرصہ قائم رہا اور آپؒ نے جب وفات فرمائی تو شعبان کی چاندرات سے یہ حالت بالکل ختم ہو گئی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کبھی آپؒ پر جذب کا عالم طاری ہی نہیں ہوا تھا۔ صوفیائے سندھ کا بیان ہے کہ آخر عمر میں آپ نے قلندر یہ مشرف اختیار کر لیا تھا اور جذب و سکر کی کیفت طاری رہنے لگی تھی۔ آپؒ

Marfat.com
Marfat.com

کے قلندروں کو لعل شہباز یہ کہتے ہیں۔

حضرت لعل شہبازؒ عالم تھے

شیخ محمد اکرام صاحب نے اپنی کتاب موج کوثر میں ایک انگریزی مؤرخ کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت قلندر صاحبؒ بہت بڑے عالم اور بہت سی زبانوں کے جاننے والے تھے اور علوم صرف ونحو میں پوری مہارت رکھتے تھے۔ چنانچہ انگریز مؤرخ برٹن کے زمانہ ۱۸۵۲ء میں میزان الصرف اور صرف صغیر کی کتابیں جو عام طور پر مدارس عربیہ میں پڑھائی جاتی تھیں۔ وہ سب آپ کی تصنیف تھیں اور آپؒ ہی منسوب کی جاتی تھیں۔ میزان الصرف تو آج بھی درس نظامی میں شامل ہے اور عربی مدرسوں میں پڑھائی جاتی ہے۔

حضرت قلندر صاحبؒ چونکہ مذہبی علوم کے عالم تھے اور فارسی وعربی زبان پر پورا عبور رکھتے تھے اس لئے اکثر اہل علم آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور مسائل وقواعد میں آپؒ سے استفادہ کرتے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ملتان میں حضرت زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے جو مدرسہ قائم کیا تھا اس میں آپؒ نے کچھ عرصہ درس وتدریس کی خدمت بھی انجام دی تھی اور صرف ونحو کے شائقین خاص طور پر آپؒ سے سبق لیا کرتے تھے۔

شاعری کا ذوق

حضرت قلندر صاحب رحمۃ اللہ علیہ شعر وسخن سے بھی دلچسپی رکھتے تھے بلکہ اپنے دور میں شعرائے صوفیاء میں ممتاز مقام کے مالک تھے۔ صوفیائے کرام کی محفلوں میں آپ کی غزلیات سماع کی جان ہوا کرتی تھیں۔ آپؒ عثمان تخلص فرماتے تھے اور اس نام سے بڑی محبت رکھتے تھے، عقیدت مندوں نے آپؒ کو متعدد القاب وخطاب دیئے اور وہ سب حیات ہی میں بکثرت استعمال ہونے لگے مگر آپؒ اس وقت بہت خوش ہوتے تھے جب کوئی شخص آپؒ کو محمد عثمان یا عثمان مروندی کہہ کر مخاطب کیا کرتا تھا۔ آپؒ فرماتے تھے کہ یہ نام مجھے اس لیے محبوب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں میرے آقا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منسوب ہوئی تھیں اور اللہ تعالیٰ

Marfat.com
Marfat.com

نے اپنے حبیب ﷺ کو حکم دیا تھا کہ اے میرے حبیب! عثمان کی پہلی رقیہؓ انتقال کر گئی ہیں اور وہ مغموم رہتے ہیں لہٰذا آپ اپنی دوسری صاحبزادی حضرت امام کلثوم کو ان کے نکاح میں دیدیجئے۔ یہی وجہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا احترام کیا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے میرے والد ماجد کو آپؓ سے غیر معمولی محبت تھی اور انہوں نے میرا نام عثمان رکھا اور یہی وجہ ہے کہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہوں اور شاعری میں اپنے نام کو ہی تخلص قرار دیا ہے۔

حضور رسول مقبول ﷺ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کس درجہ محبت فرماتے تھے؟ اسکا اندازہ اس وقعہ سے ہوتا ہے جس کو اکثر حضرت قلندر صاحبؒ بیان فرمایا کرتے تھے۔

حضرت قلندر صاحبؒ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ اپنے حجرہ میں اپنے بستر پر آرام فرما رہے تھے۔ آپؐ اس وقت جو تہبند باندھے ہوئے تھے وہ ذرا اوپر چڑھ گیا تھا اور آپؐ کی آدھی پنڈلی کھل گئی تھی۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے تو حضور ﷺ اسی طرح لیٹے رہے، پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے تو پھر اسی طرح لیٹے رہے، پھر اسکے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنے تہبند کو آپؐ نے نیچے کر لیا اور کھلی ہوئی پنڈلی چھپالی۔ تھوڑی دیر کے بعد جب وہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چلے گئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اس کی وجہ کیا ہے کہ ہم دونوں آئے تو آپؐ نے کھلی ہوئی پنڈلی کی طرف کوئی توجہ نہیں فرمائی اور لیٹے بھی رہے مگر جب عثمان رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے تو آپؐ اٹھ کر بیٹھ گئے اور پنڈلی کو تہبند سے چھپالیا؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ عثمان اللہ تعالیٰ کے بندوں میں ایسے بندے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ دیکھ کر خوش ہوتا ہے اور اسکے فرشتے ان کا ادب کرتے ہیں اور ان سے شرماتے ہیں۔ حضرت قلندر صاحبؒ اس واقعہ کو جب بیان کرتے تھے تو ان کے چہرے پر خوشی کے آثار پیدا ہوجاتے تھے اور حاضرین میں اہل سمجھ حضرات اس موقعہ پر ان کی ذات سے خاصا روحانی استفادہ کرلیا کرتے تھے۔

Marfat.com
Marfat.com

مقالات الشعراء میں شائع کردہ حضرت قلندر صاحبؒ کی ایک غزل نقل کی ہے جو اپنی معنویت کے اعتبار سے آج بھی مشائخین حضرات اور صوفیائے کرام کے حلقوں میں مقبول و معروف ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں۔

زعشق دوست ہر ساعت درون ناری رقصم
گہی بر خاک می غلطم گہی بر خاری رقصم
بیااے مطرب مجلس سماع ذوق رادر دہ
کہ من از شادی و صلش قلندر داری رقصم
شدم بدنام ور عشقش بہا اے پار ساا کنون
نمی ترسم زرسوائی بہر بازار می رقصم
مراخلقی ہمی گوید گداچندین چہ می رقصم
بدل داریم اسرااے ازآن اسراری رقصم
منم عثمان مروندی کہ یار خواجہ منصورم
ملامت می کند خلقے و من بردار می رقصم

اس غزل کے علاوہ اور بھی آپؒ کی غزلیات کا ذکر ملتا ہے اور وہ حضرات صوفیاء میں مقبول بھی ہیں مگر میں اختصار کی غرض سے ان کو چھوڑ رہا ہوں۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ حضور قلندر صاحبؒ کی تمام تر شاعری عشق و محبت سے بھری ہوئی ہے اور شعر اپنے اندر درد کی ایک داستان لیے ہوئے ہے۔

قلندر صاحبؒ کی وفات

حضرت لعل شہباز قلندر رحمتہ اللہ علیہ جس وقت سیوستان تشریف لائے تو ان کی عمر کا بڑا حصہ گذر چکا تھا۔ تذکرہ نگاروں کے بیان کے مطابق نوے سال سے بھی زیادہ کی عمر ہو چکی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے آپؒ کے اعضاء میں بڑی قوت عطا فرمائی تھی کہ آپؒ اس عمر میں بھی میلوں پیدل سفر فرماتے تھے اور دیہات میں جاکر اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے لوگوں کو

Marfat.com
Marfat.com

دین کی باتیں بتاتے تھے۔

آپؒ نے آٹھ سال کے قریب سیوستان میں قیام فرمایا اور یہاں اپنی قائم کردہ خانقاہ سے اسلام کا نور پورے سندھ اور دور دراز کے علاقوں تک پھیلاتے رہے۔ آپکی ذات سے ہزاروں انسانوں نے ہدایت کا راستہ پایا۔ اور اپنے بگڑے ہوئے اخلاق و اعمال کو سنوارا۔ بھٹکے اور بہکے ہوئے لوگ اللہ تعالیٰ سے وابستہ ہونے لگے۔ آپؒ نے اس علاقہ میں پھیلی ہوئی جہالت اور بربریت کو بھی دور کیا۔ خاندانی رنجشوں کی بناء پر جو لوگ مدتوں سے لڑتے بھڑتے چلے آرہے تھے ان کے دلوں کو رنجش و بغض و عداوت سے پاک کیا اور ان کو آپس میں بھائی بھائی بنادیا۔ غرض اس قلیل عرصہ میں آپؒ نے وہ کام کیا جو صدیوں میں کیا جاتا ہے۔ چونکہ قدرت اپنا کام لے چکی تھی اور آپؒ کی عمر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا اس لئے آخری ایام زندگی میں آپؒ پر ایسی حالت طاری رہنے لگی کہ سوائے نماز اور دین کی باتوں کے کسی بات کا ہوش نہیں رہا۔ اسی حالت میں آپؒ نے 21 شعبان المعظم 673ھ میں وفات فرمائی اور اسی حجرہ میں سپرد خاک کئے گئے۔ جو آپ نے اپنی عبادت اور رہائش کے لیے بنایا تھا۔

آخری کلمات

کہا جاتا ہے کہ جب وفات کا وقت قریب آیا تو آپؒ بالکل ہوش میں آگئے تھے آپؒ نے خادموں سے فرمایا۔ مجھے اٹھا کر بٹھا دو۔ خادموں نے حکم کی تعمیل کی اور آپؒ بلا کسی سہارے بیٹھ گئے اور زبان مبارک سے فرمایا۔ کوئی میرا ساتھی نہیں ہے، میرا سب سے بڑا سہارا اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اب میرے رفیق اللہ تعالیٰ کے آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ان کے تمام اصحابؓ ہیں جن کے لیے میرے آقاؐ نے فرمایا ہے کہ میرے تمام صحابی عدل اور انصاف پر ہیں جو بھی ان میں سے کسی کی پیروی کرے گا وہ ہدایت پائیگا اور خاص طور پر وہ چار اصحاب جو حضور ﷺ کے بعد انکے جانشین بنے یعنی خلفائے راشدین رضی

Marfat.com
Marfat.com

اللہ عنہم اجمعین اوران چار میں بھی وہ دو خاص ہیں جن کو بزرگوں نے شیخین کا لقب دیا ہے یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ان کلمات کے فرمانے کے بعد آپؒ نے آسمان کی طرف نظریں اٹھائیں اور دونوں ہاتھ بند کئے اور فرمایا۔ اے اللہ !اپنے دین کا بول بالا فرمااور اپنے دین کے راستہ پر چلنے والوں کو اپنا دوست بنا۔ اے اللہ ! جو تیرے بندے تیرے سچے اور آخری رسول ﷺ سے سچی محبت کریں اور تیرے مقبول بندوں میں خلفاء ارشدینؓ کے نقش قدم کو سامنے رکھیں اوران ہی کے بتائے ہوئے راستہ پر چلتے رہیں ان کو دنیا اور آخرت میں اپنا دوست بنانا اور ان کے درجات کو بلند فرمانا۔ اسکے بعد کہا جاتا ہے کہ آپکے ہاتھ بستر پر گر پڑے جسم سیدھا ہو گیا اور زبان کلمہ پڑھتے ہوئے خاموش ہوگئی۔

مقبرہ کی تعمیر

حضرت لا ل شہباز رحمتہ اللہ علیہ کا روضہ پہلی مرتبہ سیوستان کے حاکم ملک رکن الدین عرف بختیارالدین نے بڑی عقیدت سے تعمیر کرایا۔ یہ فیروز شاہ کی حکومت کا زمانہ تھا فیروز شاہ جلال الدین خلجی کا لقب تھا۔ یہ خاندان غلامان کی حکومت ختم ہونکے بعد ہندوستان کے تخت پر بیٹھے تھے اور برسوں حکومت کرنے کے بعد 295ھ میں فوت ہوئے۔ یہ سلطان بڑے بہادر دلیراور حوصلہ مند تھے باوجود بڑھاپے کے ان میں سلطانی کے جملہ جوہر پائے جاتے تھے۔ انہوں نے دکن پر کئی حملے کئے اور دیوگری کے راجہ کو شکست دی۔ جلال الدین خلجی عرف فیرورشاہ کے بعد انکے فرزند علاؤالدین خلجی تخت نشین ہوئے اور بیس سال بڑی کامیابی سے حکومت کی۔ چتوڑ اور جیسلمیر کے قلعے بھی علاؤالدین نے فتح کئے تھے۔ بختیار الدین سیوستان کے حاکم کو جلال الدین فیروز شاہ نے مقرر کیا تھا۔ یہ حاکم حضرت لعل شہباز صاحبؒ سے بڑی عقیدت رکھتے تھے اور سیوستان میں حکومت کرنے اور انتظام کرنے میں حضرت قلندر صاحبؒ کے ہر اشارہ کے منتظر رہتے تھے۔

Marfat.com
Marfat.com

دوسری مرتبہ تعمیر

سیوستان کے حاکم بختیار الدین کی تعمیر کے بعد دوسری مرتبہ مقبرہ کو 993ھ میں ترخانی خاندان کے آخری بادشاہ مرزا جانی بیگ ترخان نے تعمیر کرایا تھا۔ اس تعمیر میں بھی جانی بیگ نے پوری عقیدت کا ثبوت دیا تھا اور پہلے کے نقشہ سے ہٹ کر توسیع وترمیم کرائی تھی اور ہر لحاظ سے روضہ کی خوبصورتی کو قائم رکھا تھا۔ جانی بیگ نے تعمیر کے دوران خود بھی کئی مرتبہ کام کو ہوتے ہوئے دیکھا اور عقیدت مندانہ انداز میں وہ کام کی نگرانی کرتے رہے۔

تیسری مرتبہ تعمیر وترمیم

تیسری مرتبہ 1009ھ میں لعل شہباز صاحبؒ کا روضہ مرزا جانی بیگ ترخان کے فرزند مرزا غازی بیگ ترخان نے تعمیر کرایا، یہ کام انہوں نے جس زمانہ میں کیا اس وقت وہ صوبہ داری کے عہدہ پر مامور تھے۔ اس دفعہ بھی ترمیم وتوسیع کے ساتھ روضہ میں مزید خوبصورتی پیدا کرنے کی کوشش کی گئی۔

مرزا جانی بیگ دلد مرزا پائندہ بیگ ولد مرزا محمد باقی ترخان 923ھ میں ٹھٹھہ میں تخت نشین ہوئے تھے۔ ترخانی حکمرانوں میں مرزا جانی بیگ نہایت ہوشمند اور مدبر فرمانروا تھے۔

999ھ میں سلطان جلال الدین اکبر کے حکم سے عبدالرحیم خانخاناں نے سندھ پر حملہ کیا۔ ترخانی حکومت ختم ہوگئی اور سندھ کو اکبر کی مغلیہ حکومت کا ایک صوبہ بنادیا گیا۔ عبدالرحیم خانخاناں ٹھٹھہ فتح کرنے کے بعد مرزا جانی بیگ کو اپنے ساتھ دہلی لے گئے۔ اکبر بادشاہ نے خانخانان کی سفارش پر مرزا جانی بیگ کو حکم دیا کہ وہ تھوڑے دن ہمارے ساتھ رہیں اس کے بعد اپنے ملک واپس جائیں۔

اس حکم کے بعد مرزا جانی بیگ ۱ سال کے قریب اکبر بادشاہ کے ساتھ رہے۔ 1009ھ میں اکبر بادشاہ نے جسوقت قلعہ اسیر پر چڑھائی کی تو جانی بیگ اکبر بادشاہ کے

Marfat.com
Marfat.com

ساتھ تھے۔ حاکم قلعہ بہادر خان نے پہلے مقابلہ کیا اور جب شکست کے آثار نظر آئے تو اکبر سے صلح کر لی۔ مرزا جانی بیگ نے اس صلح پر اپنی زبان سے کہا کہ بہادر خان بزدل ہے جو اتنا مضبوط قلعہ رکھتے ہوئے اکبر سے صلح کر رہا ہے اگر میرے پاس سندھ میں ایسا قلعہ ہوتا تو سو برس تک اکبر کی فوجوں کو ناک چنے چبواتا۔ جانی بیگ کی یہ بات اکبر کے کان تک گئی تو ان کو سخت غصہ آیا اور وہ سوچنے لگے کہ جانی بیگ کو اس گستاخی کی سزا دینا چاہیے مگر اکبر کے غصہ کا حال جانی بیگ کو بھی معلوم ہو گیا وہ بادشاہ کے عتاب سے بھاگنے کی فکر کرنے لگے مگر موت نے مہلت نہ دی۔ بخار آیا پھر سرسام ہوا اور جانی بیگ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ انکی لاش ٹھٹھہ لائی گئی اور مکلی کے قبرستان میں سپرد قبر کی گئی۔

مرزا غازی بیگ جو مرزا جانی بیگ کے فرزند تھے ان کو اکبر بادشاہ کی طرف سے 1000ھ میں سندھ کا گورنر بنایا گیا تھا اس وقت غازی بیگ کی عمر صرف 16 سال کی تھی۔

ان کو حصول علم کا شوق تھا اور وہ ملا آخوند اسحاق بھکری کے شاگرد تھے۔ غازی بیگ بڑے مدبر اور باسمجھ حاکم تھے اور عالم و شاعر بھی تھے اور ''وقاری'' ان کا تخلص تھا۔

مرزا غازی بیگ کی درباری محفل ہمیشہ اہل علم سے بھری رہتی تھی اور بڑے بڑے اہل علم و ادب ان کے دربار کی زینت ہوا کرتے تھے۔ طالب آملی، ملا مرشد بروجردی، ملا اسد قصہ خوان اور میر نعمت واصلی جیسے نامور اور باکمال حضرات ان کے دربار میں مستقل بیٹھنے والے لوگوں میں سے تھے۔ غازی بیگ بڑے اچھے شاعر تھے اور پانچ ہزار سے زیادہ ان کے شعر فارسی میں موجود ہیں۔ اکبر بادشاہ کی وفات کے بعد جب جہانگیر تخت ہندوستان پر مسند نشین ہوئے تو وہ بھی مرزا غازی بیگ سے بہت محبت کرتے تھے چنانچہ جہانگیر نے مرزا صاحب کو منصب دوازدہ ہزاری پر فائز کیا اور سندھ کی گورنری کے ساتھ قندھار کی گورنری بھی ان کو عطا کر دی۔ 1021ھ میں جبکہ مرزا غازی بیگ قندھار میں تھے اس وقت ان کے غلام عبداللطیف نے خسرو خاں کے بیٹے کے اشارہ پر مرزا غازی بیگ کو زہر دے کر ہلاک کر دیا۔ قندھار سے ان کی لاش کو ٹھٹھہ لایا گیا اور مکلی کے قبرستان میں اپنے والد مرزا جانی

Marfat.com
Marfat.com

بیگ کے پہلو میں دفن کئے گئے۔ان کا ایک شعر نمونہ کے طور پر آپ بھی پڑھ لیں۔

بزم عشق است ''وقاری'' باادب باید بود　　کہ دران جز بلب زخم تکلم کفراست

قصیدہ فضائل ومراتب

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل ومراتب کو حذیفۃ الاولیاء کے مصنف نے ایک نظم میں قلمبند کیا ہے جس کے مطالعہ سے حضرت قلندر صاحبؒ کے اخلاق وعادات اور آپؒ کے اوصاف ومحامد پر بخوبی روشنی پڑتی ہے۔اس نظم کو یہاں حوالہ کتاب کی جارہا ہے۔

شہباز نشمین لا ہوت　　شاہ اورنگ خطہ ملکوت

اہل دل عارف معارف حق　　صاحب وجدتارک مطلق

شاہ عثمان شہباز لقب　　اشرف الذات ہم شریف نسب

بحر عرفان کنوز دانائی　　مہر ایقان چراغ بینائی

مست خم خانہ محبت شوق　　بلبل گلستان عالم ذوق

صاحب حال وکامل ابدال ،　　محرم خلوت حریم مثال

چند از روضہ اش بہ سیوستان　　عطر افزا چوروضۂ رضوان

فیض افزائے گبند پر نور　　چوحبابے زچشمہ کا فور

بلکہ خود باغبان صنع ازل　　چیدہ آورد از ریاض امل

گل صد برگ تازہ تراز جان　　کش نسازدزبون دست خزان

گنبدی نہ کہ روضۂ ز بہشت　　مشک با آب وطینش بسرشت

خاک آن آستان قبلہ نشلن　　سرمہ بینش عون شہان

فیض فایض زبام ودربارش　　نور رخشان زچار ودیوارش

شب چو اجرام دردی افروزان　　شمع وقندیل مشعل تابان

زائرن حریم حرمت او　　برسد فوج فوج از ہر سو

Marfat.com
Marfat.com

دہد از جود قلزوم عمان — سائلان را پراز گہر دامان
ہر کسے رابوقت خواہش دل — گشتہ بے شبہ مدعا حاصل
ہر کہ باغم ہم آشیانہ بود — خستہ وشنہ زمانہ بود
چون زاخلاصی می لہذ قدمے — اندر آن پاک محترم حرمے
باید از غم نفات فیروزی — سودش راحت وفرح روزی
آستائش کہ ہست خلد مثال — ہست محط قوافل ابرار
برداز خوان جود از کم و بیش — ہر کسے ور خود عقیدہ خویش
ہست دربار اوچوقلزم ژرف — ہر کسے ور خود عقیدہ خویش
کس نگشت ازنوال شان محروم — بردابستہ حصہ مقسوم
تاقیامت بود چنین روشن — شمع تابان او بوجہ حسن
نہ پزیرد زصر صر دو ران — انطفائے بہ ہیچ وقت اوآن
فیض دربار او باستقلال — ہمچنیں بود وہم بود لازال
دمبدم رحمت خدا وندی — باد برروح شاہ مروندی

اخلاق وعادات

اسلام کی اشاعت میں سب سے زیادہ جس چیز نے کام کیا ہے اوراس کی وجہ سے اس مقصد میں عظیم کامیابی ہوئی ہے وہ بزرگان دین کا اخلاق اور اللہ تعالیٰ کے بندوں سے بلا امتیاز مذہب وملت حسن سلوک تھا۔دنیا میں جہاں کہیں اسلام پھیلا اوراس کی جڑیں مضبوط ہوئیں وہ اللہ والوں کے حسن اخلاق ہی کا اثر تھا۔خودمکہ معظمہ میں جہاں دنیا بھر کے معائب اور گناہ علانیہ کیے جاتے تھے اور مذہب کے معاملہ میں ان کی گمراہی کا یہ عالم تھا کہ تین سو ساٹھ بت کعبہ میں رکھے ہوئے تھے اور لوگ اللہ تعالیٰ کو بھول کر ان کے پرستار بنے ہوئے تھے۔ہر قبیلہ کا الگ بت اور الگ اس کے عقائد اوراس کی رسمیں تھیں۔اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ﷺ کو مکہ مکرمہ میں جس قدر کامیابی ہوئی وہ صرف ان کے اخلاق اور حسن سلوک کی وجہ

Marfat.com
Marfat.com

سے ہوئی۔13 برس مکہ مکرمہ میں توحید ونبوت کی تبلیغ فرماتے رہے اس عرصہ میں ایک دفعہ بھی آپ ﷺ کو نہ کسی سے جنگ کرنا پڑی اور نہ بداخلاقی کی نوبت آئی۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک صدہا اللہ تعالیٰ کے بندوں نے دامن رسالت سے اپنے آپ کو وابستہ کیا مگر صرف آپ ؐ کے اخلاق اور آپ ﷺ کی نرمی محبت اور انس وشفقت کی وجہ سے۔درحقیقت بات یہ ہے کہ جو بات اخلاق ومحبت سے منوائی جاتی ہے وہ دلوں میں بیٹھ جاتی ہے اوراس کا اثر مرتے دم تک زائل نہیں ہوتا برخلاف اس کہ طاقت کے استعمال سے جو چیز قبول کروائی جاتی ہے وہ خوف کی وجہ سے قبول تو کر لی جاتی ہے مگر جب تک طاقت کا خوف رہتا ہے وہ بات بھی باقی رہتی ہے اور جس وقت یہ خوف سامنے سے ہٹ جاتا ہے قبول کی ہوئی بات بھی بھلا دی جاتی ہے۔اور انسان پھر برائی کے راستہ پر لگ جاتا ہے۔یہی وجہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب قرآن کریم میں اوراس کے نبی ﷺ اپنی تعلیمات میں اخلاق کی طرف انسانوں کو بلاتے ہیں اور ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت وقوت کو بٹھاتے ہیں اوراس طرح جو بات دل قبول کرتا ہے وہ کبھی انسان کا ساتھ نہیں چھوڑتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں نے جہاں بھی اسلام کا پیغام سنایا ان کے سامنے رسول ؐ کا اسوۂ حسنہ رہا۔اور وہ اسی پر عمل کرتے رہے اور ہر جگہ کامیاب ہوتے رہے۔

حضرت لعل شہباز قلندرؒ اگرچہ قلندرانہ زندگی رکھتے تھے مگر تبلیغ دین اور اشاعت اسلام کے سلسلہ میں ان کی پوری زندگی اسوۂ رسول ؐ کا نمونہ بنی ہوئی تھی۔وہ جب تبلیغ کی نیت سے اپنی خانقاہ سے باہر قدم نکالتے تھے۔تو پہلے دیر تک اللہ تعالیٰ سے مناجات کرتے تھے اس کے بعد کلمات تبلیغ زبان سے ادا فرماتے تھے۔

اسلام سے محبت ،اسلام کی اشاعت اور اسلام کی حقانیت کو واضح کرنے کے لیے ان کا ہر قدم نقش قدم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے چاروں خلفائے عظام رضی اللہ عنہم اجمعین کے نقش قدم پر ہوتا تھا۔وہ اپنی تبلیغ میں بڑے محبت بھرے انداز میں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا ذکر فرماتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی بااخلاق اور پاکیزہ زندگی کے واقعات

Marfat.com
Marfat.com

لوگوں کو سناتے تھے چنانچہ یہی ان کا وہ مخصوص اور پسندیدطریقہ تبلیغ تھا جس کی وجہ سے ان کو سیوستان میں عظیم کامیابی حاصل ہوئی ۔ اور ہزاروں انسان گناہوں سے توبہ کر کے اس راستہ پر آ گئے جو اللہ تعالیٰ کا محبوب ومقبول راستہ ہے۔

حضرت لعل شہباز قلندر صاحبؒ کا زیادہ وقت عبادت اور مجاہدے میں گزرتا تھا۔ تھوڑا وقت خانقاہ سے باہر تبلیغ اسلام میں صرف فرماتے تھے۔رات و دن کے مخصوص ومقررہ اوقات میں اپنی خانقاہ کے اندر جمع ہونے والوں کو دین وتصوف کی تعلیم سے مزین کرتے تھے ذاتی خواہشات کا عالم یہ تھا کہ خادم نے وقت پر جو کچھ دسترخوان پر رکھ دیا وہ کھالیا۔ ہمیشہ موٹا کپڑا اور معمولی غذا استعمال فرمائی ۔نہ کبھی پیٹ بھر کر کھایا اور نہ کبھی پوری نیند سوئے کبھی کبھی بستی میں بھی تشریف لے جاتے راستہ میں ہر شخص سے بڑے اخلاق ومحبت سے باتیں کرتے اور بچوں کے سروں پر ہنس ہنس کر ہاتھ پھیرتے اور ان کو اپنے کرتے کی جیب سے پیسے وغیرہ تقسیم کرتے تھے ۔کبھی بہت سا گڑ، چنے اور پھل وغیرہ لیکر نکلتے اور لوگوں کو اس کثرت سے تقسیم کرتے تھے کہ لوگ حیران رہ جاتے تھے کہ اتنا سامان کہاں سے آ جاتا ہے۔ بہت سے یتیم بچے اور بیوائیں ایسی تھیں کہ خانقاہ سے ان کے روزینے باندھے ہوئے تھے اور وہ آ کر لے جاتے تھے۔

مسافروں کا ایک ہجوم رہتا تھا اور آپ ان سب کے کھانے پینے کی ضروریات کا خود انتظام فرمایا کرتے تھے ۔کوئی مسائل آپؒ کی خدمت سے کبھی محروم نہیں گیا۔ بڑی بڑی مشکلیں لوگ لیکر آیا کرتے تھے اور وہ اللہ تعالیٰ حضرت قلندر صاحبؒ کی دعا سے حل کر دیا کرتا تھا ۔آپؒ کی مادری زبان فارسی تھی ،عربی بھی خوب بولتے تھے مگر سیوستان میں آئے تو مقامی زبان میں لوگوں سے اس طرح بات چیت فرمایا کرتے تھے کہ جیسے یہ آپؒ کی پیدائشی زبان ہو۔ خانقاہ کے ساتھ ایک مسجد بھی تھی جہاں آپؒ لوگوں کو پانچ وقت جماعت سے نماز پڑھاتے تھے۔ ہر نماز کے بعد حاجت مندوں کا ہجوم آپؒ کے گرد لگ جایا کرتا تھا۔اور آپؒ ہر ایک سے اس کے دکھ درد کی داستان کو پوری توجہ سے سنا کرتے تھے اور پھر اسے حل کرنے کے لیے تدابیر فرمایا کرتے تھے۔

Marfat.com
Marfat.com

چند کرامات

سیوستان کے چھ سات سالہ دوران قیام میں صدہا کرامات کا آپؒ سے ظہور ہوا اور سینکڑوں ایسے واقعات دیکھنے میں آئے کہ لوگ حیران رہ جاتے تھے۔ آپؒ کی عادت تھی کہ کرامات چھپاتے تھے اور اس بات کوشش فرماتے تھے کہ لوگ آپؒ کے متعلق کسی ایسے خیال میں نہ پڑ جائیں جو ان کی توجہ مسجد، نماز اور اللہ تعالیٰ سے ہٹ کر کسی بندے کی طرف ہو جائے مگر پھر بھی لوگ آپؒ کی کرامات سے متاثر ہو کر ہر وقت آپؒ کو گھیرے رہتے تھے۔ پچھلے صفحات میں بہت سی کرامات کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ چند ایک اور ملاحظہ کیجئے۔

پرندوں کی حاضری

حضرت قلندر صاحبؒ کے مہمانوں میں انسانوں کے علاوہ پرندے بھی ہوا کرتے تھے۔ خانقاہ سے متصل ایک ٹوٹی ہوئی دیوار پر ہزاروں پرندے صبح شام آ کر بیٹھ جاتے تھے اور اپنی اپنی بولیاں بولنا شروع کر دیتے تھے۔ حضرت قلندر صاحبؒ نے ان کے دانہ کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے رکھا تھا۔ کہتے ہیں کہ صبح شام جب آپؒ ان کو دانہ ڈالنے آتے تھے تو بہت سے پرندے دیوار سے اڑ کر آپؒ کے جسم پر بیٹھ جایا کرتے تھے اور آپؒ دانہ کو جب زمین پر ڈال دیتے تھے تو وہ سب دانہ کھانے میں مشغول ہو جاتے تھے زندگی کے آخری ایام تک آپؒ کا یہ معمول قائم رہا۔

نظر کا اثر

حضرت قلندر صاحبؒ کی خدمت میں جب کوئی آسیب زدہ پیش کیا جاتا تھا تو آپؒ اس کے قریب جا کر بلند آواز سے اسکا نام لیتے تھے۔ اور پھر اپنی نظریں آسیب زدہ پر جما دیا کرتے تھے چند منٹ یہ حالت رہتی تھی کہ مریض بیہوش ہو کر گر جاتا تھا اور آپؒ مریض کے رشتہ داروں کو بکری کا دودھ پلانے کی تاکید فرما کر چلے جاتے تھے۔ مریض دودھ پینے کے بعد تندرست ہو کر آپؒ کی خانقاہ سے واپس چلا جاتا تھا۔ ایسے ہزاروں مریض

Marfat.com
Marfat.com

آپؒ کی توجہ اور نظر کے اثر سے درست ہوتے رہتے تھے۔ آج بھی آسیب زدہ مرد عورت اور بچے آپؒ کے مزار پر جا کر چند روز کے قیام کے بعد تندرست ہو جاتے ہیں۔

قبر میں سانپ

یہ کرامت آپؒ کی عام طور پر بیان کی جاتی ہے اور اہل علم نے اپنی کتابوں میں بھی لکھی ہے کہ سیوستان میں ایک خاندان ایسا بھی تھا جو حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروق اعظمؓ اور حضرت عثمان غنیؓ کی شان میں کلمات ناشائستہ کہا کرتا تھا۔ خاندان کے چودہری کی یہ عادت تھی کہ وہ ہر ماہ چاند کی تین تاریخ کو ایک بلند جگہ پر کھڑے ہو کر اپنی جماعت کے لوگوں کے سامنے خلفائے ثلاثہ جن کے نام اوپر بیان کئے گئے ہیں ان کو برا بھلا کہا کرتا تھا۔ آپؒ نے جب سیوستان میں قدم رکھا تو لوگوں نے آپؒ سے اس کی شکایت کی۔ آپؒ نے فرمایا۔ وہ تینوں بزرگ اللہ تعالیٰ کے مقبول اور اللہ تعالیٰ کے رسول اللہ ﷺ کے محبوب تھے۔ اللہ تعالیٰ خود ہی فیصلہ فرمائے گا۔ چنانچہ آپؒ کے اس فرمان کے ایک ماہ بعد اس چودہری کا انتقال ہو گیا۔ آپؒ کو جب اس کے مرنے کی خبر ملی تو آپؒ نے اس کے خاندان کے لوگوں کو کہلوایا کہ تمہارے چودہری کی قبر میں سانپ بھرے ہیں اور قبر سے باہر نکل رہے ہیں۔ چنانچہ خاندان کے بہت سے آدمی اپنے چوہدری کی قبر پر گئے تو دیکھا کہ قلندر صاحبؒ کی بات صحیح ہے اور قبر میں سے سانپ نکل نکل کر زمین کے ایک سوراخ میں داخل ہو رہے ہیں۔ سب لوگوں پر اس واقعہ کا بڑا اثر ہوا اور وہ بھاگتے ہوئے حضرت قلندر صاحبؒ کی خدمت میں حاضر آئے اور توبہ کر کے آپؒ کے مرید صادق بن گئے اور خلفائے ثلاثہ کو برا کہنے سے ہمیشہ کے لیے تائب ہو گئے۔

خطبہ کی کرامت

حضرت لال شہباز قلندر صاحبؒ اگرچہ نماز کی امامت فرمانے سے گریز کرتے تھے اور ہمیشہ علماء کرام کو امامت کے لیے آگے بڑھاتے تھے مگر جمعہ کا خطبہ آپؒ کا بہت مشہور تھا اور دور دراز سے لوگ جمعہ کے دن سیوستان میں خطبہ سننے کے لیے جمع ہوا کرتے تھے اور آپ

Marfat.com
Marfat.com

بھی لوگوں کے شوق کو دیکھ کر جمعہ کی کرامات و خطابت خود فرمایا کرتے تھے بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت ہی خوش آواز بنایا تھا۔ آواز میں درد و سوز عطا کیا تھا۔ خطبہ آپؒ عربی زبان میں سنت کے مطابق پڑھا کرتے تھے۔ اور جب دوسرے خطبہ میں آپؒ درود شریف کے بعد خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کے نام لیتے تھے تو ایک خاص طرح کی کیفت سننے والوں پر طاری ہو جاتی تھی۔ اگر چہ خطبہ کے درمیان آواز بلند کرنا اور بولنا درست نہیں ہے اور آپؒ لوگوں کو منع بھی کیا کرتے تھے مگر پھر بھی خلفائے عظامؓ کے ناموں کے وقت لوگوں کی چیخیں نکلنے لگتی تھیں اور وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگتے تھے۔ یہاں تک کہ خطبہ ختم ہو جاتا تھا اور لوگوں پر بیہوشی کی سی حالت طاری رہتی تھی۔

قلندرؒ کے ذکر کا اثر

حضرت لعل شہباز قلندرؒ کو حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ پانی پت سے دلی انس تھا۔ جب آپ اپنی محفل میں ان کا ذکر فرمایا کرتے تھے تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے اور کبھی کبھی ان کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ایسی حالت پیدا ہو جاتی تھی جیسے اب رقص کرنے لگیں گے۔ یہی حال اہل مجلس کا ہوتا تھا کہ ان کے دلوں پر بھی ایک طرح کی مستی چھانے لگتی تھی اور پوری محفل جھومنے لگتی تھی۔ آپ فرماتے تھے کہ اگر کسی پریشانی اور مصیبت میں بندہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمتہ اللہ علیہ کے واسطے سے دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا ضرور قبول فرمائے گا۔ آپؒ فرماتے تھے کہ میں نے بار ہا مصائب و مشکلات میں ایسا عمل کیا ہے اور کامیابی حاصل کی ہے۔ میرا یہ عمل کبھی خالی نہیں گیا ہے۔

سید میر کلاںؒ کی عقیدت

حضرت لعل شہباز قلندر رحمتہ اللہ علیہ کے مزار شریف پر حاضر رہ کر جن بزرگوں نے روحانی کمالات حاصل کئے ان میں حضرت سید میر کلاںؒ کا ذکر تذکرہ نگاروں نے خصوصیت سے کیا ہے۔ حضرت سید میر کلاںؒ کو حضرت قلندر صاحبؒ سے بہت گہری عقیدت تھی اور آپ کے وقت کا زیادہ حصہ ان ہی کے مزار پر تلاوت و مراقبہ میں گذرتا تھا۔

Marfat.com
Marfat.com

حضرت سید میر کلاںؒ خاندان سادات سے تھے۔کوفہ سے ترک وطن کر کے دسویں صدی ہجری کے شروع میں قندھار آئے اور قندھار کے مشہور بزرگ حضرت میر شیر قلندر رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دی۔ کچھ مدت کے بعد حضرت میر شیر صاحبؒ نے سیون شریف جانے اور لعل شہبازؒ سے روحانی فیض حاصل کرنے کا اشارہ کیا۔ چنانچہ آپؒ شاہ بیگ ارغون کے سندھ فتح کرنے کے بعد قندھار سے سندھ آئے۔اور سیوستان کے بالکل قریب ایک چھوٹی سی بستی میں قیام کیا۔اور روزانہ صبح کو مزار لعل شہباز پر حاضر ہو کر دن بھر عبادت و تلاوت و مراقبہ میں مصروف رہتے۔رات کو عشاء کے بعد اپنے گھر پر جاتے تھے۔

جب تک حیات رہے اس معمول میں فرق نہیں آیا۔ بڑی بزرگ ہستی تھے اور سیوستان کے لوگوں نے آپؒ سے بڑا فیض حاصل کیا۔تمام زندگی زہد و عبادت میں بسر فرمائی ، یہاں تک کہ لوگ ان کی عبادت اور زہد کو دیکھ کر کہتے تھے کہ اس زمانہ میں سید میر کلاںؒ کے زہد کی کوئی مثال نہیں ملتی ہے۔

حضرت سید صاحبؒ کو فقراء و مساکین سے بڑی محبت تھی۔خاص طور پر ان کا خیال فرماتے تھے اور ان کو خوش رکھنے اور انکی ضرورتوں کو پورا کرنے کا بڑا خیال رہتا تھا۔جو بھی آپؒ کے پاس آتا تھا وہ محروم نہ جاتا تھا۔آپؒ نے دسویں صدی ہجری کے آخر میں وفات فرمائی۔مرزا شاہ حسن ارغونؒ کے وہ ہم زمانہ تھے۔اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو اولاد کثیر سے نوازا تھا۔میر معصوم بھکری جو تاریخ معصومی کے مصنف ہیں آپؒ ہی کی اولاد میں سے تھے۔سید صاحب کے حالات اس کتاب میں تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔

حضرت میر شیر قلندر رحمتہ اللہ علیہ کا اصل نام سید محمد تھا۔بچپن سے ان کو ریاضت اور عبادت کا شوق تھا۔اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں ہمہ وقت محو رہتے تھے۔جیسے ہی سن شعور کو پہنچے مراتب و کمالات میں اضافہ ہوتا گیا اور فقر و تصوف کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے۔آپ کو میر شیر قلندرؒ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپؒ اپنی صورت بدل کر شیر کی صورت میں ظاہر ہوئے تھے چنانچہ اسی وقت سے آپ کو میر شیر قلندر کے نام سے لوگ منسوب کرنے لگے۔آپؒ نے عاشورہ محرم کے روز 933ھ میں وفات فرمائی آپ کا مزار موضع اشکلجہ میں

Marfat.com
Marfat.com

واقع ہے جو قندھار سے مغرب کی جانب دس میل کے فاصلہ پر ہے۔

عرس شریف

حضرت لعل شہباز صاحب قلندر رحمتہ اللہ علیہ کا عرس سال میں ایک مرتبہ آپؒ کے مزار واقع سہون (سیون) شریف میں شعبان کی 21 تاریخ کو ہوتا ہے۔ کئی دن یہ عرس رہتا ہے۔ 21 شعبان سے آخر شعبان تک قائم رہتا ہے۔ ہزاروں عقیدت مند پنجاب، سرحد، بلوچستان، قلات، مکران اور سندھ و کراچی سے عرس میں شریک ہونے کے لیے مزار پر حاضری دیتے ہیں اتنا بڑا اجتماع ہوتا ہے کہ حکومت کو خاص طور پر ریلیں اور بسیں چلانا پڑتی ہیں اور حاضرین کے آرام کے لیے ہر قسم کا انتظام کرنا پڑتا ہے۔ چھوٹی جگہ ہونے کی وجہ سے ہزاروں آدمی خیمے لگا کر رہتے ہیں اور ایک طرح کا عظیم الشان میلہ بن جاتا ہے۔ بہت سے دوکاندار اور تجارت پیشہ لوگ اپنی دوکانیں لگاتے ہیں اور لاکھوں روپیہ کا کاروبار کرتے ہیں۔ ایک ہفتہ تک سیون میں آدمی ہی آدمی نظر آتے ہیں۔ لعل شہباز کے قلندروں کی بڑی بڑی جماعتیں سیاہ لباس پہنے لمبے لمبے چمٹے ہاتھوں میں لیے ہوئے نعرہ قلندری بلند کرتی ہوئی ہر طرف نظر آتی ہیں۔ فجر کے بعد یہ سماں دیکھنے کے قابل ہوتا ہے رات بھر قوالیوں کا سلسلہ قائم رہتا ہے اور جگہ جگہ لوگ سماع کی محفل میں مصروف نظر آتے ہیں۔

مستومست قلندر لعلؒ

حضرت لعل شہباز قلندر صاحبؒ کے عرس کے حالات لکھتے ہوئے فیض محمد سومرو صاحب نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ حیدر آباد کے شمال مغرب میں کھیر تھر پہاڑیوں کے دامن میں واقع شہر سہون تاریخی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ یہ سندھ کے ایک بہت بڑے بزرگ صوفی لعل شہباز قلندر۔ مروندی، کی دائمی آرامگاہ ہے جن کا عرس دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔

پورے سال دور دراز کے شہروں، گاؤں اور دیہاتوں سے عقیدت مند آ کر قلندر شہباز کی درگاہ پر حاضری دیتے ہیں اور عرس کے موقع پر مریدوں کا ایک ہجوم ہوتا ہے جو

Marfat.com
Marfat.com

یہاں آ کر خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔

سہون ایک چھوٹا سا پرسکون شہر ہے لیکن حضرت شہباز قلندرؒ شہبازؒ کے عرس میں نہ صرف یہاں بلکہ اس کے قرب و جوار میں بھی بڑی چہل پہل اور گہما گہمی ہو جاتی ہے۔ ہر طرف مریدوں کا ایک جم غفیر نظر آتا ہے اور درگاہ کے آس پاس موسیقی سنائی دیتی ہے۔

حضرت قلندر شہبازؒ کا اصلی نام سید عثمان مروندی تھا۔ آپ 538ھ میں سیتان کے شہر مروند میں پیدا ہوئے آپ کے والد سید ابراہیمؒ کا سلسلہ نسب حضرت امام جعفر صادقؒ سے ملتا ہے۔ حضرت قلندر شہبازؒ نے بچپن ہی سے اپنی ذہانت کے جوہر دکھانا شروع کر دیئے اور سات سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا اور جلدی فارسی و عربی زبان پر عبور حاصل کر لیا۔ آپؒ فارسی کے ایک بڑے پایہ کے شاعر تھے اور آپؒ کے کلام میں تصوف کی گہرائی پائی جاتی ہے۔

حضرت قلندر شہبازؒ کے والد ابراہیم شیخ جمال مجردؒ کے مرید تھے ان کی تربیت کا یہ اثر ہوا کہ سید عثمان نے روحانیت کا بلند مرتبہ قلندری حاصل کیا۔

حضرت شہبازؒ کی مختلف ناموں سے اور مختلف حیثیت سے یاد کیا جاتا ہے مثلاً قلندر لعل مروندی حضرت عثمان مروندی، لعل شہباز وغیرہ ان میں سے ہر خطاب حضرت کے روحانی کمالات کا مظہر ہے۔

اسلام کے دوسرے مذہبی پیشواؤں کی طرح حضرت قلندر شہبازؒ کی زندگی کا مقصد بھی اسلام کو دنیا کے طول و عرض میں پھیلانا تھا اور اس مقصد کے لیے آپؒ نے اپنی پوری زندگی وقف کر دی اور اس سلسلے میں آپؒ بغداد اور بلوچستان کا سفر کرتے ہوئے سر زمین ہند میں وارد ہوئے کچھ عرصہ مکران میں قیام کیا۔ مکران کے بیشمار بلوچ آپؒ کی روحانی شخصیت سے متاثر ہو کر حلقہ مریدی میں شامل ہو گئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت قلندر شہبازؒ پہلے لاہوت لامکان پہنچے جو لسبیلہ میں واقع ہے۔ یہ وہی راستہ ہے جس کے ذریعہ سکندر اعظم کی فوج سندھ میں داخل ہوئی تھی۔ سہون اور لاہوت لامکان دونوں شہر تاریخ کے مختلف ادوار میں بزرگوں اور روحانی پیشواؤں کے مسکن رہے ہیں اسی وجہ سے ان

Marfat.com
Marfat.com

دونوں شہروں کے درمیان رابطہ رہا ہے۔اور دونوں کی اہمیت بڑھ گئی ہے۔انہیں شہروں سے تاجروں اور زائرین کے بڑے بڑے قافلے پسنی بندر جاتے ہیں اور وہاں سے بحیرہ عرب کی مختلف بندرگاہوں کو روانہ ہوتے تھے۔اسی راستے سے حضرت عثمان مروندیؒ بھی اپنے مشن پر سندھ پہنچے۔

سندھ کے لوگ حضرت عثمان مروندی کو قلندر لالؒ کے نام سے یاد کرتے ہیں کیونکہ آپؒ اکثر و بیشتر سرخ لباس پہنتے تھے اور چونکہ آپؒ روحانیت میں شاہین نظر تھے۔ اس لیے آپؒ کا نام شہباز ہوگیا۔آپؒ کی آنکھوں کی غیر معمولی چمک اور گہرائی سے آپؒ کی روحانیت عیاں تھی حضرت عثمان مروندیؒ کو سیف للسان بھی کہتے ہیں۔کیونکہ آپؒ مستقبل کے بارے جو فرماتے تھے وہ ضرور پورا ہوتا تھا۔

حضرت قلندر شہبازؒ کی شاعری کا سرمایہ وسیع نہیں ہے لیکن آپؒ نے جو کچھ کہا ہے اس میں وہی صوفیانہ رنگ پایا جاتا ہے جو شاہ عبداللطیفؒ اور اس براعظم کے دوسرے صوفی شاعروں کے کلام میں ہے۔

آپؒ کے اشعار بھی عشق حقیقی کے متفرق تجربات اور احساسات سے بھرپور ہیں۔ اور روحانی منزل وصال ہے یہی خیالات ولی دکنی، سچل سرمست اور شاہ عبداللطیف کی شاعری میں پائے جاتے ہیں۔

سیہون میں آتے ہی حضرت قلندر شہبازؒ کو سخت آزمائشی دور سے گذرنا پڑا۔ یہاں بت پرستی کا دور دورہ تھا اور زندگی کے ہر شعبے میں بے راہ روی تھی لوگوں کی اخلاقی حالت بہت پست تھی۔دولت مند تاجروں اور صاحب حیثیت لوگوں کی زندگی بہت زیادہ آلودگی سے پر تھی۔ہر طرف عصمت فروشی کے اڈے قائم تھے۔حضرت قلندر شہبازؒ اس گندے ماحول کو جلد از جلد بدلنا چاہتے تھے۔ان کی خواہش تھی کہ وہاں کے لوگوں کی اخلاقی حالت سدھر جائے۔

حضرت قلندر شہبازؒ نے بڑے صبر و استقلال جرات مندی اور ہمت سے ان حالات کا مقابلہ کیا۔انہوں نے عبادت کے لیے ایک ایسی جگہ حجرہ بنایا جہاں عصمت فروشی کا

Marfat.com
Marfat.com

اڈا تھا وہاں ان کی موجودگی کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ بہت جلد لوگ ان کی روحانی طاقت سے متاثر ہونے لگے اور اسی طاقت کی بدولت عصمت فروشی خود بخود ختم ہوگئی۔

قلندری جو کہ روحانیت کا ایک بلند مرتبہ ہے اپنا اظہار جس طاقت سے کرتی ہے اس کو ستی کہتے ہیں یہی ستی وصال کا ذریعہ ہے حضرت لعل قلندرؒ کا وصال 673ھ میں ہوا جبکہ وہ اسلام کی کافی خدمت انجام دے چکے تھے سہون کے حکمراں ملک بختیار الدین نے حضرتؒ کے مزار پر خوبصورت مقبرہ تعمیر کروایا جس میں بعد میں بھی کچھ نہ کچھ اضافہ ہوتا رہا ہے کچھ عرصہ پہلے مقبرہ کے بیرونی دروازے پر ایک بڑا پنجرہ نصب تھا جس میں ایک پالتو چیتا زیارت کی غرض سے آنیوالوں کے خیر مقدم کے لیے تھا میں نے خود 1938ء میں اس چیتے کو دیکھا ہے۔ میں نے جب پہلی بار حضرت قلندر شہبازؒ کے مزار پر حاضری دینے سہون پہنچا تو اس وقت مجھ پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی جسے میں اب تک محسوس کرتا ہوں۔ جب میں سہون پہنچا تو رات ہو چکی تھی چنانچہ میں سو گیا۔ سارا سہون محو خواب تھا صبح سویرے موذن کی اذان سے میں بیدار ہوا اذان کے ساتھ ہی میں نے ایک عجیب آواز سنی جس نے مجھے اپنی طرف متوجہ کیا۔ میں نے حیرانی کے عالم میں کھڑکی کھولی مگر مجھے کچھ نظر نہیں آیا۔ آواز مسلسل آرہی تھی۔ میرا تجسس بڑھا اور میں نے اپنی نظریں سڑک سے نہیں ہٹائیں چند لمحات کے بعد میں نے دیکھا کہ سڑک پر بے شمار لوگ سیاہ لباس میں جمع ہو رہے ہیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہاں ایک ہجوم جمع ہو گیا۔ ان لوگوں کے ہاتھوں میں بڑے بڑے آہنی چمٹے تھے جو ہوا میں لہرا رہے تھے۔ دراصل یہ لوگ صبح سویرے حضرت شہباز قلندرؒ کی درگاہ پر صبح کی حاضری دینے جا رہے تھے۔ میں ان لوگوں کے جذبات عقیدت مندی تو تا عمر نہیں بھول سکتا جس کا اظہار گیت کے ان الفاظ میں ہے۔

مستومست قلندر لعل　　مستومست قلندر لعل

چاندی کا دروازہ

سیوان میں درگاہ شریف کی عمارت بہت شاندار ہے اور اس کی تعمیر و تزین میں

Marfat.com
Marfat.com

مختلف شاہان وامرائے اسلام نے حصہ لیا ہے بتایا جاتا ہے کہ حضرتؒ کی وفات کے چھ سات سال بعد 686ھ میں مزار مبارک پر سب سے پہلے سلطان فیروز شاہ تغلق نے گنبد تعمیر کروایا تھا اور خدام آستانہ کی کفالت کے لیے جاگیر نذر کی تھی بعد میں مختلف بادشاہوں اور امیروں نے درگاہ شریف کے مختلف حصوں کی تعمیر وتزین میں حصہ لیا درگاہ کا عالیشان دروازہ سندھ کے حکمران غلام شاہ کلہوڑہ کے حسن عقیدت کی یادگار ہے اس سے گذر کر ایک وسیع صحن میں داخل ہوتے ہیں جس کے بعد درگاہ شریف کا خاص دروازہ ہے اور وہاں کثرت سے گھنٹیاں آویزاں ہیں مزار مبارک کا دروازہ چاندی کا ہے جسے سندھ کے ایک حکمران میر کرم علی تالپور نے پیش کیا تھا گنبد کے اندر کا ماحول بہت پرشکوہ اور پرعظمت ہے قریب ہی بعض تبرکات وآثار ہیں جو حضرت قلندر صاحبؒ سے منسوب کئے جاتے ہیں قیام پاکستان سے پیشتر یہاں ہندو شریک ہوتے تھے۔ اس طرح حضرت کا آستانہ محبت وخلوص کا ایک عظیم الشان مرکز ہے جہاں تعینات کے پردے اٹھ جاتے ہیں من وتو کا امتیاز باقی نہیں رہتا اور عقائد کے کسی امتیاز کے بغیر سب ہی اللہ تعالیٰ کے بندے اس بندۂ خاص کے آستانے پر نذر وعقیدت پیش کرنے کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔

شہبازی بزرگ

حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ سے جن بزرگوں نے شہرت حاصل کی ان میں حضرت شاہ جمالی مجردؒ، حضرت سیّد علی قادریؒ، حضرت خواجہ حاجیؒ، حضرت شاہ سکندرؒ، حضرت شاہ خضر سیوستانیؒ اور حضرت میاں میر قادری لاہوریؒ، کے نام عام طور پر کتابوں میں بیان کیے گئے ہیں۔ان میں دو بزرگوں کا ذکر زیادہ تفصیل سے کیا گیا ہے۔ایک حضرت شاہ خضر سیوستانیؒ اور دوسرے حضرت میاں میر قادریؒ ۔ باقی بزرگوں کے حالات بہت کم لکھے گئے ہیں اس لئے ان ہی دو بزرگوں کا ذکر کیا جارہا ہے۔تاکہ حضرت لعل شہباز صاحبؒ کے سلسلہ کی عظمت قارئین کے سامنے آسکے۔

Marfat.com
Marfat.com

حضرت شاہ خضر سیوستانی

حضرت شاہ خضر سیوستانی رحمتہ اللہ علیہ سندھ میں حضرت لعل شہباز قلندر رحمتہ اللہ کے سلسلہ قادریہ کے بڑے نامور بزرگ گذرے ہیں۔ سلسلہ قادریہ کے فیوض و برکات کو عام کرنے میں آپؒ کا بہت بڑا حصہ ہے۔ آپؒ کی عظمت و بزرگی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ قادریہ سلسلہ کے مشہور بزرگ حضرت میاں میر قادری رحمتہ اللہ علیہ آپؒ کے خلیفہ اور مرید تھے جن کی تعلیم نے نہ صرف سندھ بلکہ پنجاب اور پورے ہندو پاک میں سلسلہ قادریہ کی بنیادیں مضبوط کیں۔

حالات

حضرت شاہ خضر رحمتہ اللہ علیہ کا وطن سیون شریف میں تھا اور آپؒ حضرت لعل شہبازؒ کے سلسلے کے نامور بزرگ تھے۔ توکل علی اللہ آپؒ کا خاص امتیاز تھا۔ زیادہ وقت ایک قبرستان میں گذارتے تھے، کچھ عرصہ کے بعد سیوستان کے ایک پہاڑ میں قیام کیا اور تمام وقت عبادت اور ریاضت اور مجاہدے میں گذرنے لگا۔ اس پہاڑ پر آپؒ نے ایک تنور بنوایا تھا مگر اس میں روٹی پکنے کی نوبت کبھی نہیں آئی بلکہ آپؒ اس تنور میں بیٹھ کر عبادت کیا کرتے تھے۔ ایک پتھر بھی اس پر ایسا تھا جس پر بیٹھ کر آپؒ اکثر عبادت و نوافل پڑھا کرتے تھے۔ یہ پتھر کبھی گرم نہیں ہوا ہمیشہ ہر موسم میں ٹھنڈا رہتا تھا۔ آپؒ کے لباس میں ایک کرتہ ایک تہبند اور عمامہ ہوا کرتا تھا۔ پہاڑ پر رہنے کے بعد آپؒ بہت کم سیون میں آیا کرتے تھے۔ اور لوگوں سے الگ رہنے کی کوشش ہمیشہ جاری رہتی تھی۔ آپؒ فرماتے تھے کہ میرا سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی دوست نہیں ہے۔ اکثر آپؒ کو درختوں کے پتے اور درختوں کی چھال کھاتے دیکھا گیا تھا کبھی کسی سے بھوک کی آپؒ نے شکایت نہیں کی۔

سیون کے حاکم کو جواب

شہزادہ داراشکوہ اپنی کتاب سفینۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیوستان کے

Marfat.com
Marfat.com

حاکم آپؒ کے پاس پہاڑ پر گئے۔

بڑی سخت گرمی پڑ رہی تھی اور آپؒ ایک بڑے سے پتھر پر بیٹھے ہوئے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف تھے حاکم صاحب نے دیکھا کہ دھوپ اور گرمی سخت ہو رہی تھی اور آپؒ کے اوپر کوئی سایہ نہیں ہے تو حاکم صاحب آپؒ کے قریب اس انداز سے کھڑے ہوئے کہ ان کا سایہ آپؒ پر پڑنے لگا۔ حاکم کا خیال تھا کہ کم از کم میرے سایہ ہی سے کچھ راحت ملے گی۔

تھوڑی دیر میں آپؒ نے مراقبہ سے سر اٹھایا اور حاکم سے فرمایا۔ تم کون ہو؟ اور اس ویرانے میں کس لئے آئے ہو اور تمہارا کیا مقصد ہے۔؟ حاکم نے جواب میں عرض کیا کہ میں آپؒ کے دیدار کا شرف حاصل کرنے آیا ہوں اور یہ عرض کرن اچاہتا ہوں کہ آپ مجھے کسی خدمت کا موقع دیجئے آپ جو حکم دیں گے اور جس خدمت کو میرے متعلق فرمائیں گے میں اس کی تعمیل کروں گا۔ آپؒ نے جواب فرمایا کہ میرا کوئی کام ایسا نہیں ہے جو تم کر سکو۔ حاکم نے بڑی عاجزی سے عرض کیا کہ حضور میری یہ دلی تمنا ہے کہ آپؒ مجھ سے کوئی خدمت لیں اور میں اس خدمت کو انجام دے سکوں۔ تو یہ بات میرے لیے باعث فخر ہو گی۔ آپؒ نے فرمایا اچھا جو میں کہتا ہوں تم اسے منظور کرو گے۔ حاکم نے عرض کیا ضرور کروں گا۔ آپؒ حکم دیں۔ آپؒ نے فرمایا اچھا پہلی بات تو یہ ہے کہ تم نے اپنے جسم کا جو سایہ میرے جسم پر ڈال رکھا ہے اسے ہٹا لو۔ کیونکہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سایہ میں زندگی گذارتے ہیں ان کو کسی دوسرے سایہ کی ضرورت نہیں ہے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ تم جہاں سے آئے ہو فوراً اسی جگہ واپس چلے جاؤ۔ حاکم صاحب اس فرمان کو سن کر جلدی سے دور ہو کر کھڑے ہو گئے اور اپنا سایہ آپؒ پر سے ہٹا لیا اور عرض کیا کہ حضور میں جا رہا ہوں مگر ایک درخواست ہے کہ آپؒ اپنے خاص وقت میں جب آپؒ اپنے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہوں تو مجھ گنہگار کے لیے دعا فرمایئے گا کہ اللہ تعالیٰ مجھے نیکوکار بنائے۔ حضرت شاہ خضر رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اس وقت کے لیے زندہ نہ رکھے کہ جب میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی دوسرے کا خیال اپنے دل میں لاؤں اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر تم کو یاد کروں۔

Marfat.com
Marfat.com

قطعہ تاریخ

حضرت شاہ خضر سیوستانی رحمتہ اللہ علیہ نے 994ھ میں وفات فرمائی۔مفتی غلام سرور لاہوری نے قطعہ تاریخ کہا۔

خضر چون ان رہنمائے دو جہان — مقتدائے دین ولی وتقی
کرد چون رحلت ازیں دارفنا — سال وصل آن ولی جنتی
آفتاب عارفان حق بگو، — نیز سالک متقی نور الولی

حضرت میاں میر سیوستانیؒ

آپؒ کا نام میر محمد تھا اور میاں میرؒ کے نام سے آپؒ نے شہرت حاصل کی۔حضرت لعل شہباز قلندر رحمتہ اللہ علیہ کے سلسلہ میں یہ بزرگ بہت مشہور ہوئے۔اور پاک وہند میں قادریہ سلسلہ کو ان کی ذات سے بہت فروغ حاصل ہوا۔آپ بھی سیوستان (سیون) کے رہنے والے تھے۔لیکن آپ آخر عمر میں لاہور چلے گئے تھے۔آپ کے والد کا نام قاضی قلندر تھا۔شہزادہ داراشکوہ نے اپنی کتاب سکینتہ اولیاء میں حالات بہت تفصیل سے لکھے ہیں۔

داراشکوہ

شہزادہ داراشکوہ شاہ جہاں کے سب سے بڑے فرزند تھے اور 21 صفر 1024ھ میں ہفتہ کے دن ممتاز محل کے بطن سے اجمیر میں ساگرتال کے مقام پر پیدا ہوئے تھے۔ابو طالب کلیم کے اس مصرعہ سے تاریخ ولادت نکلتی ہے۔

''گل اولین گلستان شاہی 1024ھ''

شہزادہ داراشکوہ بڑے بلندمرتبہ عالم تھے۔تصوف سے گہرا لگاؤ اور حضرات اولیائے عظام وصوفیائے کرام سے ان کو عشق تھا۔سفینتہ الاولیاء اور سکینتہ الاولیاء ان کی بہت مشہور کتابیں ہیں۔جن میں اولیاء اللہ اور تصوف کا ذکر کیا گیا ہے اور بھی چند کتابیں ہیں جو منظر عام پر نہیں آسکی ہیں،سکینتہ الاولیاء میں میاں میر اور ان کے مریدین کے

Marfat.com
Marfat.com

حالات میں ہے جو 1052ھ میں لکھی گئی اور 1920ھ میں اس کا اردو ترجمہ لاہور سے شائع ہوا۔ 21 ذی الحجہ 1119ھ کو ان کے بھائی عالمگیر نے اپنے خاص آدمیوں سیف خان اور نظر بیگ کے ہاتھوں ان کو شہید کرا دیا۔ ہمایوں کے مقبرہ میں وہ اسی لباس میں دفن کئے گئے جو جسم پر پہنے ہوئے تھے۔ مقبرہ کے اسی تہ خانہ میں شاہزادہ دانیال اور شہزادہ مراد بھی دفن ہیں۔

تاریخ ولادت

حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب حضرت سید فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ آپؒ کے والد حضرت قاضی سائیندانہ اپنے علم و فضل اور تقویٰ و تقدس کے اعتبار سے پورے سندھ میں عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ اور سیوستان میں آپؒ کے گرد علم و فضل حاصل کرنے والوں کا ہجوم لگا رہتا تھا۔

داراشکوہ نے سکینتہ الاولیاء میں میاں میر صاحبؒ کی ولادت کے متعلق ان کے بھائی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ میاں صاحب 938ھ میں بمقام سیون پیدا ہوئے مگر داراشکوہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ میں نے ایک محضر ایسا بھی دیکھا ہے جس میں آپؒ کی ولادت 975ھ میں بتائی گئی ہے۔

تعلیم طریقت

حضرت میاں میر صاحبؒ نے علوم اسلامیہ مختلف استادوں سے حاصل کئے اور جب علوم حاصل کر کے فارغ ہوئے تو اپنے والد صاحبؒ سے قادریہ سلسلہ میں طریقت کی تعلیم حاصل کی اور جب ابتدائی تعلیم سے فارغ ہوئے تو حضرت شیخ سید خضر سیوستانیؒ سے بیعت کی اور تزکیہ نفس اور ریاضت میں مشغول رہے اور اسی راستہ میں ایسا کمال پیدا کیا کہ پیشوائے طریقت کے مرتبہ پر فائز ہوئے اور مشائخین وقت اور علمائے اسلام نے آپؒ کو قطب زمان کے لقب سے یاد گیا۔

مسند نشینی

حضرت میاں میر صاحبؒ کے والد نے جب وفات پائی تو آپؒ ہی کی مسند پر

Marfat.com
Marfat.com

رونق افروز ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی بخشش اور عنایت سے پورے سندھ اور پنجاب میں انہوں نے بڑی جلدی قادریہ سلسلہ کو اتنا آگے بڑھایا کہ پورے ہندوستان میں ان کے نام کی دھوم مچ گئی۔ جگہ جگہ سے رشد وہدایات کے چشمے پھوٹے اور مریدوں کی تربیت وتعلیم کے مراکز قائم ہوگئے۔ وحدت الوجود کا فلسفہ ان کی نظر کی انتہا تھا اور شیخ ابن عربی کی فتوحات مکیہ اور مولانا جامی کی شرح فصوص الحکم کے وہ حافظ تھے۔

شہرت سے دور رہتے تھے۔ گوشہ نشینی اور عبادت وریاضت ان کے محبوب مشاغل تھے۔ آخر زمانہ حیات میں سیون سے باہر چلے گئے تھے اور پھر لاہور میں سکونت اختیار فرمائی مگر اس طرح برسوں کسی کو پتہ نہ چلا کہ لاہور میں ایک ایسا عظیم بزرگ بھی موجود ہے۔

دنیا سے پردہ

حضرت میاں میر صاحبؒ نے لاہور میں پچاس سال سے زائد قیام فرمایا۔ جس میں چالیس سال تو گمنامی میں گذار دیئے صرف دس سال ایسے گذرے کہ آپؒ لاہور والوں کو اور پاک و ہند کے لوگوں کو فیض یاب کر سکے۔ آپؒ نے لمبی عمر پائی اور ربیع الاول کی سات تاریخ کو 1045ھ میں اس دنیا سے پردہ فرمایا۔ صرف پانچ دن بیمار رہے اور چھٹے دن دنیا سے تشریف لے گئے۔ آپؒ کا مزار ہاشم پورہ میں جو میاں میر کے نام سے مشہور ہے مرجع خاص وعام ہے۔

اورنگ زیب نے مزار بنوایا

داراشکوہ حضرت میاں میر صاحبؒ کے بہت عقیدت مند تھے انہوں نے مقبرہ کی تعمیر کے لیے سامان جمع کیا اور چاہتے تھے کہ شاندار مقبرہ تعمیر کریں مگر موت نے موقعہ نہیں آنے دیا۔ آخر بہت دن مزار کی تعمیر نہ ہوسکی اور جب کئی سال بعد اورنگ زیب ایک دن مزار پر حاضر ہوئے اور انہوں نے تعمیر کو نامکمل دیکھا تو مقبرہ تعمیر کرایا۔ داراشکوہ کی بیوی جن کا نام نادر بیگم تھا ان کی قبر بھی حضرت میاں میر صاحبؒ کے مزار کے قریب بارہ دری میں ہے۔ داراشکوہ جن کو حضرت میاں میرؒ سے عشق تھا وہ ان کے قرب میں جگہ حاصل نہ کر

Marfat.com
Marfat.com

سکے اور ہمایوں کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔

جہانگیر کا بیان

جہانگیر کو حضرت میاں میرؒ سے بہت عقیدت تھی۔ وہ اپنی کتاب تزک جہانگیری میں حضرت کے متعلق لکھتے ہیں کہ:۔

"مجھے معلوم ہوا کہ لاہور میں میاں میرؒ نام کے ایک بزرگ تشریف رکھتے ہیں۔نہایت متوکل اور گوشہ نشین ہیں۔فقر کی دولت سے غنی ہیں۔تو میرا دل ان سے ملنے کے لیے بے چین ہوا مگر میرے لیے بڑا مشکل تھا کہ میں لاہور جاؤں۔اس لیے میں نے خط کے ذریعہ اپنی خواہش ملاقات کا اظہار کیا۔حضرت صاحبؒ باوجود کمزوری اور ضعیف پیری کے زحمت فرما کر تشریف لائے اور مجھ کو زیادہ دن تک ان کے ساتھ خلوت میں رہنے کا موقعہ ملا۔بلاشبہ اس زمانے میں آپؒ کا وجود بہت بڑی نعمت ہے بہت سے معارف وحقائق سے واقف ہونے کا موقعہ ملا۔میں نے چاہا کہ آپؒ کی خدمت میں نذر پیش کروں۔مگر آپؒ کی عظمت اور عالی مرتبت نے مجھے اس جرات سے بعض رکھا۔آخر میں نے سفید ہرن کی کھال جانماز کے طور پر آپؒ کی خدمت عالی میں پیش کی۔

جہانگیر 1014ھ میں تخت نشین ہوئے تھے اور 28 صفر 1037ھ میں 23 سال 8 ماہ پندرہ دن حکومت کرنے کے بعد دنیا سے گئے۔انتقال کے وقت ان کی عمر انسٹھ سال گیارہ ماہ اور بارہ روز کی تھی۔

شاہجہان کی عقیدت

شاہجہان بادشاہ کو بھی حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ سے بہت زیادہ عقیدت تھی اور وہ دو مرتبہ آپؒ کی خدمت میں شرف نیاز کے لیے حاصل ہوئے۔بادشاہ نامہ میں ان ملاقاتوں کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے۔

"رہنمائے اصحاب معرفت تقویٰ،قدوۂ حق شناساں صافی ضمیر ہوئے۔حضرت میاں میر کہ جن کی تشریف آوری سے پہلے بھی یہ گھر مہبط انوار بن چکا ہے۔دوبارہ تشریف

Marfat.com
Marfat.com

لائے اور بادشاہ کی درخواست پر آپؒ نے بہت سے حقائق ومعارف بیان فرمائے جو انشراح صدر انبساط قلب کا باعث ہوئے"

حضرت شاہجہاں بادشاہ کے حالات میں بیان کیا گیا ہے کہ:۔

"حضرت شاہجہاں بادشاہ حقائق آگاہ اس مقتدائے صاحب عرفان میں میر کی محبت کے اس درجہ شیدا اور عاشق تھے کہ اس زیادہ عقیدت اور محبت کا تصور نہیں کیا جاسکتا ہے چناچہ بارہا آپؒ کے محمودہ اطوار اور پاکیزہ اخلاق کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ اس سرزمین کے مشائخ میں میں نے حضرت میاں میرؒ جیسا کامل نہیں پایا اور ان کے بعد شیخ المشائخ شیخ فضل اللہؒ ہیں"

شاہجہاں ۸ جمادی الثانی ۱۰۳۷ء میں اس دارفانی سے عالم جاودانی کو روانہ ہوئے۔

کرامت سے صحت

شہزادہ دارا شکوہ جن کا ذکر آپ پچھلے اوراق میں پڑھ چکے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ" جب میں بیس سال کا تھا تو سخت بیمار ہوگیا۔ بیماری اتنی مایوس کن تھی کہ طبیب بھی مایوس ہو چکے تھے اور جواب دے چکے تھے آخر ایک دن میرے والد مجھے لیکر حضرت میاں میرؒ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرا لڑکا اتنا بیمار ہو چکا ہے کہ حکیموں نے بھی جواب دے دیا ہے۔ آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ آپؒ کی دعا سے شفا حاصل ہوگی۔ حضرت میاں میر صاحبؒ نے میری طرف دیکھا اور پانی پر دم کرکے مجھے پلا دیا۔ میں اس پانی کے پینے سے ایک ہفتہ کے بعد بالکل اچھا ہوگیا۔" مگر دارا شکوہ نے جسوقت حضرت سے بیعت ہونے کا ارادہ کیا۔ اسوقت وہ وفات فرما گئے۔ اس لئے انہوں نے ان کے نامور خلیفہ ملا بدخشیؒ سے بیعت حاصل کی۔

ملا بدخشیؒ کون تھے؟

ملا بدخشیؒ حضرت میاں میرؒ کے خلیفہ تھے اور بہت شہرت والے بزرگ تھے۔ بدخشاں میں پیدا ہوئے تھے اور ۱۰۲۳ء میں لاہور آئے اور میاں میر صاحبؒ کے مرید ہوگئے

Marfat.com
Marfat.com

اور تیس سال اپنے پیر صاحب کی خدمت میں رہ کر بلند مقام حاصل کیا۔ انہوں نے اپنے قیام کیلئے کشمیر کو پسند کرلیا تھا۔ مگر ہمیشہ جاڑوں کے موسم میں وہ لاہور آتے اور کئی ماہ مرشد کی خدمت میں رہتے تھے۔ داراشکوہ ملا بدخشی صاحبؒ کے متعلق لکھتے ہیں کہ:۔

"مجھے لوگوں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ حضرت ملا بدخشیؒ متواتر سات سال تک عشاء کی نماز کے بعد صبح کی نماز تک جس نفس کرتے تھے اور اس میں ذکر خفی کرتے تھے۔ مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ وہ تیس سال تک ایک لمحہ کیلئے نہیں سوئے"

کشمیر میں ملا صاحبؒ کو بہت بڑی شہرت حاصل تھی اور بڑے چھوٹے مسلم اور غیر مسلم سب آپؒ سے متاثر تھے۔ تصوف میں ان کا مسلک صرف وحدت الوجود تھا یہ رنگ ولی رام کانسٹھ امیر دور مغلیہ پر بھی غالب تھا وہ آپؒ سے بیعت ہوا اور اپنی شاعری میں وحدت الوجود کے سلسلہ میں اچھے اچھے اشعار کہے۔ ولی رام کی شاعری اور ان کے اشعار کا ذکر تذکرہ نگاروں نے کیا ہے۔ چند شعر یہاں درج کئے جا رہے ہیں۔

مظہر جلوہ صفت

مانہ آنِ خودیم' آنِ توایم — جے نشانے تو' مانشان توایم
این نشانہا' نشان ذات تواند — مظہر جلوہء صفات تواند
پاکی از فکر واز قیاس ما — اے تو پیدا دریں لباس ما
مظہر ذات تو ہمہ اشیاء — بے تو دما توئی وخود تو دما
ذات تو در صفات تو پیدا — صفت عین ذات اے مولیٰ
ماہمہ موج بحر ذات توایم — مظہر مجمل صفات توایم :

مُلا بدخشیؒ پر غلبہ حال

داراشکوہ نے ملا بدخشیؒ کی شاعری کا بھی ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ ان کے کلام کا ایک مجموعہ مرتب ہو چکا تھا۔ اور ان کی بعض غزلیات واشعار بھی تحریر کئے ہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ وہ کبھی غلبہ حال کی وجہ سے ایسے اشعار بھی کہہ جاتے تھے جو شریعت کے خلاف ہوتے

Marfat.com
Marfat.com

تھے اور ان پر سخت اعتراض کیا جاتا تھا۔ ایک دفعہ تو وہ ایسا کہہ گئے کہ علماء نے قتل کرنے کا حکم صادر کر دیا۔ شاہجہاں نے ظفر خان گورنر کشمیر کو لکھا کہ ملا بدخشی کو سزا دی جائے۔ مگر دارا شکوہ نے کہا: "کہ جلدی نہیں کرنا چاہیے۔ میاں میر صاحبؒ سے بھی مشورہ کر لیا جائے۔ چنانچہ شاہجہاں نے حضرت میاں میرؒ سے معلوم کیا تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں میں جانتا ہوں کہ وہ غلبہ حال میں کچھ سے کچھ کہہ جاتے ہیں جو مناسب نہیں ہے لیکن اس وجہ سے قتل کرنا مناسب نہیں معلوم ہوتا ہے۔ شاجہاں خاموش ہو گئے۔

کچھ عرصہ گذرنے کے بعد شاہجہاں بادشاہ کشمیر آئے تو انہوں نے حضرت ملا بدخشیؒ سے بھی ملاقات کی اور بہت سے صوفیانہ مسائل پر ان سے شاہجہاں نے تبادلہ خیال کیا۔ چنانچہ بادشاہ نامہ کے مؤلف شیخ عبدالحمید بادشاہ نامہ میں اس ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :۔

> "یکم جمادی الثانی 1050ھ کو ملا شاہ بدخشیؒ جو کہ میاں میر قادریؒ کے خلیفہ ہیں اور کشمیر میں گوشہ نشینی کی زندگی گذار رہے ہیں ۔ بادشاہ درویش نواز شاہ جہاں کی طلب پر تشریف لائے اور اس ملاقات میں بہت سے بلند نکات کے متعلق گفتگو ہوئی اور بادشاہ نے ان کو نہایت عزت کے ساتھ خوش ہو کر رخصت کیا۔"

حضر ملا بدخشیؒ دارا شکوہ سے بہت خوش تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ان کی ذات سے سلسلہ قادریہ کو بہت ترقی ملے گی۔

اورنگ زیب کی حکومت کے زمانہ میں بھی حضرت ملا بدخشی رحمتہ اللہ علیہ کے خلاف کچھ آوازیں اٹھنے لگیں اور غلبہ سے مستوران کے اشعار سے لوگوں کو اختلاف پیدا ہو گیا۔ اورنگ زیب نے گورنر کشمیر کو حکم بھیجا کہ ملا صاحبؒ کو فوراً بھیجا جائے مگر گورنر نے جواب میں لکھا ملا صاحب بیمار ہیں اور آنے سے معذور ہیں۔

چند روز کے بعد اورنگ زیب کی ناراضگی ختم ہو گئی اور عوام بھی ان کے اشعار کے رمز کو سمجھ گئے اورنگ زیب نے حکم بھیجا کہ ملا صاحبؒ کشمیر کے بجائے اگر لاہور میں قیام

Marfat.com
Marfat.com

رکھیں تو مجھے زیادہ خوشی ہوگئی چنانچہ ملا صاحب لاہور تشریف لے آئے مگر زیادہ تر گوشہ نشین رہے اور ایک سال کے بعد روز بیمار رہ کر 15 صفر 1070ھ میں دینا سے سفر فرما گئے اور اپنے مرشد حضرت میاں کے احاطہ میں دائمی آرام کے لیے سُلائے گئے۔

قطعہ تاریخ وفات

حضرت میاں میر صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی تاریخ وفات کے سلسلہ میں متعدد عقیدت مند شعراء نے قطعات تاریخ وفات کہے تھے مگر ہم صرف ان کے ایک مرید حضرت ملا فتح اللہ صاحبؒ کے قطعہ تاریخ کو درج کر رہے ہیں۔ یہی وہ تاریخ وفات ہے جو میاں میر صاحبؒ کے گنبد کے دروازہ پر کندہ ہے۔ ویسے تو مفتی غلام سرور لاہوری کے بھی قطعات تاریخ ہیں۔ جن میں ان کی ولادت اور وفات دونوں کی تاریخیں بیان کی گئی ہیں۔

تاریخ دروازہ گنبد

میان میر سرد فتر عارفان — کہ خاک درش رشک اکسیر شد
سفر جانب شہر جاوید کرد — ازین محنت آباد دل گیر شد
خرد بہر سال وفاتش نوشت — بفردوس والا میاں میر شد

مزار مبارک کی رسومات

حضرت شہباز قلندرؒ کی درگاہ میں تین وقت نوبت لگتی ہے، ایک شام کے وقت، دوسری رات کے وقت جب دروازہ بند کیا جاتا ہے اور تیسری تہجد کے وقت جب درگاہ کا دروازہ دوبارہ کھول دیا جاتا ہے۔

اس نوبت کے اوقات کار مقرر کرنے کے لیے قدیم زمانہ کا گھڑیال رکھا ہوا ہے۔ اس کے قریب ایک دیگچہ میں پانی بھرا ہوا ہوتا ہے جس میں ایک سوراخ دار پیالی پڑی ہوتی ہے جس کے باریک سوراخ سے پانی رس رس کر اندر آتا رہتا ہے۔ جب یہ پیالی ڈوب جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک گھڑی گذر گئی ہے۔ اس طرح اوقات معلوم ہوتے رہتے

Marfat.com
Marfat.com

ہیں اور جب ایک گھڑی گذر جاتی ہے تو نوبت پر چوٹ لگائی جاتی ہے جس سے ایک گھڑی گذرنے کا اعلان ہوتا ہے۔ تین وقتی نوبت کو دھمال کہا جاتا ہے۔

دھمال سندھ کے دیگر بزرگوں کی درگاہوں پر بھی ہوتی ہے۔ دراصل دھمال ہندی زبان کا لفظ ہے، جس کے لغوی معنی شور وغل، تھپ، چوٹ اور دھماچوکڑی وغیر کے ہیں۔ اصطلاحاً یہ ایک قسم کا راگ ہے جو فقیر عموماً الاپتے ہیں۔ سندھی لغت مطبوعہ 1873ء کے مطابق: ''دھمال ایک سر کا نام ہے جو ہولی کے زمانہ میں الاپا جاتا ہے اور ''دھمار'' ایک تار کا نام بھی ہے''

''راگ ساگر'' ص 240 میں لکھا ہے کہ:

دھمال میں 14 ماترائیں ہوتی ہیں۔ دھمال میں نقارہ خاص وجد پیدا کرتا ہے جس کو ''بھیر'' کہا جاتا ہے۔ فقیر جب نقارہ بجانے لگتے ہیں تو فقراء وجد میں آجاتے ہیں۔ حلقہ باندھ لیتے ہیں اور مست قلندر مست قلندر کا نعرہ مستانہ بلند کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ ایک پاؤں آگے اور ایک پاؤں پیچھے کرتے ہیں۔ اس طریقے سے مست قلندر کا نعرہ لگا کر ایک پاؤں آگے اور ایک پاؤں پیچھے کرتے رہتے ہیں۔

صاحب ''سرہان'' کی رائے ہے کہ لعل شہبازؒ نے اپنے معتقدوں کے لیے عملی طور پر ذکر فکر کا موقعہ مہیا کیا ہے۔ کیونکہ جب ان پر نیند کا غلبہ ہونے کا امکان ہوگا تو دھمال ان کو نیند نہیں آنے دے گی اور انہیں دوبارہ فکر و ذکر کا از سر نو موقع مل جائے گا۔

مولانا رومیؒ نے اپنے مریدوں میں جو سماع کا طریقہ رائج کیا تھا، وہ لعل شہبازؒ کی درگاہ کی دھمال سے کافی مشابہت رکھتا ہے۔ مولانا شبلی نعمانی نے ''حیات رومی'' میں مولانا رومی کے سماع کا اس طرح ذکر کیا ہے۔

''ذکر و شغل کا یہ طریقہ ہے کہ حلقہ بنا لیتے ہیں، ایک شخص اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور ایک ہاتھ سینے پر اور ایک ہاتھ نیچے رکھ کر رقص کرنا شروع کر دیتا ہے، رقص میں آگے پیچھے نہیں بڑھتے بلکہ متصل چکر کاٹتے رہتے ہیں اور سماع کے وقت دف بھی بجاتے ہیں۔''

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مولانا رومیؒ کی محفل سماع دھمال سے کافی مشابہت

Marfat.com
Marfat.com

رکھتی ہے، صرف زمان و مکاں کا فرق ہے، اس بات سے یہ امر بھی ثبوت کو پہنچتا ہے کہ حضرت شہباز قلندرؒ محفل سماع کے قائل تھے۔ اس ضمن میں ملتان والا واقعہ بھی پیش کیا جا سکتا ہے جس کا ذکر (طریقت) قبل ازیں آ چکا ہے۔ حضرت شہباز قلندرؒ کے احباب شیخ بہاؤالدینؒ زکریا ملتانی بھی سماع کے قائل تھے۔ ملا جمالی اور فرشتہ (763:2) نے عبداللہ قوال کا قصہ بیان کیا ہے، جس سے حضرت شیخ الاسلام اور ان کے مرشد شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ کے سماع کے قائل ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

حضرت شہباز قلندرؒ قلندری مشرب کے ہیں پھر سہروردی طریقت کے لوگوں کی صحبت میں رہے، قلندری طریقت والے سماع اور رقص و سرود کو جائز قرار دیتے ہیں جس سے قلب میں نرمی پیدا ہوتی ہے اور نرمی سے محبوب کی توجہ حاصل ہوتی ہے اور اس کا سرود و سماع محبوب حقیقی کے وصال کا وسیلہ بن جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت شہباز قلندرؒ نے اپنی مخصوص سماع کو عبادت کا سا درجہ عطا کر رکھا تھا۔

قلندرؒ نامہ کے مصنف ''ردالمختار'' جیسی شرعی کتاب میں ان کے وقت کی نوبت کا جواز نکال لیتے ہیں اور لکھتے ہیں:

''چوکس اور بیدار رکھنے کے لیے نوبت بجانی جائز ہے، سہ پہر سے شام تک جو نوبت لگتی ہے وہ فزع کے لیے ہے۔ رات کی نوبت موت اور تہجد والی نوبت قیامت کے اشارے کے لیے لگائی جاتی ہے۔''

میلہ اور دھمال

دھمال یوں تو روزانہ شام سے شروع ہو جاتی ہے پھر اپنے تینوں اوقات پر شروع ہو کر صبح کی اذان سے قبل ختم ہو جاتی ہے، ان روزانہ دھمالوں کے لیے چھوٹے نقارے رکھے ہوئے ہیں لیکن بڑی تقریبات اور بالخصوص میلہ کے موقع پر بہت بڑے نقارے استعمال کئے جاتے ہیں، جن کو لے کر نقارچی درگاہ کے بڑے دروازے کے اندر کرسی بچھا کر بیٹھ جاتا ہے۔ اس طرح روزانہ دھمال کا نقارہ درگاہ کے اندرونی حصہ میں بجتا ہے۔ عرس کے دوران باہر علم

Marfat.com
Marfat.com

کے نیچے نقارے پر چوٹ لگائی جاتی ہے اور مست قلندر کے مستانہ نعروں سے فضا گونج اٹھتی ہے۔ دور دراز کے علاقوں سے حضرت شہباز قلندرؒ کے متوالے، ہاتھوں میں جھنڈے، پیروں میں گھنگھرو اور ہاتھوں میں کڑے ڈالے سیون کی زمین کی جانب رواں دواں ہوتے ہیں۔

حضرت شہباز قلندرؒ کا عرس 18، 19، 20 شعبان تین روز مسلسل رہتا ہے، عام دنوں میں تو سب فقراء مشترکہ طور پر دھمال کرتے رہتے ہیں لیکن عرس کے موقعہ پر مختلف حلقوں اور گروہوں کے فقراء جدا جدا دھمال سے اظہار عقیدت پیش کرتے ہیں۔

سب سے پہلے "ابدال" کی کافی والے فقراء اپنے مقررہ وقت پر دھمال کرتے ہیں، پہلے یہ دھمال باہر شروع ہوتا ہے اور کچھ دیر کے بعد اندر زیارت کے لیے چلے جاتے ہیں۔ جب مقررہ وقت ختم ہو جاتا ہے تو واپس چلے آتے ہیں۔ اس کے بعد کچہری کی کافی والے فقیر آتے ہیں۔ پھر "سخی سلطان" کے فقراء، اس کے بعد "اولادی امیر" ابراہیم شاہ بو دبہار، جمن جتی، حقامی، حاکم علی شاہ، مزاری شاہ کے فقیر باری باری آتے ہیں، اس کے بعد بادل شیر کی کافی کے فقراء آتے ہیں۔ اس طرح دھمال اور زیارت کا سلسلہ جاری رہتا ہے یہاں تک کہ 20 تاریخ آ جاتی ہے۔ تب عرس کا سلسلہ منتشر ہونا شروع ہو جاتا ہے اور دور دراز کے پردیسی اپنے اپنے گھروں کو سدھار جاتے ہیں۔

شہباز قلندرؒ کی مہندی

دھمال کا سلسلہ تین دن تک جاری رہتا ہے اس کے ساتھ ہر شام، لعل شہباز قلندرؒ کی مہندی نکالنے کی رسوم ہوتی ہے، پہلے روز 18 شعبان کو سید گل محمد شاہ کی طرف سے مہندی نکالی جاتی ہے۔ مہندی کی تھالی ریشمی کپڑوں سے ڈھکی ہوتی ہے۔ بہت سے صوفی و فقراء ساتھ ہوتے ہیں اور وجدانی حالت میں گاتے، ناچتے اور رقص کرتے درگاہ کی جانب رواں دواں ہوتے ہیں۔ یہ مہندی مغرب سے پہلے درگاہ میں پہنچ چکی ہوتی ہے۔

19 شعبان کو فقیر مولچند کی جانب سے اسی شان و شوکت اور جوش و خروش سے مہندی نکالی جاتی ہے، اس مہندی کے ساتھ بھی سرکس کے حیرت انگیز تماشے ہوتے ہیں،

Marfat.com
Marfat.com

اس میں رانی ہندو خاندان کا جداعلیٰ منجرین میر حضرت قلندرؒ شہباز کا معتقد ہو گیا تھا، اسی رشتہ سے یہ ہندو خاندان آج بھی عزت واحترام سے مہندی کی رسم ادا کرتا ہے۔

تیسرے روز یعنی 20 شعبان کو "قانون گو" خاندان کی جانب سے مہندی کی رسم ادا کی جاتی ہے۔ "قانون گو" حضرت شہباز قلندرؒ کے زمانہ میں ایک با اثر ہندو خاندان تھا، آخر اس خاندان کے لوگ آپؒ کے روحانی اثر سے متاثر ہو کر مرید ہو گئے، اس تعلق کی وجہ سے اب تک اس خاندان کی طرف سے مہندی کی رسم ادا کی جاتی ہے۔

مہندی، دراصل چادر چڑھانے کی رسم ہوتی ہے لیکن احترام کی وجہ سے اصطلاحاً اس کو مہندی کہا جاتا ہے۔

عرس کے موقعہ پر برصغیر پاک و ہند کے ہر علاقہ، ایران اور افغانستان کے لوگ بھی آتے ہیں اور اپنے اپنے طریقہ اور رسم و رواج کے مطابق حاضری دینے کے لیے جلوس کی صورت میں آتے ہیں اور اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں اور بلوچ، پٹھان اور پنجاب کے لوگ بہت آتے ہیں۔ مکرانی اکثر آتے رہتے ہیں، خاص طور پر عرس کے علاوہ 27 رجب اور محرم میں بھی حاضری دینے آتے ہیں۔

مہندی اور دھمال میں ہر علاقہ اور ہر ملک کے لوگ شریک ہوتے ہیں۔ آتش بازی بھی چھوڑی جاتی ہے۔

یادگاریں

لعل شہباز قلندرؒ نے ایک عرصہ تک سیر و سیاحت فرمائی اور ریاضتیں کیں، اس لیے کچھ مقامات مقدسہ ایسے ہیں جو حضرت شہباز قلندرؒ کی یادگاروں کے طور پر مشہور ہیں۔ ان میں سے مندرجہ ذیل قابل ذکر ہیں۔

دشت شہباز

دشت شہبازؒ کا ذکر اس سے قبل بھی آ چکا ہے، آپ جب بغداد سے مکران کے راستہ ہند میں تشریف لائے تو مکران میں کچھ عرصہ قیام پذیر ہو کر چلہ کشی کی اور ہزاروں

Marfat.com
Marfat.com

مکرانی آپؒ کے اسی جگہ مرید ہو گئے، یہی مقام آج بھی دشت شہباز کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ تکیہ وادی پنج گور میں نہر رخشاں کے جنوب میں ایک سرسبز میدان میں ہے۔

گنجو ٹکر

حیدر آباد سندھ میں گنجو پہاڑ کے دامن میں ٹنڈو غلام حسین میں ایک تکیہ ہے۔ کہا جاتا ہے اس جگہ پر بھی حضرت شہباز قلندرؒ نے چلہ کشی فرمائی تھی۔

کندری نہر

لعل شہباز قلندرؒ کی حضرت منگھو پیر سے ملاقات کا ذکر ایک مقام پر آ چکا ہے۔ حاجی منگھوؒ جس پہاڑ پر رہتے تھے وہاں ایک چشمہ پھوٹ پڑا تھا جو آج بھی مشہور ہے۔

تحفتہ الکرام میں آیا ہے کہ: "حاجی منگھوؒ کے پہاڑ میں "مخدوم شہباز قلندرؒ کی کندری" نام کی ایک نہر ہے جس کے دونوں کناروں پر باغ ہیں۔"

منگھوؒ پیر کراچی کے قریب ہے۔ کراچی میں "کامل گلی" میں بھی ایک تکیہ آپؒ کی طرف منسوب ہے۔

یک تھنبھی

سیون کے جنوب میں ریلوے اسٹیشن کے نزدیک پہاڑ میں ایک غار ہے جسے یک تھنبھی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اس کے متعلق دوار کا پرشاد شرما رقمطراز ہے کہ "25 ہزار سال قبل جب انسان غاروں کا باسی تھا تو یہ غار انسان کی آماگاہ تھا۔ اس غار میں شہباز قلندرؒ نے چلہ کشی کی تھی، غار کے وسط میں پتھر کا ایک ستون ہے جسے تھنبھی کہتے ہیں، غار میں قبلہ رخ ایک محراب نما غار ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس جگہ حضرت شہباز قلندرؒ عبادت کیا کرتے تھے، اس کے اوپر ایک ہموار پہاڑی ہے جو فرش کے طور پر استعمال ہوتی ہوگی، اس پر تقریباً تین چار سو افراد کے بیٹھنے کی گنجائش موجود ہے، اس کے کونوں پر چار چھوٹے ستون ہیں، اس وجہ سے اس کو چار تھنبھی بھی کہا جاتا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

1009ھ۔1008ھ میرا بوالقاسم نمکین سیون کے صوبیدار مقرر ہوئے ۔ وہ چاندنی راتوں میں اسی جگہ اپنی کچہری لگایا کرتے تھے۔

اس غار کے بارے میں اہل سندھ اس روایت کے بھی راوی ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قدم مبارک بھی اس غار میں آئے تھے ۔ تاریخ مظہر شاہجہانی میں میر یوسف نے لکھا ہے:

میگویند کہ نظر گاہ حضرت علیؓ است

ڈاکٹر ولسن نے بھی اس کو دیکھا تھا اور اپنی کتاب میں اس کا ذکر کیا ہے جو ہندوستان کے غاروں اور مندروں کے تذکرے پر مشتمل ہے۔

یک گھنبھی کی شمالی سمت ایک مزار ہے جس کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ یہ مزار حضرت شہباز قلندرؒ کے ایک طالب کا ہے ۔ ایک دوسری روایت ہے کہ ''یہ قبر ایک دولت مند سوداگر کی ہے جو دنیا و دولت چھوڑ کر لعلؒ شہباز کی خدمت میں حاضر ہو گیا تھا۔''

لعل باغ

سیون کے جنوب میں ریلوے لائن پار ''لعل باغ'' ہے جس میں کھجور، لیموں، اور بیر وغیر کے درخت ہیں ۔ اس سے ملحقہ پھول و پھلواری کے تختے ہیں ۔ یہ باغ حضرت شہباز قلندرؒ کی محبت کی وجہ سے ''لعل باغ'' کے نام سے مشہور ہے ۔ آبیاری کے لیے ایک کاریز ہے جسے ''لعل واہی'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ۔ اسی باغ میں قدیم درخت ''لعل جولٹو'' کے نام سے مشہور ہے ۔ اس جگہ بھی حضرت شہباز قلندرؒ نے چلہ کشی کی تھی ۔ باغ سے تھوڑے فاصلہ پر پہاڑ میں چشمہ ہے۔

اظہار عقیدت

حضرت شہباز قلندرؒ کے برصغیر پاک و ہند میں کروڑوں عقیدت مند موجود ہیں جن میں عوام الناس کے علاوہ دانشور، علماء اور فضلاء بھی شامل ہیں ۔ بہت سے معروف بزرگوں، شاعروں اور عقیدت مندوں نے اپنے اشعار میں انہیں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

حدیقتہ اولیاء، میں سندھ کے بہت سے بزرگوں کا تذکرہ موجود ہے، اس میں نثر کے علاوہ ان کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق عالیہ قصیدہ کی شکل میں بھی پیش کیا گیا ہے۔ حضرت شہباز قلندرؒ کے اوصاف اور اخلاق عالیہ کے متعلق بھی ایک طویل قصیدہ موجود ہے، اس میں سے چند اشعار ذیل میں دیئے جا رہے ہیں۔

شہباز نشیمن لاہوت
شاہ اورنگ خطہ ملکوت
اہل دل عارف معارف حق
صاحب وجد و تارک مطلق
بحر عرفان کنو ز دانائی
مہر ایقاں چراغ بینائی
دم بدم رحمت خداوندی
باد بر روح شاہ مروندی

حضرت شاہ شرف الدینؒ

برصغیر کے مشہور بزرگ شاہ شرف الدینؒ جب آپؒ کی زیارت مبارک کو تشریف لائے تو آپؒ کی زیارت کرتے ہی بے اختیار شرف الدینؒ کے دہن مبارکہ سے نکلا:

عجب دیدم بدرگاہ قلندر
عجب چوں مشہد نور منور
طواف تربت آں شاہ سرور
ثواب غازیان و حج اکبر

حضرت سچل سرمستؒ

سندھ کے مشہور صوفی اور شاعر (ولادت 1739 وفات 1826ء) نے آپؒ کو اس طرح خراج عقیدت پیش کیا ہے:

Marfat.com
Marfat.com

سچو میرا مرشد سخی قلندرؒ

ایک اور ہندمصرعہ میں فرماتے ہیں:

قلندرؒ جوگی کیسی بین بجائی

حضرت بیدلؒ

بیدلؒ بھی سندھ کے معروف بزرگوں میں شمار کئے جاتے ہیں، آپؒ نے حضرت شہباز قلندرؒ کی شان میں اردو، فارسی اور سندھی میں بہت سے اشعار کہے ہیں۔ آپؒ کی تاریخ وفات کوانہوں نے اس طرح منظوم کیا ہے۔

دل چوں تاریخ وصالش بجستہ زسروش باتف گفتہ کہ اولعل عین عرفان بود 650ھ۔

حضرت عثمان سانگیؒ

لاڑکانہ کے مشہور شاعر عثمان سانگی (ولادت 1778ء وفات 1860ء) مشہور شاعر اور نوشہرہ کے نقشبندی بزرگ خواہ عبدالحئی کے مرید تھے۔ آپ نے حضرت شہباز قلندرؒ کی شان میں اس طرح خراج عقیدت پیش کیا ہے:

حق نور جلال اللہ مست وار قلندر
قلندر صوفی عین صفا سردار قلندر

حضرت فقیر خیر محمدؒ

آپؒ کے پیر بھائی فقیر خیر محمد نے آپؒ کی شان میں اس طرح ایک کافی کہی:

مدد کے لیے ہو حاضر حسینی قلندر لعل مروندی
ہر سمت سے ہے تیرے سلامی ہندوسندھ بھی سارا
کابل، کشمیر، قندھار، بلخ، بیجد سمرقندی
قلندر لعل مروندی

Marfat.com
Marfat.com

حضرت نشان علی فقیرؒ

نشان علی فقیر بھی اچھے شاعر ہوگزرے ہیں، آپ کے اشعار فقیر ہدایت اللہ نجفی نے مرتب کئے ہیں جو آج بھی قلمی نسخے کی صورت میں موجود ہیں۔ نشان علی نے حضرت شہباز قلندرؒ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا ہے :

عرش زمین پہ طبل تمہارا
ہوئی نوبت بجے نقارا
ملک فلک پر کیا اشارہ
کھیلیں درد دھمال!

حضرت سید ثابت علی شاہؒ

سید ثابت علی شاہ نے اپنی سوانح عمری میں ایک جگہ بڑی عقیدت سے آپؒ کا ذکر فرمایا ہے۔ کہتے ہیں :

سیرہ گاہ صادقان ، خلوت سرائے عارفاں
مامن متوکلاں، آرام گاہ اولیاء
بارک اللہ شہر سیون ، سندھ کے دار الامان
آہ دارالاولیاء سندھ ہوگیا اصل وجود
شہر سیون ہے امن و شاہ عالم کی پناہ
شہر سیون کشتی، نوح و قلندرؒ ناخدا
شہر سیو ن جس کا ہے شہباز حسینی شہریار
اے خدا یہ شہر یار شہر ہو دائم بقا

Marfat.com
Marfat.com

صورت بہار

دیوان ''صورت بہار'' صورت سنگھ (ولادت 1823ء وفات 1877ء میں)
سندھ کے مشہور شاعر ہیں۔انہوں نے حضرت قلندرؒ کی شان میں کہا ہے۔

دم مست قلندر شاہ ، شہباز قلندرؒ
ہم دست خداوند کا ہم را ز قلندرؒ
سلطان فقیروں کا حقیر وں کا ہے صاحب
بخشندہ اسیروں کا غریبوں کا ہے راہب
حاکم ہے امیروں کا ، یتیموں کا ہے صاحب
مختا ر ملائک کا ہے مولا کا ہے نائب

☆☆☆☆☆

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

حضرت رابعہ بصری قلندر رحمتہ اللہ علیہ

ولادت

بہترین افسانے وہ ہیں جو چند حقائق کے بھی حامل ہوں۔فضائے آسمانی پر جو ستارے چمکے اور پھر ہمیشہ کیلئے نظروں سے اوجھل ہوگئے ان کی کہانیاں کس قدر دلچسپ ہوتی ہیں۔ان احسن القصص میں سے ایک حسین قصہ اس درخشان ستارے کا ہے جو بصرہ کے افق پر پہلی صدی ہجری کے اواخر میں طلوع ہوا،جس کے نور نے کھلی بزموں اور گھریلو زندگی کو منور کر دیا۔جس کی چمک دمک نے آنکھوں کو خیرہ اور دلوں کو روشن کر دیا۔حتّٰی کہ یہ کوکب تاباں دوسری صدی ہجری کے اواخر میں غائب ہوگیا۔اس کا طلوع اور غروب ایک افسانہ بن کر رہ گیا جو اوراقِ دہر پر نقش ہوگیا اور زمانے کی زبان پر چڑھ گیا۔نئے اور پرانے مصنفین نے اس پر خامہ فرسائی کی تو محققین نے اس پر زور دماغ صرف کیا۔

اگر لوگ حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہ سے دریافت کرتے کہ تو کون ہے۔کس طرح آئی اور کیونکر تو نے زندگی بسر کی۔تو وہ شائد یہی جواب دیتی کہ"میں آسمانِ دنیا پر ستارہ بن کر چمکی پھر ایک ارضی مسئلہ فکر یہ بن کر رہ گئی۔میں بھی دوسروں کی طرح آئی اور گئی۔میں بھی محبت اور نفرت سے ہم آغوش ہوئی ہنسی اور روئی۔میں نے بھی اچھے اور برے کام کیے یہاں تک کہ میں انسانی بندشوں سے آزاد ہوگئی اور انتہائی روحانی بلندیاں حاصل کر کے عالم فنا سے منسلک ہوگئی اس لیے لوگوں نے مجھے ایک عجوبہ روزگار پایا۔۔۔۔۔۔۔"

حضرت رابعہ بصری رحمتہ علیہ پیدا ہوئی اور ایک عابدہ وزاہدہ کی طرح زندگی گزار کر چلی گئی۔اس نے عشق کیا۔مگر عام عورتوں جیسا عشق نہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

ایک تاریک پرسکون رات میں اس کی والدہ کے اچانک دردِزہ شروع ہوا۔وہ ایک غریب اور مسکین عورت تھی۔اس کے پاس اس کے خاوند کے سوا کوئی اور نہ تھا۔اس کا شوہر اسماعیل اس کی دل دہی کررہا تھا۔وہ حیران تھا کہ کیا کرے۔کیونکہ وہ بالکل تہی دست تھا۔درد میں اضافہ ہو رہا تھا اور پریشانی بڑھتی جاتی تھی۔غیرت انہیں کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے سے روک رہی تھی۔مبتلائے درد بیوی نے شوہر سے کہا۔''اس آڑھے وقت میں میری چارہ جوئی کیلئے کچھ لاؤ''۔اس کا دل بے قابو ہوگیا۔بیوی کی حالتِ زار پر بیتاب ہوکر ایک پڑوسی کی طرف گیا تاکہ دیا جلانے کیلئے تھوڑا سا تیل اور استعمال کرنے کیلئے تھوڑا سا گھی مانگ لائے۔اس نے ہر چند دروازہ کھٹکھٹایا مگر کوئی جواب نہ ملا۔ناچار حیران و پریشان لوٹ آیا۔بیوی کو احساس ہوا کہ شوہر بالکل تہی دست ہے تو وہ رونے لگی مگر کشائش الٰہی سے اس کی مصیبت ختم ہوگئی اور نوزائیدہ کی آواز اس طویل رات میں گھر کے سکون کو چیرنے لگی۔

اسماعیل کے کانوں میں یہ آواز پڑی تو فطرتاً اس کا دل دھڑکنے لگا۔کہیں ایسا نہ ہو لڑکی پیدا ہوئی ہو کیونکہ وہ پہلے سے ہی تین لڑکیوں کا باپ تھا مگر یہ آواز ایک لڑکی ہی کی تھی۔چوں کی لڑکی تھی،اس لیے اس نے اس بچی کا نام حضرت رابعہ بصریؒ رکھ دیا۔وہ جانتا تھا کہ بچے کی جنسیت میں اس کا یا اس کی بیوی کا کوئی ہاتھ نہیں یہ تو اللہ تعالیٰ کی دین ہے جسے چاہے لڑکا دے اور جیسے چاہے لڑکی۔زمانہ جاہلیت سے حضرت رابعہ بصریؒ کی ولادت تک حتیٰ کہ آج تک بھی مردوں کی یہ ذہنیت چلی آتی ہے کہ وہ لڑکی کی پیدائش پر کچھ انقباض خاطر محسوس کرتے ہیں۔حضرت رابعہ بصریؒ کا باپ بھی حسب دستور لڑکی کی پیدائش پر چپ سا ہوگیا۔چونکہ وہ ایک دین دار انسان تھا اس لیے خوف خدا کی وجہ سے کچھ نہ کہہ سکا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اس معاملے میں اس کی بیوی مجبور محض ہے۔وہ غم وغصہ کو پی کر اللہ تعالیٰ کے دین پر راضی ہوگیا۔تاآنکہ اس کے چہرے سے ترش روئی کے آثار دور ہوگئے بچی کے گریہ معصوم نے اس کے کان میں کچھ اسرارحیات پھونک دیے اور وہ بالکل خاموش ہوگیا۔

حضرت رابعہ بصریؒ کا باپ کوئی فلسفی نہ تھا کہ اسرارونواع حیات کی تاویل کرتے

Marfat.com
Marfat.com

ہوئے کہتا جنسی کشش انسان کو شادی پر آمادہ کرتی ہے ایسے ہوتا ہے اور ویسے ہوتا ہے وہ تو مذہبی ذہنیت کا حامل تھا اور قضاوقدر پر ایمان رکھتا تھا۔ خداجانے حاملان قضاوقدر نے اس کی بیٹی کے لیے تاریخ میں کچھ روشن دن مقدر کر دیے ہوں۔

جب انسان پیدا ہوتا ہے تو اس کے ماں باپ اور خانداں والوں کو پتا بھی نہیں ہوتا کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔ کبھی وہ خوشی مناتے ہیں اور کبھی غم۔ کبھی ہنستے ہیں اور کبھی روتے ہیں۔ انجام سے وہ پھر بھی بے خبر ہوتے ہیں۔ زمانہ ہی اس کے اوراقِ حیات کو لوٹتا ہے۔ اگر ہماری پیدائش سے مرتے دم تک ایک ایک بات لکھی جایا کرتی تو بڑی بڑی ضخیم جلدیں تیار ہو جایا کرتیں جنہیں نہ کوئی پڑھ سکتا اور نہ اٹھا سکتا۔

حشر ونشر کے بارے میں کہتے ہیں کہ جب لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے تو ہر ایک داہنے یا بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال لیے ہوگا۔ ازل وابد کے پردوں سے دنیا گویا حضرت رابعہ بصریؒ کو دیکھ رہی ہے کہ اس کے ساتھ ایک ضخیم نامہ اعمال ہے جسے وہ داہنے ہاتھ میں اٹھائے ہوئے ہے مگر اس کے اولین صفحات کو بائیں ہاتھ میں لینا چاہتی ہے مبادا ابتدائی صفحات پر اس کی نظر پڑ جائے۔

میں ابھی ابھی قارئین کرام کے سامنے حضرت حضرت رابعہ بصریؒ کی کی کہانی بیان کرتا ہوں کہ اس کی زندگی میں بھلائی یا برائی کا کس قدر عنصر تھا۔ زندگی کیا ہے ایک طویل یا غیر طویل سفر مگر حضرت حضرت رابعہ بصریؒ کا سفر زندگی بہت طویل تھا، نہایت دشوار گزار اور تکلیف سے پر۔ علاوہ بریں وہ اپنے سوانح حیات کچھ اس قدر پراگندہ چھوڑ گئی ہے جیسے درخت کی شاخیں تیز ہواؤں کے جھونکوں سے ایک دوسری سے مل جاتی ہیں۔ ادھر ہم لوگوں کی یادداشتیں ایک ریت کے ڈھیر کی مانند ہیں جو اپنی جگہ پڑا رہتا ہے جب تک ہوائیں اسے منتشر نہ کر دیں یا کسی کا ہاتھ اسے کسی محفوظ مقام پر اٹھا کر نہ رکھ دے یا فضا میں نہ اڑا دے۔ اس طرح حضرت رابعہ بصریؒ کے سوانح حیات پر زمانے کی آندھیاں چلیں اور بہت سے محققین نے انہیں لیا۔ کچھ لوگوں نے ہوا کے سپرد کر دیا اور کچھ ارباب تحقیق نے انہیں ایک مناسب مقام پر رکھ دیا۔ آج میں ایک اور چھان بین کرنے والا اٹھا ہوں مگر میرا

Marfat.com
Marfat.com

مقصود نہ تو اس قیمتی سرمائے کو پراگندہ کرنا ہے اور نہ ریت کے ڈھیر میں ہاتھ ڈالنا ہے۔ میں تو صرف وہ لپٹے ہوئے اوراق کھولنا چاہتا ہوں جو مشرق و مغرب میں بکھرے پڑے ہیں۔ نہایت احتیاط اور نرمی سے وہ اوراق جوڑ کر پیش کرنا چاہتا ہوں جس طرح کوئی شخص میدان جنگ میں پچھاڑے ہوئے بہادر کی ہڈیاں جوڑ کر انہیں ایک جگہ پر قائم کر دیتا ہے۔

جس رات سے حضرت رابعہ بصریؒ کا ظہور ہوا اس کی زندگی میں ایک عجیب باب کھلا ہے۔ یہ وہ عورت ہے جس کے حالات نے مشرق و مغرب کے محققین کو راتوں بیدار رکھا اور ارباب تصوف نے بڑی بڑی آستینیں سمیٹ کر قلم و دوات سنبھالا ہے تا کہ ان افکار کا اظہار کریں جو ان کے دماغوں میں گھومتے ہیں۔

حضرت رابعہ بصریؒ کی اٹھان مذہبیت محرومیت اور عفت کے ماحول میں ہوئی۔ اس کا باپ ایک گمنام زاہد تھا۔ زاہد لوگ کسی سے سوال نہیں کرتے۔ وہ ایمان و صبر کا دامن تھامے رہتے ہیں۔ حضرت رابعہ بصریؒ بڑی ذہین تھی۔ وہ اپنے ماں باپ کا فقر و فاقہ دیکھ رہی تھی اس لئے وہ قانع ہو گئی اور اس نے خاموشی کو شیوہ بنا لیا وہ عام لڑکیوں کی طرح کسی چیز کی فرمائش نہ کرتی۔ کھانا آتا تو تھوڑا سا کھا لیتی۔ بچوں کی طرح جلد جلد لقمے نہ مارتی اور فراغت کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتی۔ حضرت رابعہ بصریؒ باپ کے نقشِ قدم پر چلتی جو پریشان سا رہتا یا دینی خوابوں میں گم رہتا۔ کبھی تو وہ رسولؐ اللہ کو خواب میں دیکھتا اور کبھی نیک بندگانِ خدا کو۔ گھر آتا تو اس کے جسم پر سوائے پھٹی پرانی گدڑی کے کچھ نہ ہوتا جس پر ایک سفید عبا ہوتی تھی۔ اس کی بیوی بھی قریب قریب ایسے ہی حال میں رہتی تھی۔ حضرت رابعہ بصریؒ اپنی تینوں بہنوں کے ساتھ ان سے دین عفت اور قناعت کی باتیں سیکھتی۔ اس کے کانوں میں دعا کی آواز آتی تو گریہ وزاری میں ماں باپ کی شریک ہو جاتی۔ فجر کی تاریکی میں باپ کے ساتھ اٹھتی، بلند آواز سے کلام پاک پڑھتی اور گریہ وزاری کرتی۔ بچپن ہی سے حلال و حرام کے معنی خوب سمجھتی تھی اور ابتدا ہی سے پرہیزگار بندوں کے مقولے اس کی زبان پر جاری تھے۔ اس نے کبھی کسی کو گالی نہ دی اور نہ کسی چیز سے کبیدہ خاطر ہوئی۔ وہ فطرتاً نہایت مہذب تھی اور ایسی ذکاوت و ذہانت کی مالک تھی کہ اچھی بات یا اچھی دعا فوراً یاد

Marfat.com
Marfat.com

کرلیتی تھی۔

ایک دن اس کے گھرانے والے شام کا کھانا کھانے بیٹھے۔سب بڑے شوق سے کھانے کی طرف بڑھے مگر حضرت رابعہ بصریؒ ان سے دور رہی۔اس کے باپ نے کہا:

''حضرت رابعہ بصریؒ تو کیوں نہیں کھاتی؟''

اس نے نہایت غم زدہ آواز میں جواب دیا:

''باپ! اللہ جانے یہ کھانا حلال ہے یا۔۔۔۔''

یہ سن کر اس کا باپ چونکا اور دریافت کرنے لگا:

''حضرت رابعہ بصریؒ! کیا تو نے کبھی ہمیں دیکھا ہے۔کہ اگر حلال کھانا نہیں ملا۔تو ہم نے حرام کی طرف ہاتھ بڑھا دیا ہو؟''۔

حضرت رابعہ بصریؒ نے کہا۔

ہمیں اس دنیا میں بھوک پر صبر کرنا چاہیے تا کہ آخرت میں آگ پر صبر کرنا نہ پڑے اس رات جب حضرت حضرت رابعہ بصریؒ کی ماں بچا ہوا کھانا اٹھانے لگی تو کچھ بھی نہ تھا۔ پیالہ بالکل خالی تھا۔حضرت رابعہ بصریؒ کا باپ اس کے جواب پر دل ہی دل میں تعجب کر رہا تھا کیونکہ اس قسم کی باتیں تو مفکرین و عابد وزاہد حضرات کی مجلسوں میں ہوا کرتی ہیں۔اسماعیل کے کان میں وہ باتیں گونجنے لگیں جو اس نے شیوخ کی زبانی وعظ کی مجلسوں میں سنی تھیں کہ بعض بچوں اور بچیوں میں بچپن سے پختہ کاری کے آثار ہویدا ہوتے ہیں گویا وہ قبل از وقت ہی ہدایت پالیتے ہیں وہ حضرت حضرت رابعہ بصریؒ بصریؒ پر تعجب ہی نہیں بلکہ رشک بھی کر رہا تھا کہ اس کا میلان طبع ابھی سے پرہیزگاری اور عبادت کی جانب کس قدر ہے۔

جب کبھی حضرت رابعہ بصریؒ کوئی قرآنی سورت یاد کرلیتی اور نہایت خشوع و خضوع سے خوشی خوشی باپ کو سناتی تو اسماعیل کے آنسو اس کے رخساروں پر ڈھلک پڑتے اور وہ کہتا ''پروردگار! تو نے اس لڑکی کو کس لئے پیدا کیا ہے؟۔یہ تو اوروں جیسی لڑکی

Marfat.com
Marfat.com

نہیں۔۔۔۔"

حضرت رابعہ بصریؒ کا باپ اس لڑکی کے غمگین رہنے کے بارے میں راتیں بسر کردیتا۔ اس کے کانوں میں شیوخ کے فقرے گونجنے لگتے کہ بعض عابد وزاہد ہمیشہ غمگین رہتے ہیں وہ غمگین رہتی اور جس قدر بڑی ہوتی جاتی اس کا حزن وملال بڑھتا جاتا اور بڑوں کی طرح عبادت پر صبر کرتی۔

ایک رات اسماعیل سوگیا۔ حضرت رابعہ بصریؒ قرآن پاک پڑھتی رہی۔ جب صبح ہوتے اس کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ وہ نہایت خشوع وخضوع سے تلاوت کررہی ہے۔ چادر میں لپٹی ہوئی قبلہ رو بیٹھی ہے۔ اس نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور منہ پر پھیر لیے۔ شاید زمانہ اسے آنے والی مصیبتوں کیلئے تیار کررہا تھا کیونکہ وہ ابھی بچی تھی کہ اسکا باپ مرگیا اور تھوڑے دن نہ گزرے تھے کہ ماں بھی چل بسی۔ اب حضرت رابعہ بصریؒ نے بدبختی کا مزہ چکھا۔ وہ شفقت جس سے اب تک بہرہ ور تھی اس سے چھین لی گئی مگر وہ مصائب کیلئے آمادہ ہوگئی اور ایمان وقناعت کو یتیمی کی زندگی بسر کرنے کا وسیلہ بنالیا۔ حضرت رابعہ بصریؒ کھوئی ہوئی سی نگاہیں ایک وسیع عالم وجود میں دوڑا رہی تھی جیسے کوئی گم کردہ راہ سیدھے راستے کی تلاش میں ہو۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com
Marfat.com

بصرہ

دوسری صدی ہجری میں بصرہ شباب پر تھا۔ فاتحین عرب یہاں سکونت پذیر تھے۔ یہ صرف سیاسی وتجارتی مرکز ہی نہ تھا بلکہ تہذیب وتمدن، علم وتقویٰ کا بھی گہوراہ تھا۔ بصرہ میں مساجد و معابد دیبہ بکثرت تھے۔ یہاں کی بڑی مسجد ایک چھوٹی سی یونیورسٹی تھی یہاں دو طرح کے علماء تھے بعض لوگ لغت 'ادب اور روایات کی خدمت کرتے اور بعض فقہ' حدیث اور مناظرہ سے دل چسپی رکھتے تھے۔ بصرہ کے باشندے بھی دو قسم کے تھے بعض نہایت مالدار لوگ تھے اور بعض بالکل فقیر۔ ان میں آزاد عرب بھی تھے' مملوک بھی' رومی بھی اور عجمی بھی۔ حضرت حضرت رابعہ بصریؒ بصریؒ کا گھرانہ ایک چھوٹا سا گھرانہ تھا جس کے افراد صرف گزر بسر کرتے تھے اور محلوں کے خواب ہی دیکھتے ہوں گے۔

ایسے زمانے میں اہل بصرہ یقیناً سماج کے خلاف بغاوت کا جذبہ رکھتے ہوں گے۔ ان میں کچھ تو وہ لوگ تھے جو نہایت سبک سر اور عمل ودین سے بے بہرہ تھے' دوسرے وہ لوگ جو عابد وزاہد تھے' جنہیں سب فقر وفنا کی پروانہ تھی اور عیش وعشرتِ دنیاوی کو نگاہ میں نہ لاتے تھے اس لئے ارباب عشرت ان کی طرف سے بے خوف رہے اور ان کی کچھ پرواہ نہ کی۔

اس زمانے میں بصرہ کسی سال بھی فتنہ وفساد سے محفوظ نہ رہا۔ یہ فتنے خارجیوں کی طرف سے اٹھتے تھے حتیٰ کہ دولت بنی امیہ نے دوسری ہجری کے ربعِ اول میں ان فتنہ وفسادات کے مٹانے کی ٹھان لی۔ ایک سال قدرت کی گرم نگاہیں اس پر رونق شہر پر پڑیں اور اس کی ساری کھیتی باڑی جل گئی۔ پورا شہر قحط کی مصیبت میں مبتلا ہوگیا۔ اس مصیبت کا شکار زیادہ تر غریب لوگ ہوئے۔ اس نے حضرت رابعہ بصریؒ کو بھی بیتاب کر دیا۔ کئی راتیں اس نے

Marfat.com
Marfat.com

خالی پیٹ گزار دیں۔ وہ تنہا تھی ۔ اس کی بہنیں نہ معلوم کہاں چلی گئی تھیں ۔وہ راتوں کواللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتی کہ اس کی بہنیں لوٹ آئیں پھر سب ایک جگہ رہنے سہنے لگیں۔

جب بھوک عام ہوگئی تو چور ڈاکو نکل پڑے ۔ باندی،غلام کی خرید وفروخت کرنے والوں نے ایسے بچوں کو جو بھوک کے مارے ہوئے تھے اور آوارہ اور خستہ حال پھرتے تھے' پکڑ پکڑ کر بیچنا شروع کر دیا۔ چنانچہ حضرت رابعہ بصریؒ بھی ایک چور کے ہاتھ لگ گئی ۔ ہر چند بھاگی دوڑی مگر اس ظالم نے پکڑ ہی لیا۔ وہ اگر چہ روئی چلائی لیکن بے سود ۔آخر تھک ہار کر گر پڑی ۔ غاصب ہاتھ گرفتار کرنے میں کامیاب ہوگئے اور اسے ایک بڑے تاجر کے ہاتھ بیچ دیا۔تاجر نے حضرت رابعہ بصریؒ کو تھوڑے داموں کسی دوسرے شخص کے ہاتھ بیچ ڈالا ۔ حضرت رابعہ بصریؒ نہایت فرمانبرداری اور خاموشی سے خدمت کرتی رہی ۔ یہ شخص بڑا سنگ دل تھا۔ رات دن خدمت لیتا حتیٰ کہ وہ بہت دبلی ہوگئی۔ ظالم نے اس کے بچپن اور زبوں حالی پر کچھ رحم نہ کھایا جب بھی حضرت رابعہ بصریؒ کو فرصت ملتی نماز میں مشغول ہو جاتی اور رو رو کر پروردگار سے کہتی ۔

''اے خدایا! میں یتیم' مبتلائے مصیبت ہوں' غلامی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہوں اور ظلم وستم سہہ رہی ہوں ۔اس کے باوجود میرا مطمح نظر تیری رضا جوئی ہے ۔آیا ''تو مجھ سے راضی ہے یا ناراض!''

حضرت رابعہ بصریؒ کو خیال ہوتا تھا کہ وہ اپنی پکار کا جواب اثبات ورضا کی صورت میں سن رہی ہے ۔ جوں جوں دن گزرتے گئے وہ اپنے آقا کی خدمت میں کوئی تکلیف ومشقت محسوس نہ کرتی تھی کیونکہ رضائے الٰہی کی طلب نے اسے ان تمام مصیبتوں سے بے پرواہ کر دیا تھا۔ ایک دن آقا نے اسے کسی چیز کی خریداری کے لئے بازار بھیجا۔ایک انسان نما بھیڑیا اس کے پیچھے پڑ گیا۔حضرت رابعہ بصریؒ ڈر کر بھاگی مگر بصرہ کی ٹیڑھی ترچھی گلیاں بغیر قربانی لیے نجات نہ دلا سکیں۔ وہ زمین پر گر پڑی اور ہاتھ ٹوٹ گیا۔ اٹھی اور خاموش کبیدہ خاطر آقا کے گھر لوٹ آئی ۔ جب نماز کیلئے کھڑی ہوئی تو اس طرح مناجات کرنے لگی ۔

''پروردگار! میرا ہاتھ ٹوٹ گیا ہے' میں غلامی اور درد وکرب میں مبتلا ہوں اور ان

Marfat.com
Marfat.com

مصیبتوں کے جھیلنے کے لئے تیار ہوں مگر مجھے یہ تو بتا دے کہ آیا تو مجھ سے راضی ہے؟۔اے خدا! میرے لئے تیری رضامندی کافی ہے۔"

غم انسان کے دل کو ضرور متاثر کرتا ہے۔ جب زاہد زینونی کا پاؤں ٹوٹ گیا تو اس نے کچھ بھی شکوہ شکایت نہ کی۔ یہی حال حضرت رابعہ بصریؒ کا تھا کیونکہ عابد وزاہد لوگ ایک ایسی وسیع دنیا میں رہتے ہیں جہاں بڑے بڑے حوادث چھوٹے معلوم ہوتے ہیں اور رنج والم بے وقعت دکھائی دیتے ہیں۔ رات ہوئی تو حضرت رابعہ بصریؒ نماز کیلئے کھڑی ہوگئی۔ ہاتھ اس کے سینے سے بندھا تھا۔ وہ اپنے نفس کو اس صدمے پر صابر بنا رہی تھی۔ مگر دل غلامی کے صدمات سے پارہ پارہ ہو رہا تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے لگی کہ رحم فرمائے اور اسے غلامی کی زنجیروں سے چھڑا دے۔ وہ دعائیں مانگ رہی تھی۔ آقا کو محسوس ہوا کہ حضرت رابعہ بصریؒ آج کچھ زیادہ تھکی ہوئی اور پریشان ہے۔ گریہ وزاری کی آواز کانوں میں پڑی تو حضرت رابعہ بصریؒ کو یہ کہتے سنا۔

"اے پروردگار! تجھے معلوم ہے کہ میرا دل تیری اطاعت کا خواہاں ہے۔ میری آنکھیں تیری خدمت سے ٹھنڈی ہوتی ہیں۔ اگر معاملہ میرے ہاتھوں میں ہوتا تو میں ایک لحظہ بھی تیری مناجات سے نہ ہٹتی مگر تو نے مجھے ایک سنگدل بندے کے ہاتھوں میں دیدیا ہے۔"

آقا کے کانوں میں یہ کلمات پڑے تو وہ گھبرا گیا اور حضرت رابعہ بصریؒ کی گریہ وزاری سے کانپ اٹھا۔ اس نے کچھ سوچ کر دل ہی دل میں بہت جلد کچھ طے کر لیا اور حضرت رابعہ بصریؒ کی طرف دیکھنے لگا۔ اسے ایسا محسوس ہوا کہ حضرت رابعہ بصریؒ کے سر پر ایک چراغ روشن ہے جس سے سارا کمرہ منور ہو رہا ہے۔ وہ فوراً بڑھا اور کہنے لگا۔ حضرت رابعہ بصریؒ۔۔۔۔

خطاؤں کی معافی چاہتا ہوا اور آزادی کی دولت پیش کرتا ہوا کہنے لگا۔

"رابعہ! تو آزاد ہے چاہے تو میرے پاس رہ اور جی چاہے تو جہاں تجھے آرام و راحت میسر ہو چلی جا۔۔۔۔"

جونہی حضرت رابعہ بصریؒ نے آزادی کا نام سنا کھڑی ہوگئی اور راہ فلاح و بہبود کی

Marfat.com
Marfat.com

تلاش میں نکل کھڑی ہوئی۔

حضرت رابعہ بصریؒ آقا کے پاس سے آہیں بھرتی ہوئی چلی آئی۔ اب غلامی کا بوجھ اس کے کندھوں سے اتر چکا تھا۔ سورج کی روشنی میں دونوں ہاتھ بلند کر کے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے لگی کہ اس نے اسے ایک ایسے عذاب سے نجات دی جس میں وہ ماں باپ کی وفات کے بعد سے ہر وقت مبتلا تھی۔ جب وہ آہیں بھرتی اور اس طرح کچھ طمانیت قلب محسوس کرتی تو ہتھیلیاں دیکھنے لگی۔ کپڑے وغیرہ دھونے اور رات دن کی انتھک خدمت کرنے سے ہتھیلیاں اور ناخن پھٹ گئے تھے۔ ہاتھ بے رونق ہو گئے تھے۔ وہ نوجوان تھی مگر اس کے ہاتھ نوجوان لڑکیوں کے سے نہ تھے۔ معلوم نہیں وہ آزاری کے بعد کہاں گئی اور کہاں رہی؟۔

بلاشبہ جس طرح ایک قیدی جیل خانے کا دروازہ کھلنے کے بعد زندگی کو ایک نئے زاویہء نگاہ سے دیکھتا اور محسوس کرتا ہے کہ وہ آج نئے سرے سے عالم وجود میں آیا ہے۔ طویل قید و بند سے دنیا کی ہر چیز اسے بدلی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ وہ اعزہ و اقرباء کو شک کی نگاہوں سے دیکھتا اور محسوس کرتا ہے کہ ہر چیز اسے پھر قید خانے کے سپرد کرنا چاہتی ہے۔ کچھ ایسی ہی حالت حضرت رابعہ بصریؒ کی تھی۔

حضرت رابعہ بصریؒ کے دلی جذبات کا پوری طرح احساس وہی پرندہ کر سکتا ہے۔ جو قفس میں بند رہا ہو۔ پھر اسے کھلی فضاء میں پر و بال مارنے کا موقع ملا ہو اور وہ بلند درختوں کی شاخوں پر جا بیٹھا ہو۔ ہمیں معلوم نہیں حضرت رابعہ بصریؒ کہاں قیام پذیر ہوئی۔ آیا اس بصرہ میں رہی جس میں اس نے روز اول سے سوائے حزن و ملال کے کچھ نہ دیکھا تھا؟۔ کہ ایسا ہرگز نہیں ہوا یا کوفہ چلی گئی جہاں کسی سے واقف نہ تھی یا شام کا رخ کیا؟ یہ تمام باتیں تاریخ کے سینے میں محفوظ ہیں جہاں تک کسی تلاش و تحقیق کی رسائی نہیں ہو سکی اور نہ کوئی تصریح اس کی موید ہے۔

بصرہ اس کا وطن اور تربیت گاہ ہے گو اس سرزمین نے اس پر سخت مظالم ڈھائے۔ وہ یقیناً اس سے محبت کرتی تھی اور دوسرے شہروں پر بصرہ کو ترجیح دیتی تھی۔ وہ وہاں کی گلیوں

Marfat.com
Marfat.com

اورشاہراہوں سے خوب آشنا تھی ۔ وہاں کی باوقار مسجد اور بھرے بازاروں سے محبت تھی ۔ حضرت رابعہ بصریؒ بصرہ کی مجالس ذکر واذکار اور دینی مدارس میں گھومنے لگی ۔ حضرت رابعہ بصریؒ کا یہ طرز زندگی جو اس نے غلامی سے رہائی کے بعد اختیار کیا' یقیناً اس کی نسوانی زندگی کے خلاف تھا۔ حضرت رابعہ بصریؒ نے ایک اسیر اور باندی کی حیثیت سے زندگی گزاری ہے۔ ہوسکتا ہے کہ حضرت رابعہ بصریؒ کو کچھ ایسی تکلیف دہ باتیں پیش آئی ہوں اور آزادی کے بعد یہ دست درازیاں اس کی زندگی میں انقلاب کا باعث بنی ہوں۔

کہتے ہیں نفس انسانی میں بھی خاص خاص حالات وجذبات کے تحت انقلابات پیدا ہوتے ہیں ۔جس طرح قوموں میں پوشیدہ حوادث بڑے بڑے انقلابات کا سبب بن جاتے ہیں ۔نفس انسانی بھی تو ایک قوم کی سی حیثیت رکھتا ہے جس میں بغاوتیں اٹھتی رہتی ہیں' حوادث کا نزول ہوتا ہے اور انقلابات برپا ہوتے ہیں ۔ دنیا میں ایسے کتنے ظالم اور کج روگزرے ہیں جو گناہوں کے عادی تھے پھر نہایت پاکباز اور سچے تائب بن گئے اور عمر بھر سیدھی راہ پر قائم رہے بعض اقوام وافراد ایسے بھی ہیں جو اضداد کے حامل ہوتے ہیں۔ اوران کی شخصیتیں عجیب پیچیدہ حالات میں مستور ہوتی ہیں ۔کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بھلائی اور سچی قربانی کا جذبہ ایک شریر ڈاکو کے دل میں پیدا ہوجاتا ہے ۔اور کبھی شیطان عابد وزاہد حضرات کے سامنے رقص کناں نظر آتا ہے ۔ان کی عمریں وعظ ودین کے لئے وقف ہوتی ہیں ۔ داڑھیاں لمبی' گدڑی سخت اور کھردری ہوتی ہے اوران کے عمامے نہایت سفید براق ہوتے ہیں ۔ وہ یک لخت حجروں اور معبدوں سے باہر نکل پڑتے ہیں ۔ اور فتنہ وفساد کی لہرائیوں میں اتر جاتے ہیں۔

پادری فاخوس ہی کو دیکھ لیجئے ۔ وہ قدیم زمانے میں طیبہ بصرہ سے چلا اور ننگے پاں سکندریہ پہنچا تا کہ اپنے آپ کو بدکردار تائیس کے قدموں میں ڈال دے ۔ یہ تائیس وہ عشوہ تھی جس کی مجلس ہروقت طرح طرح کی خوشبوؤں اور شراب کی بو سے مہکتی رہتی تھی رجس کا محل فسق وفجور سے آباد رہتا تھا مگر کیا وہ مرتے دم ایک مقدس پاکباز عورت نہ بن ئی تھی؟

Marfat.com
Marfat.com

بیشک دنیا عجائبات سے پُر ہے اور اس عالم میں قسم قسم کے حوادث ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں۔ ہوسکتا ہے اس قسم کے حالات سے غلامی کے بعد حضرت رابعہ بصریؒ کو بھی دوچار ہونا پڑا ہو اور اسکی زندگی کا یہ انقلاب غلامی کی زندگی کا ردعمل ہو۔ جب وہ آزادانہ نکل کھڑی ہوئی تو نوعمر حسین لڑکی تھی۔ آزادی اور بے خوفی کی خوشی میں ممکن ہے کہ وہ اسی سیلاب میں بہ گئی ہو جس میں عموماً ہر نوجوان روٹی اور تنہائی کے سوال سے ڈر کر بہ جاتا ہے۔ بہرحال نفسیاتی تجزیہ و تحلیل میں اس قسم کی بحث کیلئے گنجائش تو ضرور ہے۔

طبیعت کا بدل جانا ایک فطری امر ہے کیونکہ آج تک کوئی انسان ایسا نہیں گزرا جو اول سے آخر تک ایک ہی حالت پر رہا ہو۔ زندگی بھی کرہ ارضی کی طرح ہے اس میں پہاڑیاں بھی ہیں اور نشیبی علاقے بھی۔ اتار بھی ہے چڑھاؤ بھی۔ کبھی ہم اوپر کو چڑھتے ہیں۔ اور کبھی نیچے کی طرف لڑھکتے ہیں۔ حتیٰ کہ ہمیں معلوم بھی نہیں ہوتا کہ ہمارا کیا انجام ہوتا ہے۔

آزادی کے بعد حضرت رابعہ بصریؒ حسین نازک اندام آزاد عورتوں کی سی زندگی گزارنے لگی۔ اس نے ایک نئی زندگی میں قدم رکھا۔ روشن معطر راتیں گزاریں اور اس پاکی، سختی، درشتی کو چھوڑ بیٹھی جس کی وہ بچپن سے عادی تھی۔ آیا وہ اپنی پچھلی آزادی سے انتقام لے رہی تھی جو اسے غلامی اور لغزشوں سے نہ بچا سکی؟ یا خشک زاہدانہ زندگی کا یہ ردعمل تھا جس نے اسے حیرت انگیز طور پر بالکل بدل ڈالا تھا؟ اس قسم کی باتیں ہر انسان کو پیش آتی ہیں خواہ وہ کسی مذہب اور کسی قوم سے تعلق رکھتا ہو۔

حضرت رابعہ بصریؒ کی ابتدائی زندگی پر روشنی ڈالتے ہوئے میرے دماغ پر کیسے کیسے تصورات چھائے ہوئے ہیں۔ میرے اور حضرت حضرت رابعہ بصریؒ بصری کے درمیان صدیوں کا فاصلہ ہے۔ اس کی پرہیزگاری سے متعلق کتابیں اور اس کے سوانح میرے اردگرد پھیلے پڑے ہیں۔ یہ مجھے دعوت دیتے ہیں کہ اس کی پوشیدہ زندگی سے بحث کروں۔ اس تحقیق اور غور و خوض میں میری مخیلہ ان طویل زمانوں کو چیرتی ہوئی ان حسین عشق باز عورتوں تک پہنچ جاتی ہے جن کی تصویر بیئر لوئیس نے تائیس کے ڈرامے اور بیلتیس کے گانوں

Marfat.com
Marfat.com

میں کھینچی ہے۔ یہ عورتیں باوجود یہ کہ تقویٰ اور طہارت کو کچھ بھی نہ سمجھتی تھیں پھر بھی تقویٰ، اور طہارت کی طرف مائل تھیں قبرص کی حسینہ مناڈویکا یہ تمنا کرتی تھی کہ مرنے کے بعد اس کی قبر پر لکھ دیا جائے کہ یہاں ایک پرہیزگارترین عورت سوتی ہے جس نے کبھی عصمت فروشانہ زندگی گزاری تھی۔ یہ سب کچھ تخمین واستنباط ہے جو میں نے بڑی احتیاط سے لیا ہے۔ مجھے تاریخی اور صوفیانہ کتابوں میں کوئی ایسی چیز نہیں ملی جس سے ان خیالات کی تائید ہوتی ہو کیونکہ بعض مصنفین ایسے ہیں جنھوں نے حضرت رابعہ بصریؒ کی زندگی پر پوری روشنی ڈالی ہے لیکن اس مبہم زمانے کے بارے میں خاموش ہیں۔ بعض مصنفین نے حضرت رابعہ بصریؒ کے سلوک وتصوف سے متعلق اس کی سابقہ زندگی کی روشنی میں اقوال سلف کی ایسی تاویلیں کی ہیں۔ جن سے ان کے مدعا کی تائید ہوتی ہے۔ ان کی یہ کوشش خواہ شرارت پر مبنی ہو یا تحقیق علمی پر۔ مجھے اس سے سروکار نہیں کیونکہ میں مباحث علمیہ کے اصول طے کرنے نہیں بیٹھا بلکہ حضرت رابعہ بصریؒ کے سوانح لکھنے بیٹھا ہوں گو مجھے یہ تسلیم ہے کہ ہمیں تاریخی منطقی دلائل کو ماننا چاہیے میں جانتا ہوں کہ تاریخ ایک ایسا حرم محترم ہے جس میں نہ تو ہمیں زیادتی کا کوئی حق حاصل ہے نہ کمی کا۔ اگرچہ ہماری تاریخیں اس قسم کی کمی وزیادتی سے خالی نہیں کیونکہ مصنفین نے کتابیں خاص خاص اغراض کے تحت لکھی ہیں اور اپنے زمانے کے حالات کا خیال رکھا ہے اس لئے مورخ کو کمی وزیادتی کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔ یہ کوئی افسانہ تو نہیں کوئی ادیب اس میں کمی یا زیادہ کردے۔ حضرت رابعہ بصریؒ کے اسرار کی تلاش اور اس پوشیدہ دور کے جاننے کیلئے ہمیں یقیناً کسی ایسی روشنی کی تلاش کرنی پڑے گی جو صحیح تجزیے تک پہنچادے ہمیں کوئی بھی ایسی نص صریح نہیں ملتی نہ کوئی ایسا شافی بیان ملتا ہے جو تحریف والتباس سے پاک ہو۔ جو حضرت رابعہ بصریؒ کی پوشیدہ زندگی اور اس کے اسباب وعلل پر روشنی ڈال سکے۔ نہ ہمارے پاس کوئی ایسی دلیل ہے جو ہمارا مدعا ثابت کرسکے کہ حضرت رابعہ بصریؒ آزادی کے بعد جادہ مستقیم سے ہٹ گئی تھی شاید اس نے شادی کرلی ہو اور ناکام رہی ہو یا کسی سے محبت کی ہو اور نامراد رہی ہو اور اسی صدمے نے اس پر ایک کاری ضرب لگائی ہو۔ علاوہ بریں اگرچہ حضرت رابعہ بصریؒ آزاد ہوگئی تھی لیکن اپنے آپ کو آزاد کردہ لونڈی ہی سمجھتی

Marfat.com
Marfat.com

رہی۔ جس طرح عرب کے آزاد کردہ غلام ہمیشہ اپنے آپ کو آزاد کردہ غلام ہی سمجھتے رہے۔ یہ بات قرین عقل ہے اور معقول معلوم ہوتی ہے ۔ موالی (آزادشدگان) کا مسئلہ عرب میں خاص اہمیت رکھتا تھا۔ خصوصاً بنی امیہ کے دور میں جو عربیت واصالت کو بہت اہمیت دیتے تھے۔ اور جن کی سیاست حسب ونسب پر مبنی تھی وہ جہاد وفتوحات سب چیزوں میں اپنے ہی آپ کو حق دار سمجھتے تھے۔

موالی کو انھوں نے اس قسم کا کوئی حق نہ دیا تھا جس کی وجہ سے موالی تنگ دل تھے۔ اس لئے کچھ ایسی مشکلات پیدا ہوگئی تھیں جن کے حل کرنے کیلئے فقہا کا پیٹ بھرنا پڑا اور اگلے اماموں نے ان پر بہت سی کتابیں لکھیں ۔ ادھر جدید قدیم ادباء ومورخین نے بھی یہ مسئلہ موضوع بحث بنایا کیونکہ فن وفکر وادب کو موالی سے ایک خاص علاقہ رہا ہے۔ موالی سے کچھ ایسے شعراء وادباء پیدا ہوئے جو آزاد عربوں سے سبقت لے گئے ۔ وہ ان سے تدبیر 'تقریر وتحریر اور کمال میں بہت آگے نکل گئے مگر غلامی سے آزادی پانے کا خیال ان کے دلوں کو مکدر کئے رہتا تھا اور یہ نفسیاتی عقدہ کسی طرح نہ کھل سکتا تھا۔

ہوسکتا ہے کیونکہ میرے پاس اس کے متعلق دلائل ہیں کہ حضرت رابعہ بصریؒ کسی نحوست ونکبت میں مبتلا رہی ہو یا زندگی کے کسی میدان میں ناکام رہی ہو یا اسے کوئی خاص حادثہ پیش آیا ہو مگر ہم یقیناً نہیں کہہ سکتے کہ وہ کیا تھا۔ ممکن ہے یہ زہد وتقشف اسی کا نتیجہ ہو جو ایک دم آتش فشاں پہاڑ کی طرح پھٹ پڑا اور اس کی زندگی کو بالکل بدل کر رکھ دیا۔ اس لیے وہ اچانک زاہدوں کے گروہ میں شریک ہوگئی اور دینوی علائق سے منہ موڑ کر مجالس ذکر ووعظ میں آنے جانے لگی حالانکہ ابھی نوجوان تھی ۔ تاریخ میں کسی ایسی تارک الدنیا عورت کا حال نہیں ملتا جس نے بلاسبب ترک دنیا کیا ہو۔ خصوصاً جب وہ حسن وجمال اور مال وحریت کی مالکہ ہو۔

حضرت رابعہ بصریؒ بڑی ذہین' ہوشیار اور گہری عقل والی تھی ۔ اس نے چند دنوں میں بڑی خوبی سے امور دینیہ کو علماء سے سیکھ لیا۔ وہ مردوں کی طرح تحصیل علم کرنے لگی بلکہ ان سے فوقیت لے گئی ۔ وہ اسرار فقہ وحدیث وتفسیر کو خوب سمجھتی تھی ۔ ہر چھوٹے بڑے مسئلے

Marfat.com
Marfat.com

سے آگاہ تھی حتیٰ کہ اس نے بہت سی حدیثیں یاد کرلیں۔حفظ حدیث ہی اس زمانے میں بنیاد تعلیم وتعلم تھا اور ہر دیندار طالب اس کے درپے ہوتا تھا۔اس باوقار علمی فضاء میں فقہ روایت اورلغت کے کچھ ایسے مفکرین وعلماء تھے جوحضرت رابعہ بصریؒ کے وطن بصرہ کے گوشوں میں پڑے تھے۔اس میں متضاد شخصیتیں تھیں اورمتضاد طریق زندگی تھے۔ادھر کوفہ کی مجلسیں ارباب نحو'ادب'فقہ ومناظر کے حلقے اورشیوخ وعلمائے تفسیر وحدیث تھے۔ان دونوں شہر وں اوراس کے آس پاس کے شہروں کے علمائے کبارکا دینی واجتماعی زندگی پر بڑا اثر تھا بلکہ ان میں سے ہرایک چلتا پھرتا مدرسہ تھا کیونکہ وہ بڑے عالم اورصاحب معرفت بزرگ تھے۔اگر ایک طرف فقیہ'نحوی اور بیانی تھی تو دوسری طرف ارباب ذکر وتصوف وموعظت ان دونوں کے درمیان ایک اورروش زندگی تھی جسے زہد سے تعبیر کرنا چاہئے۔اس کے منبع بہت سے مذہب پرست تھے۔جنھیں تعیش وانحراف سیاسی سے نفرت تھی۔یہ لوگ سوااللہ تعالیٰ کے ہرچیز سے بے رغبت تھے۔اس لئے زاہد اپنے گھربار سے دور رہتے اور بے شادی کیے زندگی گزاردیتے تاکہ علم وعبادات کیلئے فراغت حاصل کرسکیں تمام رات کوعبادت کرتے اوردن بھر روزہ رکھتے۔یہ لوگ زاہدوں ہی میں اٹھتے بیٹھے تھے۔

اس لئے غم ان کے چہروں پر برستا تھا ہنسی اورمسکراہٹ سے ان کے لب آشنا تک نہ تھے۔اگرکبھی مسکراتے تواس میں بھی ایک قسم کی تلخی ہوتی تھی۔بسا اوقات تو یہ لوگ گھنٹوں سخت سخت ریاضتیں کرتے یاروتے رہتے حتیٰ کہ لوگ انھیں متعبدین (عبادت گزار) اوربکائیں (رونے والے) کے لقب سے یادکرنے لگے۔ان لوگوں میں سب سے مشہور رباح بن عمرو قیسی'امام سفیان ثوری امام مالک بن دینار اورشیخ عبدالواحد بن زیدؒ تھے۔ حضرت رابعہ بصریؒ عبادت وزہد میں ان سب سے آگے تھی۔اس نے اپنی عمر کی بیشتر راتیں نماز ودعا میں گزاردیں اورجب وہ سوجاتی تو پشیمان'روتی ہوئی اوراپنے نفس کوملامت کرتی اٹھتی کہ وہ اتنی دیر مولا سے کیوں غافل رہی'جب عشاء کی نماز سے فارغ ہوتی تو چھت پر چڑھ جاتی قمیض اوردوپٹہ لپیٹ لیتی اورکہتی۔

''رودگار!ستارے روشن ہوگئے۔لوگ سوگئے۔بادشاہوں نے دروازے بند

Marfat.com
Marfat.com

کرلیے' ہر حبیب اپنے حبیب سے محو خلوت ہے اور میں یہاں تیرے سامنے کھڑی ہوں۔"

پھر ساری رات نماز پڑھتی رہتی حتیٰ کہ فجر ہو جانے پر تلاوت کلام پاک میں مصروف ہو جاتی اور جب روشنی پھیل جاتی تو اس طرح مناجات کرتی۔

"اے اللہ تعالیٰ! رات گزر گئی۔ دن آ گیا۔ کاش مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تو نے میری نماز قبول کر لی یا رد کر دی؟ تیری عزت کی قسم! میرا یہی طریقہ رہے گا جب تک تو مجھے جواب نہ دے گا یا میری مدد نہ کرے گا۔ قسم ہے تیری عزت کی! اگر تو مجھے دروازے سے دھتکار بھی دے گا تو میں نہ ٹلوں گی میرے دل میں تیری محبت گھر کر گئی ہے۔۔۔۔"

حضرت رابعہ بصریؒ پر جب بھی نیند غالب آ جاتی اور وہ ذرا سو جاتی تو فوراً جاگ اٹھتی' ڈری ہوئی' گھبرائی ہوئی' اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتی ہوئی اور اس طرح فریاد کرتی۔

"لوگ سو گئے۔ غافل مدہوش ہو گئے اور حضرت رابعہ بصریؒ بیچاری تیرے سامنے کھڑی ہے۔ تیری نگاہ اسے سونے نہیں دیتی قسم ہے تیری عزت و حرمت کی! میں نہ دن میں سوؤنگی نہ رات میں مگر یہ کہ نیند غالب آ جائے حتیٰ کہ تجھ سے آملوں۔۔۔۔"

وہ مدتوں نیند سے مجاہدہ اور سختی سے نفس کا محاسبہ کرتی رہی۔ جب کبھی مصلے پر سو جاتی تو ان الفاظ میں اپنے آپ کو ملامت کرتی۔

"اے نفس تو کب تک سوئے گا اور کب تک خراٹے لیتا رہے گا؟۔ وہ دن قریب ہے کہ تو ایسی نیند سو جائے گا کہ پھر یوم حشر کی چیخ و پکار ہی تجھے جگا سکے گی۔"

حضرت رابعہ بصریؒ نفس کو برابر ملامت کرتی رہتی تھی۔ کیونکہ وہ چاہتی تھی کہ ہمیشہ بیدار رہے اور برابر اللہ تعالیٰ کو یاد کرتی رہے۔ ایک گھڑی کیلئے بھی اس سے غافل نہ ہو شب بیداری میں ذرا سی بھی سستی نہ کرے۔ حضرت رابعہ بصریؒ کا دنیا سے منہ موڑ لینا اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنا اس زمانے کی فضا کے مطابق تھا کیونکہ اس دور کے اکثر مقدس بزرگ ایسا ہی کرتے تھے جو یہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں میں نشاط و طرب اور لہو لعب عام نہ ہو اور وہ یاد الٰہی سے غافل نہ ہونے پائیں کہیں ایسا نہ ہو کہ فتوحات کے دروازے کھل جانے سے مسلمان دینی تعلیمات چھوڑ بیٹھیں اور تعصب' حکومت اور حب مال میں پڑ جائیں جس طرح

Marfat.com
Marfat.com

بعض بزرگوں کو حضرت عثمانؓ کی شہادت اور ان کے خون کے ضائع ہو جانے کے سانحے سے کچھ کینہ سا ہو گیا تھا۔ اس لیے وہ دنیا اور دنیا والوں سے کنارہ کش ہو گئے تھے اور ہر اس چیز سے بے رغبتی کرتے تھے۔ جس سے دنیا دار رغبت کرتے ہیں۔ ایسے بزرگوں کیلئے زہد ایک پرسکون غار تھا جہاں یہ لوگ اہل عرب کی بیماریوں' نئے تہذیب وتمدن اور نئے نئے طریقہ ہائے فکر وبود وماند سے بھاگ کر پناہ گزیں ہو گئے تھے۔ ہر ملک' ہر زمانے اور مذہب میں یونہی ہوتا ہے کہ زہد عموماً ایسے ہی اسباب ظاہری وباطنی کے تحت پروان چڑھتا ہے۔ جسے اصل میں فرار سے تعبیر کرنا چاہیے۔ اس کی تہ میں عموماً ناکامی ومحرومی کارفرما ہوتی ہے۔ ایسے افراد بہت کم ہیں جنھوں نے زہد کو صرف زہد کی خاطر اختیار کیا ہو۔

حضرت رابعہ بصریؒ عدویہ نے حقیقتاً زہد اس لیے اختیار کیا تھا کہ وہ زندگی کی تلخیوں سے بھاگنا چاہتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس پر خوف وندامت کا بے انتہا غلبہ رہتا تھا اور یہ دونوں کسی لغزش یا غلطی کے باعث پیدا ہوتے ہیں۔ خواہ وہ غلطی بڑی ہو یا چھوٹی۔

مسلمان زاہدوں کی زندگی کی چھان بین کرنے والے پر واضح ہو جاتا ہے کہ ان کا زہد وتقشف اصلاً کسی نفسانی بیماری کی وجہ سے تھا۔ ایسا شاذ ہی ہوگا کہ زہد کسی کی فطرت وطبیعت بن گیا ہو کیونکہ انسان کی فطرت' رغبت وطلب کی طرف مائل ہے نہ کہ زہد کی جانب۔ اس لئے زہد کے درے کوئی نہ کوئی حادثہ سویا ہوا ہوتا ہے۔ یا کوئی مصیبت پوشیدہ ہوتی ہے گو وہ سانحہ زاہد کی دلی گہرائیوں میں ہمیشہ کیلئے دفن ہو گیا ہو بعض زاہد ایسے گزرے ہیں جنھیں کوئی جانی مالی یا کسی محبوب کا صدمہ پہنچا تو وہ زاہد بن گئے تا کہ غم والم بھول سکیں۔

حضرت رابعہ بصریؒ کے دور میں زہد ایک مستقل فن بن چکا تھا جس کی باقاعدہ تحصیل کی جاتی تھی۔ اس کے بانی حضرت حسن بصریؒ تھے جنھوں نے حزن وملال کو زہد کا جزو بنا رکھا تھا۔ وہ دنیوی زندگی میں زیادہ تر موت' حساب اور دوزخ کا ذکر کیا کرتے تھے۔ دوستوں اور مریدوں سے انکا موضوع گفتگو عموماً خوف آخرت ہوتا تھا۔ وہ برابر زندگی کی دوڑ میں جدوجہد کرتے رہے حتیٰ کہ متقی زاہد بن گئے۔ انھوں نے عصبیت عربیہ حسب ونسب وجاہ سے منہ موڑ کر علم وتقویٰ کا دامن تھاما یہاں تک کہ ان کا نام بصرہ میں محبت اور

Marfat.com
Marfat.com

وقار سے لیا جانے لگا۔ جہاں کہیں فقہ' بیان' زہد کا ذکر آتا ہے' لوگ کہتے حضرت حسن بصریؒ ان تمام فضیلتوں کے مستند امام ہیں۔

سنہ ۲۱ھ سے سنہ ۱۱۰ھ تک' جوان کی ولادت و وفات کا زمانہ ہے' شہر بصرہ نے ایک ایسے استاد زمانہ کو دیکھا جس نے سینکڑوں لوگوں کو تعلیم دی اور ایک ایسا دینی مذہب رائج کیا جس کی وہ رات دن تبلیغ کیا کرتے تھے۔ اگر ہر سننے والا ان کا متبع ہو جاتا تو وہ دنیا کو زاہدوں سے بھر دیتے۔ مگر دنیوی مطالب و آمال کی کشش چونکہ ان کے مذہب سے زیادہ تیز تھی۔ اس لیے زیادہ تعداد ان کے مذہب میں داخل نہ ہو سکی۔ صرف چند مخلص ان کے ساتھ رہ گئے۔ یہ لوگ حسب ادو ار و تبلیغ و اشاعت بڑھتے رہے حتیٰ کہ حضرت رابعہ بصریؒ کا زمانہ آ گیا جو حضرت حسن بصریؒ کے بعد ہدایت و معرفت کی شمع اور عشاق و زہاد کی سرگردہ بنی۔

یہ زہد پسند حضرات اسباب دنیوی سے انتہائی پرہیز کرتے تھے۔ مجرد رہنا پسند کرتے۔ معیشت کیلئے اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرتے اور نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف دیتے تھے۔ یہ تمام باتیں نہ صرف اسلامی تعلیمات' حدیث رسولؐ و سنت رسولؐ کے خلاف ہیں بلکہ ایک مبہم نفسانی' انجذاب کی مختلف صورتیں ہیں۔ آپ نے جب بعض نیک مسلمانوں کی توجہ تقشف و زہد کی طرف دیکھی تو انھیں اس قدر غلو کرنے سے منع فرمایا مگر اس قسم کے علماء و مفسرین نے قرآنی آیات کی اس طور سے تفسیر و تاویل شروع کر دی جو ان کے مزاج و طریقہ تفکیر کے مطابق تھی۔ وہ اسے قطعاً بھول گئے کہ اسلام دنیا و آخرت دونوں کے لئے عمل کی دعوت دیتا اور ایک دستور جہاد پیش کرتا ہے جس سے مقصود بھلائی کا غلبہ ہے۔ وہ فراموش کر گئے کہ ان کے رسول خود اجتماعی زندگی بسر کرتے۔ اور رسالت تبلیغ کے حسب اقتضا پاکیزہ زندگی کیلئے اسباب کا سہارا لیتے تھے۔ آپ چاہتے تھے کہ انسانیت دنیا میں پھلے پھولے نہ یہ کہ شکست کھا کر منہ چھپالے اور بنجر ہو جائے۔

ان زاہدوں کا یہ مسلک' جنھوں نے اپنے آپ پر انتہائی مظالم کئے' یقیناً شعائر دینی میں تغیر اور اسلام میں بدعت کا احیاء ہے اور حقیقت زمانہ و حوائج نفسانی کے خلاف ہے صدیاں گزر جانے کے باوجود ہمیں انتہائی افسوس ہوتا ہے کہ زاہد و عابد حضرات کیوں گوشہ

Marfat.com
Marfat.com

نشین ہوگئے حالانکہ ان میں بڑے بڑے علماء حکماء موجود تھے۔ اس دور میں چاروں طرف سے اہل عرب کو حساد واعدا۔ گھیرے ہوئے تھے خواہ وہ رومی ہوں یا دیگر مغلوب اجنبی ممالک کے باشندے۔ ادھر امت عربیہ ابتدائی تعمیر و بنائے فضائل میں مصروف تھی اس لئے زہد کی یہ مہلک بدعت لوگوں کو خوف زدہ بنانے اور رجعت قہقری کرنے پر مجبور کرتی تھی۔ پھر ان لوگوں کی طرف ایسی باتیں منسوب کی جانے لگیں جن کے وہ کبھی مرتکب نہ ہوئے۔ یہ زہد اولیں ادوار میں بھی عرب مسلمانوں سے نہیں لیا گیا۔ نہ ان کے اس مذہب سے اخذ کیا گیا جس نے انھیں اندھیروں سے نور کی طرف ہدایت کی تھی بلکہ اسکے مآخذ زمانہ جاہلیت کی مسیحی تقلیدیں یا ایران و ہندوستان کے عابدوں کی خود ساختہ رسوم تھیں۔ پھر یہ تصوف' جوان زاہدوں کی زندگی میں دخل پا گیا، اس کے بارے میں علماء کی رائیں کس قدر متضاد ہیں محققین اس کے اصلی ماخذ کی تلاش میں سرگرداں ہیں اور ایک دوسرے سے سوال کرتے ہیں کہ یہ کہاں سے آیا؟ تو بعض اسے ہندوستانی تعلیمات کا نتیجہ بتاتے ہیں اور بعض افلاطونی اور بعض نے تو غلو کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا کہ تصوف اس مجوسیت سے نکلا ہے جو اسلامی فتوحات کے بعد شمالی ایران میں پناہ گزیں تھی۔

ان زہد پسند حضرات کا' جن کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت' ایمان اور معرفت سے منور کیا تھا' یہ فریضہ تھا کہ وہ شکست' رجعت اور مذمت دنیا و اہل دنیا کو راہ نہ دیتے بلکہ اپنے دور کے قومی امراض مثلاً عصبیت وتغافل وغیرہ کا علاج کرتے کیونکہ ان کے دل منور تھے اور وہ دنیوی حرص و آز سے پاک تھے۔ زیادتی ہوگی اگر میں ان زاہدوں کا ذکر نہ کروں جنھوں نے بے دھڑک اظہار حقیقت کیا۔ لوگوں کو ان کے عیوب سے آگاہ کیا اور ظالم حکام کے غیظ و غضب کا نشانہ بنے مگر ایسے لوگ بہت تھوڑے تھے۔ حالانکہ زہد کی بیماری میں بہت سے لوگ مبتلا تھے۔ ہماری حالت بھی کچھ اسی قسم کی ہے۔ اگر کوئی شخص آج کل زہد' ترک دنیا اور ہمہ تن آخرت کی طرف مصروف ہوجانے کی تبلیغ بغرض اصلاح و دفع اضطراب کرنے لگے تو کیا ہم اس کی دعوت قبول کریں گے اور اسی کو اپنے مرض کی دوا سمجھ لیں گے؟ ہرگز نہیں اگرچہ یہ دور اس دور سے بہت کچھ مختلف ہی سہی!

Marfat.com
Marfat.com

شاید اگلے زمانے کے وہ زاہد جنھوں نے حضرت حسن بصریؒ کا مسلک قبول کیا' دنیا کی طرف سے کچھ تنگی میں تھے اس لئے تخفیف غم کی غرض سے انھوں نے زہد کی طرف میلان کیا گو وہ ریاکار یا مذبذب نہ تھے۔اسے انھوں نے اصلاح نفس ودعوت الی اللہ کا ذریعہ بنالیا۔ان کے سینوں میں یقین وایمان کی وہ ضیا تھی جس نے ان کی بصارتوں کو روشن اور روحوں کو علام الغیوب سے واصل کردیا۔بسا اوقات ان کے دروازے کھٹکھٹائے جاتے تھے۔ جب وہ دیکھتے کہ حکام کے ایلچی ہدیے لیے کھڑے ہیں تو وہ انھیں نرمی یا سختی سے واپس کردیتے۔مبادا وہ دنیا دار ہوکر شاہی رضامندی کے طالب بن جائیں چنانچہ ایک زاہد نے ایک شخص کو یہ جواب دیا تھا۔

"جب تک میرے پاس یہ سوکھی روٹی کا ٹکڑا ہے مجھے کسی نعمت کی ضرورت نہیں"

حضرت رابعہ بصریؒ اس معاملے میں تمام زاہدوں سے زیادہ سخت تھی۔گو دنیا اسے اپنی طرف مائل کرنا چاہتی تھی مگر وہ ہر چیز سے بے رغبت ہوگئی تھی۔صرف سادہ سی غذا اور تن ڈھانکنے کے کپڑے پر قناعت کرتی تھی۔دینداری نے اسے ہر چیز سے بے نیاز کردیا تھا جس کی عورتیں مشتاق ومحتاج ہوتی ہیں۔بعد ازاں شخصیت وتصوف' اتباع فقہ وتقرب الی اللہ میں وہ اس درجہ منہمک ہوئی کہ ہر چیز سے بالکل غافل ہوگئی تھی۔۔۔اس نے نہ تو نوجوانی کی پروا کی نہ اس کی آرزوؤں کی، بلکہ اس نے جوانی کو عبادت وتہور میں لگادیا اور تقشف وسدرمق غذا پر قانع ہوبیٹھی تاکہ تقویٰ' معرفت اور ایمان کی دولت حاصل کرے۔فیض الٰہی خفیہ وعلانیہ اسے پکار رہا تھا۔اس لئے وہ نماز تسبیح میں مصروف رہی تاکہ رضائے الٰہی حاصل کرے۔وہ اپنی پاکیزہ صاف شفاف روح کو ہر چیز پر نچھاور کرتی جسے وہ تقرب الٰہی کا ذریعہ سمجھتی۔وہ زہد وتقشف میں صرف ایک ہی نقطے کے اردگرد گھومتی رہی جو اس کے دور میں منتہائے زہد تھا یعنی آخرت کیلئے دنیا کو حقیر سمجھنا' گریہ وزاری کرنا، توبہ واستغفار کرنا۔

ابھی اس کی زاہدانہ زندگی کی ابتداء تھی کہ ایک شخص اس کے دروازے پر شادی کی درخواست لے کر آیا اس کا مذاق اڑایا۔جب محمد بن سلیمان ہاشمی حاکم بصرہ نے شادی کا ارادہ کیا تو دوستوں سے پوچھا کون سی عورت اس کے شایان شان ہوسکتی ہے؟ سب نے

Marfat.com
Marfat.com

بالا تفاق حضرت رابعہ بصریؒ کا نام لیا۔محمد بن سلیمان نے پیام دیتے ہوئے لکھا کہ دس ہزار روپیہ ماہانہ میری آمدنی ہے وہ ساری میں تجھے دے دیا کروں گا۔حضرت رابعہ بصریؒ نے جواب میں لکھا۔

"بے رغبتی وزہد دنیا میں باعث راحت ہے اور رغبت حزن وملال پیدا کرتی ہے تو اپنا توشہ تیار کر اور آخرت کیلئے آگے بھیج۔تو خود اپنا والی وارث بن' دوسروں کو اپنا والی وارث نہ بنا ورنہ وہ تیرا ترکہ آپس میں تقسیم کرلیں گے۔ہمیشہ روزہ رکھا کر ہمیشہ یہ خیال رکھ کہ تو مرنے کے لئے پیدا ہوا ہے۔رہی میں' سو اگر اللہ تعالیٰ مجھے اس سے زیادہ دے دے جو تجھے دیا گیا ہے۔تو میرا دل خوش نہ ہوگا کیونکہ میں تو ایک گھڑی بھی اللہ تعالیٰ سے غافل رہنا نہیں چاہتی"

ایک دفعہ عبدالواحد زید نے' جو علم تصوف میں حضرت رابعہ بصریؒ کا ہم پلہ تھا' اپنا پیام دیدیا۔پھر کیا تھا' حضرت رابعہ بصریؒ نے عرصہ تک اسے پاس نہ آنے دیا۔وہ اس کی صورت بھی دیکھنا نہ چاہتی تھی۔مبادا وہ شادی کی درخواست نہ کر بیٹھے بلکہ ایک عورت کو برا بھلا کہنے کیلئے اس کے پاس بھیجا کیونکہ وہ چاہتا تھا' حالانکہ وہ بھی اس جیسا زاہد تھا کہ اسے عبادت وتنہائی کی زندگی گزارنے سے روک دے۔۔۔۔

حضرت رابعہ بصریؒ کا شادی سے منہ موڑنا اور ان زاہدوں کو ملامت کرنا' جو اسے شادی کی دعوت دیتے تھے' حضرت حسن بصریؒ کے مذہب کی تائید ہے جن کے خیال میں شادی تہجد سے روکتی ہے۔چنانچہ وہ کہا کرتے تھے۔جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو دنیا میں بھلائی دینا چاہتا ہے تو اسے بیوی بچوں سے محروم کر دیتا ہے۔

حضرت رابعہ بصریؒ سے کسی نے دریافت کیا تو شادی کیوں نہیں کرتی؟۔اس نے کہا:

"میرے لئے صرف تین چیزیں اہم ہیں۔اگر مجھے کوئی ایسا شخص مل جائے جو ان تین باتوں کے غم سے چھڑا دے تو میں اس سے شادی کرلوں گی"۔

"دریافت کرنے والے نے کہا" وہ چیزیں کیا ہیں؟

کہنے لگی۔

Marfat.com
Marfat.com

"پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر میں مرگئی تو کیا میں! ایمان سلامت لے جاؤں گی؟ دوسری یہ بات ہے کہ کیا قیامت کے دن مجھے میرا اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا؟۔ تیسری بات یہ کہ جب روز حشر ہوگا اور داہنے بازو والے جنت کی طرف اور بائیں والے دوزخ کی طرف سے جائیں گے تو میں کس میں شامل ہوں گی؟"۔

پوچھنے والا سوا اس کے کچھ جواب نہ دے سکا "جو کچھ آپ نے دریافت کیا میں اس کا کیا جواب دے سکتا ہوں' اسکا علم تو صرف پروردگار کو ہے۔"

حضرت رابعہ بصریؒ نے کہا کہ "اگر یہی بات ہے اور مجھے ان باتوں کی فکر ہے تو میں شوہر کیلئے کیونکر وقت نکال سکتی ہوں؟"

اس قسم کی باتوں سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت رابعہ بصریؒ دنیا کی ہر چیز سے منہ موڑتی تھی جو عبادت وزہد میں حارج ہوتی تھی۔ اس سلسلے میں سب سے زیادہ قابل لحاظ اس کا شادی سے باز رہنا جو ہر عورت کی تمنا اور منتہائے حیات ہوتی ہے۔ شادی نہ کرنے سے حضرت رابعہ بصریؒ کا مقصد یہ تھا کہ وہ دوسرے زاہدوں کی طرح مصروف عبادت رہ سکے اور اپنے مقصد ومجرد نفس کو صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول رکھ کر روحانی بلندیاں حاصل کر سکے۔ اسے اس امر کا احساس ہو چکا تھا کہ وہ ایک مقدس' معصوم اور پر خلوص عورت بن چکی ہے' اس لئے شادی بیاہ میں مشغول ہونا اور اللہ تعالیٰ کے بغیر ایک گھڑی بھی گزارنا اس کیلئے مناسب نہیں۔ عقیدہ زہد وتقشف پر ایمان کامل رکھنا ان لوگوں کو شادی بیاہ سے روکے رکھتا تھا اس لئے کہ اس طرز زندگی میں تکالیف حیات کم ہو جاتی ہیں۔ بیاہا ہوا فقر وفاقہ سے ڈر کر ذخیرہ اندوزی کرتا ہے اور یہ لوگ تو سوا خدا اور عذاب الٰہی کے کسی چیز سے بھی نہیں ڈرتے۔ اس لئے ان لوگوں نے اپنے آپ کو وحشت زہد کے سپرد کر دیا کیونکہ انھوں نے دنیوی خرافات کو بہت سے معاصی کا سبب پایا۔ حشر ونشر عذاب وحساب کے خوف اور آیات واحادیث کی ڈرا دینے والی تشریح نے ان لوگوں کو صحیح راہ سے بھٹکا دیا۔ وہ لوگ خیال کرتے تھے کہ آخرت کا دوامی عیش ونشاط صرف شب زندہ دار عابدوں کا حق ہے اور اس کی ہلاک کر ڈالنے والی آگ دنیا داروں اور ذکر الٰہی سے غافل رہنے والوں کیلئے۔

Marfat.com
Marfat.com

حضرت رابعہ بصریؒ کے کانوں میں وہ قصے پڑے ہوئے تھے جو اس سے بیشتر ہونے والے زاہدوں سے تعلق رکھتے تھے اور جن کی حیثیت خرافات سے زیادہ نہ تھی۔ رسولؐ اللہ کے زمانے میں ایک شخص نے زہد عبادت اور قطع علائق میں سختی کرنی شروع کی تو آپ ﷺ نے اسے برا سمجھا حالانکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

"دنیا کا کام اس طرح کرو جیسے ہمیشہ زندہ رہو گے اور آخرت کا کام اس طرح کرو جیسے کل مر جاؤ گے"

مگر غالی زاہدوں نے اس قول ماثورہ کی دوسری شق لے لی اور وہمی یا حقیقی خطاؤں سے توبہ وندامت کے بارے میں عجیب عجیب باتیں گھڑ لیں۔

ان لوگوں میں سے ایک بہلول بن ذویب گزرا ہے۔ یہ ہمیشہ کرخت بالوں والے کپڑے پہنتا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ لوہے کی زنجیروں میں جکڑ کر پس پشت باندھ دیے اور مدینہ کے ایک پہاڑ کی طرف چلا گیا تھا۔ وہاں وہ آسمان کی طرف سر اٹھائے اللہ تعالیٰ سے اس طرح فریاد کرتا رہتا۔

"پروردگار! زنجیر میں جکڑے ہوئے اپنے بندے کو دیکھ جو گناہوں کا معترف ہے"

بہلولؔ کی طرح ابولبابہؔ کا بھی یہ حال تھا جس نے جرم وخیانت کی بنا پر اپنے آپ کو مدینہ کی مسجد کے ستون سے باندھ دیا تھا۔ وہ ایک عرصے تک اسی طرح بندھا رہا حتیٰ کہ ایک دن اسے یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے تمام گناہ معاف کر دیے ہیں۔ ان دونوں کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ گزرے ہیں مثلاً ایک شخص کفارہ معاصی کیلئے مہینوں اور برسوں نہ بولا حضرت ابوبکرؓ کو خبر ہوئی تو انھوں نے اسے سخت ملامت کرتے ہوئے روکا اور فرمایا یہ تو جاہلیت کی باتیں ہیں۔ ایک زاہد نے عہد کیا تھا کہ وہ مسجد میں نماز پڑھتا رہے گا جب تک کہ اس کا قلب بخشش کی گواہی نہ دے دے۔ بعض لوگوں نے یہاں تک سختی کی کہ حج کے لیے پیادہ پا گئے اس خیال سے کہ اللہ تعالیٰ انھیں زیادہ ثواب دے گا اور ان کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دے گا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ نے چالیس سال کعبے تک پہنچنے میں گزار دیے ایک صوفی نے خانہ کعبہ کا طواف اس طور پر کیا کہ نکیل اس کی

Marfat.com
Marfat.com

ناک میں تھی اور وہ اونٹ کی طرح ہنکا کر لے جایا گیا تا کہ اس کے نفس اور جسم کو تکلیف پہنچے۔ زہد میں اس قسم کی بدعتیں مخالفین تصوف کے لیے قابل مواخذہ مضحکہ بن گئیں کیونکہ دین تو ایسی باتوں کا مخالف ہے اسلام اپنے پیروؤں کے لیے آسانی لایا ہے اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

تاریخ زہد میں ہمیں اس قسم کی بہت سی حکائتیں ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس گروہ نے عذاب اخروی کے خوف سے اپنے نفوس واجسام کو سخت تکلیفیں پہنچائیں اس لیے وہ دنیا اور دنیا والوں سے کراہت کرنے لگے۔ مقبروں، غاروں اور جنگلوں میں جا چھپے جہاں وہ خوف الٰہی کی وجہ سے رات دن عبادت، استغفار اور گریہ وزاری میں گزار دیتے تھے ان تکالیف شاقہ سے انھیں کیا فائدہ ہوا؟۔ خواہ مخواہ عمریں ضائع کر دیں اور معطل ہو کر بیٹھ رہے۔ اگر یہ لوگ میدان زندگی میں بوجہ اللہ تعالیٰ فلاح و بہبود خلائق اور نشر علم و دین کے لیے کوشش کرتے تو یہ کام افضل اور باقی رہنے ولا ہوتا۔

رباح بن عمر قیسی رائے عبادت اور مذہب میں حضرت رابعہ بصریؒ کا ہمنوا تھا یہ گریہ وزاری کرنے والے عاشقوں میں سے تھا ہمیشہ ایک نہ ختم ہونے والے ماتم میں رہتا۔ ہمیشہ فریفتہ و غمگین سا رہتا اس سے پوچھا گیا آپ اس قدر غمگین کیوں رہتے ہیں تو وہ کہنے لگا۔

''گنہگار'' مصیبت زدوں کو رونا ہی چاہیے بسا اوقات اس کی گردن میں لوہے کی زنجیر بندھی ہوتی اور وہ گریہ وزاری کرتا ہوا اللہ تعالیٰ سے توبہ وعبادت کے قبول کی دعائیں مانگتا رہتا حتیٰ کہ احساس ندامت کی وجہ سے اسے بڑی تکلیف ہوتی رات کو مصلے ہی پر سو رہتا تا کہ بیدار ہوتے ہی زیادہ سے زیادہ گریہ دزاری کر سکے۔

نفسیاتی تحلیل سے ہم پر یہ حقیقت با آسانی منکشف ہو جاتی ہے کہ یہ لوگ دنیوی و اخروی نقطہ ابتدا و انتہا سے قطعاً ناواقف تھے بلکہ یوں کہیے کہ ان لوگوں نے اپنے آپ کو ایک مرکز حرکت میں نصب کر دیا تھا اور سارے ماحول کو اپنی طرف دوڑتا ہوا محسوس کرتے تھے حالانکہ وہ خود دوڑ رہے تھے مگر انھیں شعور نہ تھا۔ دنیا ان کی نظروں میں ایک فانی سرائے تھی اور

Marfat.com
Marfat.com

آخرت ایک جاودانی گھر، بلکہ دنیا تو صرف ایک راہ یا وسیلہ تھی اور آخرت منتہا و غایت۔ اس لئے ان میں سے اکثر کے دلوں میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ جو شخص دنیا کو قربان کر دے گا۔ وہی آخرت کو پائے گا۔ ظاہر ہے کہ اس کا سب سے بڑا مظہر ان تمام چیزوں سے بے رغبتی ہی ہو سکتی ہے جس سے دنیا والے رغبت کرتے ہیں اس لیے دینا ان کی نظروں میں حقیر اور ذلیل ہو گئی۔ ان کے اعمال واقوال سے جو اس بارے میں ہم بھی نتیجہ نکالتے ہیں یہ ان کی تعلیمات ہی کا اثر تھا کہ اس دور کی کوئی بھی نظم مذمت دنیا سے خالی نہ ہوتی تھی۔ چنانچہ ابونواس جیسا شاعر جو ظرافت و مزاح اور فحش نگاری و ہزل گوئی میں مشہور تھا کوئی قصیدہ ایسا نہ لکھ سکا جو خوف آخرت اور دنیوی بے رغبتی کے مضمون سے عاری ہوتا حتیٰ کہ اس نے یہ شہر آفاق شعر کہا۔

إِذَا امْتَحَنَ الدُنيَا لَبِيبٌ تَكَشَّفَت
لَهُ عَنْ عَدُوٍّ فِي ثِيَابِ صَدِيقِ

عقلمند جب دنیا کو گہری نظر سے دیکھتا ہے تو اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ دوست نما دشمن ہے۔

زاہدوں کے سالار یہ قافلہ ابو العتاہیہ نے یہ شعر سنا تو وہ کف افسوس ملنے لگا کہ میں نے عمر بھر میں ایک بھی ایسا شعر نہ کہا۔ وہ تمنا کرتا تھا کہ ابونواس اس کا پورا دیوان لے لے اور اسے صرف یہ شعر دے دے۔ ابو العتاہیہ ہمیں زہد کی تعلیم دیتا اور زاہدوں کا حلقہ بگوش بنانا چاہتا ہے۔ وہ ابتدائے عمر میں ایسا نہ تھا بلکہ دور شباب میں بڑا ظریف عاشق مزاج تھا مگر جب وہ عابد و زاہد ہو گیا اور زہد تقشف کے غار میں جا بیٹھا جو دنیا سے فرار کرنے والوں کی پناہ گاہ ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ عبادت توبہ استغفار و ندامت اور وہمی یا حقیقی معاصی کا مندر ہے تو زہد کی تعلیم دینے لگا اگر درحقیقت ان لوگوں سے کچھ لغزشیں ہوئی بھی تھیں تو کیا ہوا؟ ایسا کون ہے جس کی زندگی لغزشوں سے پاک ہو؟ ہماری بہت سی نظریں اور اشارے گناہوں سے بھرے ہوتے ہیں.........

اسلام کی سادہ تعلیمات کب اس قسم کے انہدام، تعطل، گوشہ نشین، دائمی رہبانیت

Marfat.com
Marfat.com

اور نفس کو تکلیف دینے کی حامی ہو سکتی ہیں کیونکہ خود رسول اللہ ﷺ نے دنیا میں دلچسپی لی، دل پسند چیزوں کو اختیار کیا اور کئی شادیاں کیں گو صرف نفس کی رضا کے لیے نہیں بلکہ دعوت کی تکمیل کے لیے ایسا کیا کلام پاک میں ہے۔اسلام میں رہبانیت نہیں۔ رہبانیت شادی بیاہ سے نفرت کرنے کا دوسرا نام ہے۔واضح آیات بتاتی ہیں کہ ان لوگوں کے لیے آخرت میں سخت عذاب ہے جو دنیا کو اپنے ظلم، طغیان، کفر اور بے جا غرور سے برباد کرتے ہیں۔اگر ایک انسان دینا میں صحیح طور پر ایک نفع رسائی ذات بن کر رہتا ہے تو وہ سزاوار عذاب و عقاب نہیں ہو سکتا۔عذاب آخرت کا منشا یہی دنیا ہے جو انسانی، بہبود منفعت اور سعادت کی جڑ ہے مگر بعض مفسرین نے آیات کا مطلب الٹا دیا وہ لوگوں کو ڈرانے اور نفرت دلانے لگے حتیٰ کہ دنیا کو ان کی نظروں میں فاسد، کمینہ اور مبغوض اور حقیر بنا دیا اس لیے زاہدوں نے دنیا کو نا قابل التفات سمجھ کر ہاتھ پاؤں توڑ لیے حضرت رابعہ بصریؒ کا ماحول اسی مذہب کا حامی تھا کچھ یہ کہ اس کی افتاد طبع ہی ایسی تھی اس لیے اس نے شادی سے انکار کر دیا حالانکہ ایک عورت کے لیے اس سے زیادہ پسندیدہ چیز کوئی نہیں۔حضرت رابعہ بصریؒ فطرت کے خلاف گامزن ہوئی اور ماں بننے کی خواہش کو، جو ہر عورت چاہتی ہے، سینے کی گہرائیوں میں دفن کر دیا۔دنیا میں جتنی عورتوں نے ایسا کیا وہ شاذ کا حکم رکھتی ہیں کیونکہ عورت کا شادی سے انکار فطرت کے خلاف ہے۔وہ تو بقائے نسل کے لیے پیدا کی گئی ہے بے شک حضرت رابعہ بصریؒ عدویہ کا جذبہ خالص روحانی تھا حضرت رابعہ بصریؒ بڑی ذہین اور دیانت دار تھی۔اس نے نسائیت کی پوری حفاظت کی۔وہ باعصمت ہونے کے ساتھ حسین بھی تھی مگر وہ زہد پسند بن گئی اس کی طبعیت اس طرف مائل بھی تھی حتی کہ وہ نفس پر پوری طرح قادر ہو گئی اور مطالبات نفسانی کو گہرائیوں میں دفن کر دیا تا کہ روحانی زندگی جو اس کا بلند مقصد تھا، حاصل کر سکے۔میرا خیال ہے کہ یہی مقصود زندگی حضرت رابعہ بصریؒ نے نفس کی گہرائیوں میں بند کر کے قفل لگا دیا اور کنجی گم کر کے پوشیدہ خزانوں سے غافل ہو گئی۔

حضرت رابعہ بصریؒ کی وہ گفتگو، جو اس نے اپنے ہم مشرب رباح بن عمرو قیسی سے کی جب اس نے اپنے گھرانے کے ایک بچے کو بوسہ دیا اور پیار محبت سے اسے چمٹایا،

Marfat.com
Marfat.com

مجھے بتاتی ہے کہ حضرت رابعہ بصریؒ محبت مادری سے بالکل محروم ہو چکی تھی کیونکہ وہ اپنے ہم مشرب کو پیار کرتے ہوئے دیکھ کر ڈر گئی اور کہنے لگی۔

''میں نہ سمجھتی تھی کہ تیرے دل میں سوا خدا کے کسی اور کی محبت کے لیے بھی جگہ ہے.........''

جب رباح نے حضرت رابعہ بصریؒ کی ملامت سنی اور وہ اس کے مدعاے ملامت سے آگاہ ہوا تو فرط تاثر سے بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ ہوش آیا تو پیشانی سے پسینہ پونچھتے ہوئے بولا:

''میں اس رحمت ورافت کی بنا پر اسے پیار کرنے لگا تھا۔ جو اللہ نے انسان کے دل میں بچوں کے لیے پیدا کی ہے.........''

وہ بے چارہ زاہد جو ایک معصوم بچے کو پیار کرنے کے لیے جھکا تھا، حضرت رابعہ بصریؒ اسے بتا دینا چاہتی کہ دل میں جو بھی محبت کا جذبہ پیدا ہو وہ اگر خدا کے لیے نہیں۔ تو زاہد اور آداب زہد زہاد کے خلاف ہے۔ اس واقعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ شفقت مادری کا چشمہ حضرت رابعہ بصریؒ کے سینے میں خشک ہو چکا تھا اس لیے اس کا دل ایک بنجر زمین کی مانند ہو گیا تھا۔ جو عالم شباب میں جب وہ ابھی زہد عشق الٰہی میں منہمک نہ ہوئی تھی سرسبز و شاداب تھا اس قسم کی سختی وسنگدلی اگر ایک مرد سے ظہور پذیر ہو تو بھی روح اسلام کے خلاف ہے چہ جائیکہ ایک عورت سے مگر حضرت رابعہ بصریؒ جو عام عورتوں جیسی نہ تھی، چاہتی تھی کہ ساری زندگی اللہ کے لیے وقف کر دے اور انسان کو کچھ حصہ نہ دے جس سے اسے سوا غلامی اور بدبختی کے کچھ نہ ملا تھا۔ اس لیے اس نے راہ زہد و عبادت اختیار کی تاکہ اپنے ماضی سے انتقام لے سکے اور مقصود پا سکے۔ اس زاہدانہ زندگی میں وہ دن رات تکلیفیں جھیلتی رہی تاکہ اپنی تعلیمات کو لباس عمل پہنا سکے خواہ اسے کتنی ہی مصیبت اٹھانی پڑے شدت ایمان وخلوص نے اسے اس مقصد میں اور زیادہ مستحکم کر دیا حتیٰ کہ اس کے تاثرات و جذبات پر یہی جذبہ چھا گیا اور وہ اپنے مقصود کی تحصیل میں با[illegible] بے بس ہو کر رہ گئی اس لیے اس کا طریق ذوق ونظر بدل گیا اس کی آنکھوں پر جو سیاہ چشمہ لگا ہوا تھا وہ اسی کے پیچھے سے دینا کو دیکھتی تھی

Marfat.com
Marfat.com

دنیا میں اس کی نظر راہبوں کی کملی ہی پر پڑی۔ ہمیں کتب تاریخ پتا سے نہیں چلتا کہ حضرت رابعہ بصریؒ نے خوش حالی وخوش پوشی کی زندگی بسر کی ہو۔ وہ تو کھردرے صوف کا جبہ پہنتی اور بوریے پر سوتی تھی جو اس کا مصلا تھا حتیٰ کہ لباس کے بارے میں بھی وہ اس قدر بے رغبت ہوگئی تھی کہ خادمہ عبدہ کو وصیت کی کہ مجھے مرنے کے بعد اس جبے میں لپیٹ دینا۔

میں ان تہ بہ تہ زمانوں کے درے سے اس نیک زندہ جاوید عورت کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ ایک ایسے دور میں جو اقبال، فتحمندی، علم اور تہذیب وتمدن کا دور تھا کس طرح زاہدہ بن گئی جب عورتیں ایک نئی زندگی کا افتتاح کر رہی تھیں مگر حضرت رابعہ بصریؒ ان تمام چیزوں سے علیحدہ ہوکر گوشہ نشین ہوگئی۔ گو یہ چیزیں اسے میسر بھی آئیں اور اس کے سامنے پیش بھی کی گئیں لیکن اس نے ترجیح اس چیز کو دی جو اس کے خیال میں زیادہ اچھی اور پائدار تھی اس لیے وہ اس سیلاب میں نہ بہی جس میں دوسری عورتیں بہی جارہی تھیں جنھیں تہذیب وتمدن کی رنگارنگی اور اجتماعی زندگی کے الوان نے دارفتہ بنا دیا تھا بلکہ جنسیات نے اپنی طرف کھینچ لیا تھا۔ یہ بات حضرت رابعہ بصریؒ کے لیے کوئی باعث نقص عیب نہیں ہوسکتی کیونکہ ہر مرد وزن کو اختیار ہے کہ وہ اپنی پسند سے زندگی بسر کرے بشرطیکہ کسی پر ظلم نہ کرے اور اصول ونظام کے خلاف نہ چلے۔ اگر کوئی شخص عمومی احکام شرعیہ واجتماعیہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا تو ہم اس کی آزادانہ روش میں دخل دینے والے کون؟ حضرت رابعہ بصریؒ جیسی ذہانت اور ایمان وتجربہ والی عورتیں بہت کم ہوئی ہیں کیونکہ اس میں غرور وتہور بالکل نہ تھا۔ زہد میں غلو کرنا بھی حضرت رابعہ بصریؒ کے لیے کوئی معیوب بات نہیں۔ اگرچہ زہد درحقیقت دستور ومعاشرہ کے خلاف ہے لیکن حیات انسانی واجتماعی کے لیے عقلاء کی غلطیاں دیوانوں کی سلامتی سے زیادہ مفید ہوتی ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

حضرت رابعہ عدویہ بصری قلندرؒ کا زمانہ

حضرت رابعہ بصریؒ ایک ایسے اعلیٰ اسلامی دور میں گزری ہے جو تاریخ عرب میں سب سے زیادہ وقیع ہے کیونکہ اس زمانے میں آفاق عالم پر اہل عرب کا قبضہ تھا اور انھوں نے اپنے پڑوسی ملکوں سے شہریت وتمدن کو بخوبی حاصل کرلیا تھا۔ فارسی، ہندی، رومی، جو داخل اسلام ہو چکے تھے ان سے بھی انھوں فیض تہذیب حاصل کیا تھا اوران کے شہر فتح کر کے دینی تعلیمات پھیلانی شروع کی تھیں۔ عزت وعظمت شہروں میں ٹھاٹھیں مار رہی تھی اور شام وعراق کے اطراف، ثقافت وشہریت سے جگمگا رہے تھے بصرہ انھیں شہروں میں سے تھا جس میں حضرت رابعہ بصریؒ عدویہ پہلی صدی ہجری کے اواخر میں پیدا ہوئی اور دوسری صدی ہجری کے اداخر تک زندہ رہی یعنی 95ھ یا 99ھ سے 180ھ یا 185ھ تک جیسا کہ تاریخ وتصوف کی کتابوں میں مرقوم ہے۔ اس لیے ہمارا فرض ہے کہ اس پاکیزہ سرزمین سے بحث کریں جہاں حضرت رابعہ بصریؒ پیدا ہوئی جو عورتوں میں یکتا تھی اور اس روحانی مذہب میں جو اس نے برضا درغبت ایجاد کیا تھا مردوں کی قائد ورہبر تھی۔

بصرہ کی بنیاد حضرت عمرؓ بن الخطاب کے دور خلافت میں خلیج فارس کے کنارے رکھی گئی۔ بغداد اور عرب وعجم کی یہ ایک بڑی بندہ گاہ تھی۔ 160ھ میں کوفہ سے ایک سو سال قبل یہ شہر آباد ہو چکا تھا۔ یہاں ایک بڑی بھاری جامع مسجد اموی حاکم زیاد بن ابیہ نے نئے اسلامی طرز پر تعمیر کرائی تھی موسم سرما زیاد بصرہ میں گزارتا اور موسم گرما کوفہ میں بنی تمیم اور دوسرے قبائل بدو اور شہری عرب بھی یہاں آ کر مقیم ہو گئے تھے اور عیش وعشرت کی زندگی

Marfat.com
Marfat.com

گزارتے تھے۔ان لوگوں نے شہر کی تعمیر وآبادی میں بڑا حصہ لیا۔

معتبر مآخذ سے پتا چلتا ہے کہ وہ تمیمی، جو بصرہ میں آباد ہوتے تھے، شعر ونقد سے دل چسپی رکھتے اور مجادلہ ومناظرہ کو ناپسند کرتے تھے۔قواعد ونحو کے تحت گفتگو کرتے۔ اہل کوفہ کی طرح شاذ و نادر امور کا استعمال نہ کرتے تھے۔اہل سنت تھے ان میں سے اکثر دیندار افراد زہد وتصوف کی طرف مائل ہوگئے۔ یہ لوگ اپنے شیوخ حسن بصری امام مالک بن دنیار فضل رقاشی، عبدالواحد بن زید اور صالح مری کے متبع تھے۔

جب اقصائے عالم میں اسلام منتشر ہوگیا تو عرب فاتحین نے بصرہ کو چھاؤنی بنانا مناسب جانا کیونکہ یہ بستی مفتوحہ ممالک کے درمیان واقع تھی اور ہند فارس اور جزیرہ عرب کے لیے قریبی بندرگاہ تھی پھر کیا تھا بصرہ پر ایسا رنگ چڑھ گیا جو فاتحین کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کیونکہ بصرہ قریب و بعید والوں کے لیے مرجع انام ہوگیا۔وہ بڑی منڈی ہونے کے ساتھ ہی علم ودین کا بھی مرکز بن گیا۔علماء ومحدثین یہاں آکر رہنے لگے جو قسم قسم کے علوم میں دستگاہ رکھتے تھے قرآن وحدیث کے بارے میں ان کی رائیں اطراف وجوانب میں پھیل جاتی تھیں۔ یہ لوگ امت عربیہ کے لیے حیات فکری کے سرچشمے تھے۔ چونکہ مسلمانوں کو قرآن جیسی کامل ومکمل فصیح وبلیغ کتاب سے انتہائی دل چسپی تھی اس لئے انھوں نے اس سلسلے میں بہت سی کتابیں لکھ ڈالیں اور اس کی بنیاد پر تعلیم وتعلم کی مجلسیں قائم کر دیں۔ادھر وہ کلام پاک کی تفہیم وتفہم کے سلسلے میں عربی نظم ونثر اور اس کی تنقید تنقیح کی طرف بھی متوجہ تھے۔

جو فقہاء معلمین اور ادباء بصرہ میں پیدا ہوئے یا وہاں آکر آباد ہوئے وہ صاحب فکر وحکمت تھے اس لیے حضرت رابعہ بصریؒ کے دور میں وہاں ایک بڑا مدرسہ قائم ہوگیا جس کی بہت سی ثقافتی شاخیں تھیں اور مختلف قبائل واقوام کے افراد جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے، جوق در جوق اس مدرسے میں تحصیل علم کی غرض سے آنے لگے اس لیے بصرہ اور اس کے اطراف میں ایک وحدت دفکریہ قائم ہوگئی اس طرح یہ شہر ایک نئے رجحان عقلی اور ایک عمومی مذہب ادبی واجتماعی کا گہورہ بن گیا اس دور اور اس کے بعد والے دور میں

Marfat.com
Marfat.com

بلادعربیہ کے درمیان کچھ مادی وسیاسی اختلافات تھے چنانچہ بصری عموماً عثمانی تھے کوئی علوی شامی اموی اور جزاری خارجی ۔ یہ متضاد موجیں ایک دوسری سے ٹکراتیں اور قوم کی حیات فکری واجتماعی کو متاثر کرتیں اس دور میں گروہ بندی بہت زیادہ پھیل گئی تھی ۔ کچھ لوگ سنی تھے کچھ شیعہ کچھ اموی اور کچھ خارجی حتیٰ کہ یہ جماعتیں ایک دوسری سے ٹکرائیں اور تاریخ عرب کو ہولناکیوں سے بھر دیا۔ اہل بصرہ نے اپنی وحدت نحو ولغت کے بارے میں بھی اہل کوفہ سے کچھ مختلف رائیں قائم کیں جن کی وجہ سے بصری اور کوفی سکولوں نے بہت سے مسائل نحواعراب وضع کیے۔

جب دینی تعلیمات کے بارے میں شدید اختلافات پیدا ہوگئے اور مفسرین کے دو گروہ بن گئے کچھ وہ لوگ تھے جو قیاس واقتباس کو دخل دیتے تھے اور کچھ تقلید ونقل کے قائل تھے تو تشدد پسند حضرات اپنے مذہب کی تائید میں طرح طرح کی شرح وتاویل کرنے لگے اس لیے خطرہ پیدا ہوگیا اہل ہوا۔اہل بدعت دین سے کھیلنے ہی نہ لگیں چنانچہ اجتماعی ضروریات کی بنا پر ایک ایسے مذہب کی ضرورت پیدا ہوئی جو معتدل ہو اس لیے مرجۂ پیدا ہوگئے جو اختلافات کو صحیح بنیادوں پر قائم کرنا چاہتے تھے۔

بصرہ کے اس شدید بحران کے دور میں ایک عظیم ہستی کھڑی ہوئی جس نے عقلی و نفسی حیات پر ایک گہرا اثر چھوڑا۔ یہ حضرت حسن بصریؒ تھے ۔اس مرد بزرگ نے ہندی و ایرانی اثرات کے مٹانے میں بڑی جدوجہد کی ۔ یہ اثرات دینی تعلیمات کو تباہ کرتے ہوئے سانپوں کی طرح بانبیوں سے نکل کر چاروں طرف پھیل رہے تھے۔

یہ اثرات جو چند اوہام ومزاعم باطلہ سے مرکب تھے ایسے وقت ظاہر ہوئے جب نومسلم مسلمانوں اور حیات اسلامی میں جذب ہوکر مطمئن زندگی بسر کرنے لگے تھے۔ گو یہ اوہام ومزاعم باطلہ بعض معاشروں میں گھر کر چکے تھے مگر ان سے بھی ثقافت ،تہذیب وتمدن اور آرٹ کو بڑا فائدہ پہنچا حکمت ہند صنعت چین اور معارف فارس سے کون انکار کرسکتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو تمدن عرب کو رنگارنگی حاصل نہ ہوتی ۔اسلام کی فتح یابی کے بعد کوئی بھی اس طوفان کے سامنے نہ ٹھہر سکا۔ کیونکہ عجمیوں نے ایسے فتنے اٹھادیے تھے جن سے اہل عرب

Marfat.com
Marfat.com

آشنا تک نہ تھے خواہ معیشت وروزمرہ کی زندگی سے تعلق رکھتے ہوں یا لہوو طرب کی محفلوں سے۔

حضرت رابعہ بصریؒ کے زمانے میں بصرہ مختلف قسم کی ثقافتوں کا مرکز تھا۔ایک طرف علماو فقہاء کی مجالس گرم تھیں تو وہ دوسری طرف عیاش طبع گروہ کی بھی گرم بازاری تھی متمدن شہروں کا ہی حال ہوتا ہے کہ وہاں متضاد و ثقافتوں کے مرکز ہوتے ہیں بصرہ میں ایسے صاحب جاہ تو انگر بھی تھے جو داد عیش دے رہے تھے اور ایسے فقراء بھی جو سدرمق پر گزارہ کر کے بغض وحسد کی نگاہوں سے یہ نمایاں طبقاتی تفادت دیکھ رہے تھے۔بصرہ میں چاروں طرف سے آنے والوں کی اس قدر کثرت تھی کہ شہر کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔گو یہاں کے باشندے ایک دوسرے سے مختلف تھے مگر دینی وحدت انھیں جمع کیے ہوئے تھی لیکن عربی عصبیت کے وہ نعرے، جو عہد اموی میں بلند ہو رہے تھے اسلامی مساوات پر غالب آچکے تھے حالانکہ اسلام کھلے بندوں کہہ رہا تھا کہ کسی عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں نہ کسی عجمی کو کوئی فضیلت ہے معیار فضلیت تو صرف تقویٰ ہے عجمی اور بیرونی باشندوں میں بڑے بڑے، صاحب علم وتقویٰ بزرگ تھے مگر عربی امیر کبیر کب اسے گوارا کر سکتے تھے اس لیے حکومت کی سیاست ایک عجیب کش مکش میں مبتلا تھی کیونکہ ان اجانب وموالی کو جو اسلام میں داخل ہوئے تھے اور صاحب فکر ومعرفت تھے۔یہ بات سخت گراں گزرتی تھی کہ انھیں حقیر سمجھا جاتا ہے ان کے غصب کردہ حقوق واپس نہیں دئے جاتے اور قرین انصاف و اسلام معاملہ نہیں کیا جاتا۔اس آرزو کے پورا کرنے کے لیے انھوں نے بہت سے اسباب ووسائل اختیار کیے۔ انھوں نے دیکھا کہ علم سے بہتر کوئی چیز نہیں جو لوگوں کی نظروں میں ان کی عزت بڑھا سکے اس لیے اسی میں کمال پیدا کیا اس دور میں جن علوم کا رواج تھا وہ یہ تھے۔

فقہ، حدیث، قرآن تفسیر، روایت، تاریخ، مغازی، تاریخ خلفا قصص انبیاء اصول فقہ اور افتاء۔

یہ علم کی وہ شاخیں تھیں جو حضرت رابعہ بصریؒ کے دور میں رواج پذیر تھیں اور جن میں موالی نے کمال پیدا کیا تھا تاکہ عصبیت عربیہ کو کم کر کے حکام کا تقرب اور اہل عرب پر

Marfat.com
Marfat.com

تفوق حاصل کریں چنانچہ اموی دور حکومت میں بھی قیادت فکر یہ انھیں لوگوں کے ہاتھوں میں تھی ۔تو یہ لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے اور دل و جان سے اسلام کی خدمت کرتے تھے ۔لیکن ان کے مکدر قلوب کینہ دکمر سے خالی نہ تھے نہ یہ لوگ اپنے موروثی مراسم بالکل چھوڑ چکے تھے اس لیے ان کی بیشتر رسوم دین اسلام میں داخل ہو کر باعث اختلاف و جدال بن گئیں اور انھوں نے اسلامی روپ دھار لیا اسلام ان سے بالکل بری ہے کیونکہ یہ رسوم پرانے مذہب مثلاً برہمیت وصابئیت سے آئی ہیں جس طرح عصبیت نے سیاسی وقبائل میں گروہ بندی کر دی تھی اسی طرح ان خیالات سے مذہبی فرقے پیدا ہو گئے یہ فرقے عجیب و غریب سخیف خیالات کے موید تھے مثلاً حلول، تناسخ ،وراثت امامت وغیرہ قسم کی بدعتیں جو تمام کی تمام موالی کی زہر افشانی اور جذبہ انتقام وحسد پر مبنی تھیں ۔وہ برابر اس قسم کی حرکتیں کرتے رہے۔حتیٰ کہ خلیفہ عادل بن عبدلعزیز کا دور آیا جنھوں نے موالی کی طرف خاص طور پر نظر التفات کی صرف ان کے دور میں ان لوگوں آزادی کا سانس لیا اور جس مساوات کے وہ خواہاں تھے اس پوری طرح بہرہ ور ہوئے ۔خلیفہ نے قضاوفتویٰ کا کام ان کے سپرد کیا اور خود زہد تقشف میں مصروف ہو گیا۔اس لیے وہ اس سے پوری طرح مطمئن ہو گئے خلیفہ نے یزید بن حبیب قبیلۂ ازد کے موالی کو مفتی مصر بنایا۔ یہ مشکلات حلال وحرام میں ید طولیٰ رکھتے تھے ۔نفقہ دینی وروایت حدیث اور تاریخ غزوات وفتن کے بھی وہ ماہر تھے حبیب کی وفات 128ھ میں ہوئی ۔یہ بربری تھے۔

ان مخلص موالی علماء میں جن کے دم سے علم و دین کی مجلسیں گرم تھیں ۔حضرت حسن بصریؒ تھے انھیں مسلمانوں کی پر فساد زندگی کا بڑا دکھ تھا اس لیے انھوں نے دعوت حق اور اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ پھر تقشف و زہد کی طرف مائل ہو کر اپنا پیغام پہنچانے میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ ان کے شاگرد اور متبعین ان کے پیغام پر کمر بستہ ہوئے ۔حضرت حسنؒ اپنے دور میں زاہدوں کے امام تھے۔

حضرت رابعہ بصریؒ نے ان تابعین کے حلقہ درس و ذکر میں شرکت کی اور ان کی ثقافت میں بیش از بیش حصہ لینے لگی حتیٰ کی بڑی ماہر ہو گئی ۔وہ اپنے معاصرین سے زہد میں

Marfat.com
Marfat.com

سبقت لے گئی۔ حضرت رابعہ بصریؒ نے حوادث دہر اور حیات فکری و اجتماعی کا بخوبی مطالعہ کیا تھا حتیٰ کہ کوئی چھوٹی سے چھوٹی بات بھی اس کے احاطہ علم سے باہر نہ رہی تھی اس نے افتادطبع کے مطابق ایک روحانی مذہب ایجاد کیا تاکہ انسان سے خلاصی حاصل کرے اور صرف اللہ تعالیٰ کی طرف ہمہ تن متوجہ ہوجائے کیونکہ انسان سے ناکامی غبن، غلامی اور اغراض کے لیے دنیا کو تسخیر کرنے کی ہوس کے سوااس نے کچھ نہ دیکھا۔ البتہ صرف اس جانب اس نے پورا پورا سکون محسوس کیا۔

غرض حضرت رابعہ بصریؒ نے بہترین اموی عباسی دور دیکھا تھا۔ اہل عرب کی جدید زندگی میں یہ دور مملکت عقل وفکر اور مادی ومعنوی قیمتوں کے اعتبار سے زریں دور تھا اور اگر کہیں اس دور کو سکون واعتدال حربی وسیاسی میسر آجاتا ہے تو یہ زمانہ عزت فتح وعربیت نصرت فکر اور صفائے مزاج کا مرقع ہوتا لیکن اس دور میں چونکہ عصبیت اختلاف رائے و مذہب اور حکومت ومناصب کے بارے میں شدید رسن کشی تھی اس لیے بغض وکینہ اور گروہ بندی حد سے زیادہ تھی۔ بعد کے زمانوں پر بھی اس کا اثر پڑا حتیٰ کہ یہ بیماریاں شعوب عربیہ و اسلامیہ کا خاصہ بن کر رہ گئیں اور عداوتیں سلف کو دراثتاً پہنچیں حالانکہ دین حنیف تو اس سے بالکل مبرا ہے اب ہم لوگ پہلی سی عزت وبزرگی بھی حاصل کرسکتے ہیں کہ ان بیماریوں سے نجات حاصل کریں محبت وخلوص سے کام لیں اور ایک ایسی قوم کی تشکیل کریں جو خدا اور وطن پر جان چھڑکتی ہو۔ تاکہ یک جان ہوکر دشمنان اسلام کا مقابلہ کرسکیں جو استعمار و عصبیت کے جال ہم پر پھینک رہے ہیں۔ یہی ایک راستہ ہے جس سے ہم دین کا مقصد پورا کرسکتے ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

حضرت رابعہ بصریؒ عاشقان الٰہی کے ساتھ

حضرت رابعہ بصریؒ تہجد گزار عابدوں کے ساتھ رہنے لگی۔ اس کے خیال میں تہجد کا دینی مفہوم یہ تھا کہ عبادت و ریاضت میں ساری رات گزاردی جائے اس لیے وہ ایسا ہی کرتی اور جب کسی بیماری یا نیند سے مغلوب ہوکر ذرا سو جاتی تو جلد ہی ایک دم کھڑی ہو جاتی تاکہ حسب سابق استغفار و تسبیح میں مشغول ہو جائے حقیقت یہ ہے کہ اس کا اس قدر انہماک اپنے قلبی اطمینان اور بزرگان دین کے اتباع کی ہوس میں تھا۔ جن بزرگوں کو اس نے دیکھا تھا کہ وہ اس کی طرح دنیا اور اس کے اسباب سے بیزار ہیں وہ رات بھر عبادت کرتے، دن بھر روزہ رکھتے تاکہ قرب الٰہی حاصل کر سکیں اور ایک ایسی فضا میں زندگی گزار سکیں جہاں شیطان کا گزر نہ ہوئے پائے۔

جب کسی غمگین مایوس انسان کو کوئی بڑا حادثہ پیش آتا اور اس پر غم والم کا دور دورہ ہوتا ہے۔ تو وہ یہی آرزو کرنے لگتا ہے کہ کاش وہ پیدا ہی نہ ہوتا۔ دنیا حزن و ملال کے با عث اسے تیرہ وتار نظر آتی ہے اور ایسے حوادث سے دو چار ہونے لگتا ہے جن پر وہ سخت نادم ہوتا ہے تو اس شخص کا کیا حال ہوگا جو ہمیشہ ہی غم گین نظر آتا ہو اور ہمیشہ اس دردمند عورت کی طرح روتا رہتا ہو جس کا جوان بچہ مر گیا ہو؟

خشوع وخضوع، تضرع و رازی اور سوز درون ان شب زندہ دار عبادت گزاروں کا شیوہ تھا ان لوگوں ں نے اللہ تعالیٰ اور آخرت کے لیے جانیں وقف کردی تھیں۔ بسا اوقات وہ ساری رات گریہ وزاری کرتے رہتے تھے حتیٰ کہ آنکھیں زخمی اور پے در پے سجدہ

Marfat.com
Marfat.com

ریزیوں سے پیشانیاں سخت کمر دری ہو جاتیں یہ لوگ بکائین (گریہ وزاری کرنے والے) کہلاتے تھے۔ کتابوں میں ان کی مجالس ذکر وفکر اور تعلیمات وکالمات کا تفصیلی بیان ہے' یہ لوگ دوسروں سے دنیا اور اسباب دنیا کے انہماک پر مواخذہ کرتے اور اپنے نفوس کو دنیا داری سے بری رکھتے تھے۔ حضرت رابعہ بصریؒ کی مجلس میں ایسے ہی لوگ ہوتے تھے جو اس سے اس قسم کی تعلیمات حاصل کرتے اور مسائل کے بارے میں پوچھ گچھ کرتے تھے۔ وہ جب کبھی حضرت رابعہ بصریؒ سے ان معاملات میں بحث وتمحیص کرتے یا اس کے تشدد سے چشم پوشی کرنا چاہتے تو حضرت رابعہ بصریؒ ایسے خاموش کن جوابات دیتی جن سے وہ پوری طرح مطمئن ہو جاتے۔

حضرت رابعہ بصریؒ کی عبادت وبحث وتمحیص میں سب سے زیادہ حاضر باش حضرت سفیان ثوریؒ تھے جنھوں نے حضرت رابعہ بصریؒ کو مودبہ کا لقب دیا تھا۔ ایک دن وہ دوستوں سے کہنے لگے آؤ حضرت رابعہ بصریؒ کے پاس چلیں کیونکہ بغیر اس کی باتوں کے مجھے چین نہیں آتا۔ جب حضرت سفیان، حضرت رابعہ بصریؒ کے ہاں پہنچے تو ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہو کہنے لگے۔ "پروردگار! سلامتی عطا فرما"

یہ سنتے ہی حضرت رابعہ بصریؒ زار وقطار رونے لگی۔ انھوں نے دریافت کیا۔

"آپ کیوں رونے لگیں"؟

حضرت رابعہ بصریؒ نے تعریضاً جواب دیا:

سفیان! تو ہی میرے رونے کا سبب بنا ہے۔ تو نے مجھے رونے پر آمادہ کر دیا۔ تجھے معلوم نہیں کہ سلامتی صرف ترک دنیا میں ہے اور تو ایک انتہائی دنیا دار انسان ہے۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے۔ حضرت سفیانؒ کوئی دنیا دار آدمی نہ تھے البتہ وہ حضرت رابعہ بصریؒ کی طرح تارک الدنیا نہ تھے۔ انھوں نے دنیا کیلئے صرف اتنا ہی وقت چھوڑ اتھا کہ وہ لوگوں کو وعظ ونصیحت کرتے تھے۔ حضرت رابعہ بصریؒ کو یہ بھی دنیا داری معلوم ہوتی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ انھیں اس سے پھیر دے اور صرف اللہ تعالیٰ کی طرف لگا دے۔ حضرت سفیان ثوریؒ ایک دفعہ کہنے لگے:

Marfat.com
Marfat.com

میں ایک رات حضرت رابعہ بصریؒ کے پاس تھا۔ ہم دونوں صبح تک نماز پڑھتے رہے' صبح ہوتے حضرت رابعہ بصریؒ بولی۔

"ہمیں آج کے دن ان شبینہ طویل نمازوں کیلئے شکریے کے طور پر روزہ رکھنا چاہیے" ایک زاہد نے بیان کیا ہے کہ وہ حضرت رابعہ بصریؒ کے ساتھ یادالٰہی میں مشغول رہا ۔پھر دونوں معرفت وتفقہ دینی کے بارے میں باتیں کرنے لگے۔ اسرار وجود میں بڑی دیر تک گفتگو جاری رہی حتیٰ کہ زاہد یہ بات بالکل بھول گیا کہ وہ مرد ہے اور حضرت رابعہ بصریؒ عورت ہے۔ جب گفتگو اختتام پذیر ہوئی اور مقصود واضح ہوگیا تو اس شخص نے محسوس کیا کہ وہ بالکل تہی دست ہے اور حضرت رابعہ بصریؒ معرفت واخلاص سے مالا مال۔

ایسا معلوم ہوتا ہے زاہد نے اپنے اور حضرت رابعہ بصریؒ کے اسرار کا جائزہ لیا تو بڑا بھاری فرق محسوس کیا اور دیکھا کہ حضرت رابعہ بصریؒ ایک ایسے مرد کامل کی سی عقل رکھتی ہے جسے دقیق سے دقیق روحانی مسئلہ مشکل معلوم نہیں ہوتا کیونکہ وہ بڑی زیرک' دانا اور صائب الرائے تھی۔ ایک دن حضرت سفیان ثوریؒ حضرت رابعہ بصریؒ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے مذمت دنیا میں حصہ لے رہے تھے۔ کہنے لگے۔

"دنیا پر افسوس ہے۔۔"

ابھی وہ بات پوری کرنے نہ پائے تھے کہ حضرت رابعہ بصریؒ بولی۔

"جھوٹ مت بول۔ یہ مجھے دنیا پر کس قدر کم افسوس ہے۔ کیونکہ اگر تجھے دنیا پر افسوس ہوتا تو عیش ونشاط کی زندگی بسر نہ کرتا۔۔۔"

حضرت رابعہ بصریؒ اپنے رفقاء سے چاہتی تھی کہ وہ دنیا کو بالکل .....چھوڑ دیں اور اللہ تعالیٰ آخرت کے سوا کسی چیز کی فکر نہ کریں۔ قیامت اور حساب کتاب کے ذکر سے تو وہ بہت ہی ڈر جاتی تھی۔ اس لئے گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگنے لگتی کہ وہ اسے عذاب سے بچالے جب کبھی وہ اذان کی آواز سنتی اسے آخرت کی منادی یاد آجاتی۔ جب مٹی اڑ کر گزر جاتی تو حشر کا نقشہ اس کے سامنے پھر جاتا۔ برف دیکھتی تو قیامت کے نامہ اعمال یاد آجاتے۔ یہ سب کے سب نفسانی وسواس ہیں۔ جن کے متعلق ماہرین نفسیات بیان

Marfat.com
Marfat.com

کرتے ہیں کہ بعض مریض جب برقانی خطوط دیکھتے ہیں تو انھیں بھولے ہوئے معاملات یاد آجاتے ہیں جو نفس کی گہرائیوں میں پڑے ہوئے ہیں اور بعض لوگ جب کبھی کوئی ایسی چیز دیکھتے ہیں جس سے کوئی مدفون بات یاد آجاتی ہے تو ان کے باطن میں آندھیاں سی چلنے لگتی ہیں۔

ان عذاب قیامت سے ڈرنے والوں پر کبھی وجد کی سی کیفیت طاری ہوجاتی ہے تو یہ لوگ سراسیمہ ہوکر گریہ وزاری اور توبہ واستغفار میں مشغول ہوجاتے ہیں تاکہ ان کے قلوب مطمئن ہوجائیں اور وہ اس حقیقی یا وہمی احساس سے نجات پاسکیں۔ ایک شخص نے حضرت رابعہ بصریؒ سے سوال کیا۔

میں نے بڑے گناہ کئے ہیں۔ اگر میں تائب ہوجاؤں تو کیا اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول کرلے گا؟

حضرت رابعہ بصریؒ نے جواب دیا۔

"ہرگز نہیں۔ اگر وہ تیری توبہ قبول کرلیتا تو میں توبہ نہ کرلیتی۔۔۔"

حضرت رابعہ بصریؒ کا خیال تھا کہ صرف استغفار توبہ کیلئے کافی نہیں ہوتا بلکہ مجاہدات کرنے ضروری ہیں جب کہیں رضائے الٰہی حاصل ہوتی ہے اور انسان گناہوں سے پوری طرح آزاد ہوسکتا ہے۔ اس لئے اسبابِ مواخذاہ ومعصیت کے چھوڑے بغیر صرف استغفار کافی نہیں جب تک عمل اور سلوک سلیم اس کے ساتھ شامل نہ ہو جس سے عزم واستقلال کا اظہار ہوا۔ حضرت رابعہ بصریؒ نے ایسی بہت سی باتیں کہی ہیں جو محتاج نظر تاویل ہیں جیسے اس کا یہ قول۔

"ہمارا استغفار ایک دوسرے استغفار کا محتاج ہے کیونکہ ہم اپنے استغفار میں سچے نہیں ہوتے"

یہ قول بھی اس قبیل سے ہے۔

"میں استغفراللہ کہنے پر خدا سے استغفار کرتی ہوں۔ کیونکہ میرے استغفار میں سچائی کم ہوتی ہے۔۔"

Marfat.com
Marfat.com

استغفار وتوبہ میں اس قدر تشدد صدق وایمان حساب وعقاب اورحشر ونشر کے بارے میں سچا عقیدہ رکھنے کی دلیل ہے اس امر کا بھی واضح ثبوت ہے کہ ان مجذوب زیاد کے دل صاف شفاف تھے۔ انھوں نے زندگی کی طرف رخ بھی نہیں کیا۔ نہ ان کے نفوس زندگی کی مشکلات اٹھانے کے قابل تھے۔ نہ وہ روزمرہ کا عقدہ مشکلات کھولنے کی طاقت رکھتے تھے مذہب تو کبھی فطرتاً زندگی گزارنے سے نہیں روکتا اس لئے آج کل کی اصلاح کے مطابق ہم ان لوگوں کا نام منہمک فی العبادت' رکھے دیتے ہیں کیونکہ یہ لوگ نہ تو زندگی کے مصرف کے تھے نہ اس حیاتِ اسلامیہ کے کام کیلئے جس کی طرف اسلام اوررسول اللہ ﷺ دعوت دیتے ہیں۔ وہی توبہ اوراس کا مفہوم تو وہ خالص ندامت کا نام ہے جوتائب کی ذات پرطاری ہوجاتی ہے۔ ماہرین نفسیات وروحانیات اسے اندرونی آواز سے تعبیر کرتے ہیں جو انسان کو پچھلے معاصی مظالم کے مٹانے پر اکساتی اورصلاح تقویٰ کی دعوت دیتی ہے۔ ہم لوگ آج کل اسے ضمیر کی آواز سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس لیے تو یہ ایک قسم کے شریف نفسانی میلان کا نام ہے جو شر سے خیر کی طرف لوٹنے پر دلیل ہے۔ بڑے بڑے گنہگار ایک دفعہ تو نادم ہو ہی جاتے ہیں۔ توفیق توبہ عطیہ الٰہی ہے اورفطرت انسانی کے عین مطابق۔

شب بیدار' زہد پسند حضرت رابعہ بصریؒ گھنٹوں اللہ تعالیٰ سے گڑگڑاتی کہ وہ اس کو قبول کرلے گا۔ رابعہ! تو نے کیا گناہ کیا ہے جوتو اس طرح گڑگڑا کر توبہ کرتی ہے؟ میں اپنے اس سوال کا کوئی جواب نہیں پاتا سوا اس کے کہ خیالی گھوڑے دوڑاؤں اوران حوادث کی تاویل کروں جو حضرت رابعہ بصریؒ پر گزرے جنھوں نے اسے خاموش کردیا تھا۔ مگر کیا اس طرح کی باتیں میرے لئے جایز ہوسکتی یا صحیح وغیر صحیح قراردی جاسکتی ہیں جب حضرت رابعہ بصریؒ پردہ غیب میں روپوش ہوچکی ہے اور بات نہیں کرسکتی۔ مجھے غیبی باتوں کا کوئی علم نہیں۔ رہے شطحیاتِ صوفیہ جو اس زمانے کی الجھی ہوئی روحانیت کے مطابق تھے تو ان پر میں بھروسا نہیں کرسکتا کیونکہ ٹیلی ویژن اورراڈر کے ہوتے ہوئے بھی ہم ان گزری ہوئی باتوں کا صحیح علم حاصل نہیں کرسکتے اورانکی حقیقت نہیں پاسکتے۔

یہ وہ حالات تھے جو حضرت رابعہ بصریؒ کو اپنے زاہد و عابد بھائیوں کے ساتھ

Marfat.com
Marfat.com

پیش آتے ۔ رہے وہ حالات جو عاشق الٰہی زاہد عورتوں کے ساتھ پیش آئے وہ بھی کچھ کم عجیب نہیں۔ اس زمانے میں ایسی صاحب بصیرت زاہد عورتوں کی بھی کچھ کمی نہ تھی جو اس قسم کے خیالات و میلانات رکھتی تھیں ۔ اس دور میں بصرہ کے اندر کئی قماش کی عورتیں تھیں ۔ بعض فقیہہ اور محدث تھیں تو بعض سیاسی اور تعصب حیات فکر یہ میں حصہ لینے والی تھیں تو بعض گانے بجانے' ناچنے اور رنگ رلیاں منانے والی۔

جو عورتیں حضرت رابعہ بصریؒ کے نقش قدم پر چلتی تھیں ۔ وہ کچھ تھوڑی یا ناقابل ذکر تعداد میں نہ تھیں مگر وہ حضرت رابعہ بصریؒ کا سا صبر نہ کر سکیں نہ اس جیسی بصیرت پا سکیں ۔ نہ انھوں نے اس قدر عبادت اور مجاہدات کیے جس قدر حضرت رابعہ بصریؒ نے کیے بلکہ ان کی عقلیں اس قدر وسیع نہ تھیں کہ تصادم الٰہی یا اسرار حق پا سکتیں اس لیے ان میں سے بیشتر جادہ مستقیم سے منحرف ہو گئی تھیں چنانچہ بعض مرد و زن انھیں مجذوب شمار کرتے تھے۔ امام ابوالقاسم نیشاپوریؒ نے جو پانچویں صدی ہجری میں فوت ہوئے ۔ ان ہوشیار دیوانوں کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے جس میں وہ بہت سی بڑی زاہدہ عورتوں کا ذکر کرتے ہیں جو کثرت عبادت و خلوت سے مخبوط الحواس ہو گئی تھیں ۔ ان میں سے ایک حیونہ بھی تھی ۔ یہ حضرت رابعہ بصریؒ کی سہیلی تھی ۔ ایک رات اسکے پاس آئی ۔ جب کچھ رات گزر گئی تو حضرت رابعہ بصریؒ اونگھنے لگی ۔ نیند سے اس کی آنکھ لگ گئی ۔ حیونہ اٹھی یہ دونوں ساتھ ساتھ تہجد پڑھ رہی تھیں اور اسے ٹھوکر مارتے جھڑکتے ہوئے جگانے لگی ۔ بولی:

"رابعہ! اٹھ ہدایت پانے والوں کی شب عروسی کا وقت آ گیا۔ اری کیسی مقدس ہے وہ ذات جس نے رات کی دلھنوں کو تہجد کے نور سے زینت دی!

نیشاپوری نے حضرت رابعہ بصریؒ کی اس عابدہ زاہد سہیلی کے حالات تفصیل سے بیان کیے ہیں وہ کہتا ہے اک دن حیونہ' عبدالواحد بن زید کے دروازے پر پہنچی اور مذاق اڑاتے ہوئے کہنے لگی یہ بڑا عابد و زاہد عاشق الٰہی تھا۔ اس نے حضرت رابعہ بصریؒ کو پیام دیا تھا۔ "ارے زبان دراز ذرا اپنے بارے میں بول۔ واللہ اگر تو مر جائے تو میں کبھی تیرے جنازے کے پیچھے نہ جاؤں"

Marfat.com
Marfat.com

اس نے دریافت کیا۔

''حیونہ! کیابات ہے؟''

وہ بولی۔

''تو مخلوق کے بارے میں بڑی زبان درازی کرتا اوراس سے قرب حاصل کرنا چاہتا ہے۔ تیری مثال ایک چھوٹے بچے کی سی ہے جومعلم سے شام کو سبق یاد کرلیتا ہے اور جب ماں کے گھر پہنچ جاتا ہے تو صبح ہوتے سب کچھ یاد کیا کرایا بھول جاتا ہے حتیٰ کہ معلم کواس کے مارنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ جا عبدالواحد۔۔ادب کے درے جسم پر لگا اورقناعت کا توشہ مہیا کر۔پہلے جوتیری حالت ہے اس پر گفتگو کر پھر مخلوق کے بارے میں کچھ کہنا۔۔''

عبدالواحد نے جوحیوانہ کی یہ باتیں سنیں تو ندامت سے اس کی پیشانی عرق آلود ہوگئی اورخاموش چلا گیا۔ایک سال تک اس نے کسی سے بات تک نہیں کی۔۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حیوانہ حضرت رابعہ بصریؒ کی طرح ان لوگوں کا مذاق اڑاتی تھی جواس جیسی عبادت اورخلق سے بے رغبتی نہ کرتے تھے اوراسکی مانند خدا کے تقرب کے طالب نہ تھے مگر وہ دونوں یہ بھول گئیں کہ اللہ تعالیٰ عمل اور عام بھلائی کیلئے کوشش کرنے کی تلقین کرتا ہے ۔اسلام میں نظام معاملہ ومبادلہ اسی دنیوی زندگی کیلئے ہے اسلام نے محض آخرت کی خاطر گوشہ نشینی کیلئے کوئی گنجائش نہیں چھوڑی جیسا کہ زاہد لوگ خیال کرتے ہیں۔

حیونہ جیسی بہت سی عورتیں گزری ہیں جن کے بہت سے اشعار'وعظ'ادب اورصوفیانہ اسرار کے حامل ہیں جوان کے مخلوق سے دور رکھنے والے مذہب کا آئینہ ہیں۔ نیشاپوری نے مجتون عقلاً میں ان کا ذکر کیا ہے۔

رہی حضرت رابعہ بصریؒ تو اللہ تعالیٰ نے اسے عقلی حبط سے محفوظ رکھا۔ وہ بڑے لوگوں کی طرح ثابت قدم رہی۔ وہ اس امر کی بہترین مثال تھی کہ عورت بھی علم' ایمان اورتقویٰ وطہارت میں مردوں کی ہم پلہ ہوسکتی ہے حتیٰ کہ حضرت شیخ فرید الدین عطارؒ امام تصوف فارسی اسے اس دور کے بڑے عارفوں کے ہم پلہ قرار دیتے ہیں۔وہ لکھتے ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

"ہم نے ام المومنین حضرت عائشہؓ سے نصف دین حاصل کیا ہے۔تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اگر ہم حضرت رابعہ بصریؒ سے جو حضرت عائشہؓ کے بعد پیدا ہوئی گو وہ ان جیسی حدیث وفقہ کی عالم نہ تھی' عمدہ نصائح' خالص مجاہدہ اور درخشاں معرفت حاصل کریں"

لوگوں کی زبانوں پر حضرت رابعہ بصریؒ کا تذکرہ تھا کیونکہ اس سے ایسے کارہائے نمایاں صادر ہوئے تھے جن سے مرد عاجز تھے اور وہ سبھوں سے گویا سبقت لے گئی تھی۔ یہ ایک عجیب روحانی مذہب تھا جو اس نے قواعد معرفت پر قائم کیا تھا جیسا کہ اس زمانے کے عارف کہتے تھے۔ ان عارفوں کا گروہ ایک ایسا علمی صوفیانہ حلقہ ہے جس تک صرف اسی شخص کی رسائی ہوسکتی ہے جو تیز نظری' روحانی پاکیزگی اور دینی سچائی کا مالک ہو۔ یہ تمام اوصاف حضرت رابعہ بصریؒ میں جمع تھے جن کی وجہ سے وہ اس بلند درجے تک پہنچی اور اگر بالفرض یہ مسلک اس نے ایجاد نہیں کیا اور اس معاملے میں اس نے سبقت نہیں کی تو بھی معرفت الٰہی کیلئے روشن دل کی ضرورت ہے جو گمراہی و کجروی سے پاک ہو اور علم کی استعداد رکھتا ہے تاکہ زندہ کشف پا سکے اور ایسے لطیف حقائق کو لے سکے جو دست ونظر سے بالاتر ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com
Marfat.com

سفرِ حج

اس میں شک نہیں کہ صاحب استطاعت پر حج فرض کیا گیا ہے اس لئے ہر مسلمان کی یہ آرزو ہوتی ہے کہ حج کرے خصوصاً عابد و زاہد حضرات تو اس کے بڑے متمنی ہوتے ہیں۔ ہمارے زمانے میں تو جہازوں کی وجہ سے سفر بہت آسان اور مختصر ہو گیا ہے مگر اگلے وقتوں میں لوگ تپتے ہوئے صحرا میں اونٹوں پر بڑی مشکل سے یہ طویل سفر طے کرتے تھے۔ اب بھی اس خیال کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ جو قدماء کے طرز پر سفر حج پسند کرتے ہیں۔ 'ادھر موسم حج آیا ادھر اہل شوق مرد و زن نکل کھڑے ہوئے۔ وہ دن رات اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ انھیں حج نصیب ہو۔ یہ شعور اس وقت اور چمک جاتا ہے جب انسان خانہ کعبہ اور منزل وحی کو دیکھتا ہے اور اس سرزمین پر اس کی نگاہیں پڑتی ہیں جہاں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پیدا ہوئے جوں جوں زمانہ گزرتا گیا یہ سرزمین اسلام اور اہل عرب کی بزرگی کا سبب بنتی گئی۔

حج کی آرزو مسلمانوں کے لیے ایک معمولی بات ہے وہ تکالیف جو سفر میں درپیش آتی تھیں، کوئی بھی ان کی پروانہ کرتا تھا۔ گرمی، سردی، بھوک، پیاس اور بدامنی کو کوئی خاطر میں نہ لاتا تھا کیونکہ خانہ کعبہ کا شوق ان سب پر غالب رہتا۔

سال آتے اور گزر جاتے۔ لوگ حاجی کو ایک گم شدہ کی طرح دیکھتے۔ جب وہ لوٹتا تو غنیمت بارد سمجھا جاتا۔ اس کے خاندان والے خوشی خوشی اس سے ملتے کہ بخیریت واپس آ گیا ہے انہیں دہری خوشی ہوتی ایک تو یہ کہ وہ حج کی برکت سے مشرف ہوا دوسرے یہ کہ صحیح سالم واپس آیا ہے۔ یہ بات مشہور تھی کہ حج کا ثواب بقدر مشقت ملتا ہے۔ یہ گویا

Marfat.com
Marfat.com

حاجیوں کے لیے ایک قسم کی تسلی تھی کیونکہ وہ بڑے سخت مصائب برداشت کرتے تھے۔

ہمارے یہ خیالات عام لوگوں کے بارے میں ہیں۔تو عاشقان الٰہی زاہدوں کا کیا عالم ہوتا ہوگا حتیٰ کہ ہم حضرت رابعہ بصریؒ عدویہ تک پہنچ جاتے ہیں وہ عابد وزاہد عورتوں کی سرگروہ تھی۔

ان لوگوں کے قصوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صحراؤں کے سینوں کو چیرنے میں بڑی ہولناک تکالیف اٹھاتے تھے تا کہ خانہ کعبہ اور مہبط وحی تک پہنچ سکیں۔ایسے ایسے قصے اس زمانے کے متعلق بیان کیے جاتے ہیں جن کی تصدیق کرنی ہمیں دشوار ہو جاتی ہے کیونکہ ایسے واقعات آج کل ظہور نہیں پاتے ہم ان لوگوں میں ایسے متدین لوگ پاتے ہیں جنھوں نے پیادہ پاحج کیا اور دوسروں کے لیے اپنے آپ کو ہلاکتوں میں ڈال دیا۔تا کہ وہ اجر جس کے وہ متمنی تھے،حاصل کر سکیں بعض ایسے بھی تھے جو موسم حج کے ختم ہونے سے پہلے ہی جان بحق ہو گئے۔بعض عورتیں مردوں کے دوش بدوش مصائب حج برداشت کرنے کے لیے اٹھیں اگر چہ انھوں نے مردوں جیسی تکلیفیں نہ اٹھائیں۔گزشتہ زمانوں میں حاجی یا مر جاتے تھے یا لوٹ لیے جاتے تھے تو کوئی تعجب کی بات نہیں اگر اس زمانے کے حاجی ہولناکیوں سے دوچار ہوتے اور مصیبتیں برداشت کرتے تھے۔بعض لوگ شروع ہی میں مر جاتے جب بھی قوم انھیں شہید تصور کرتی۔

اس ماحول کا تصور کرتے ہوئے ہم دور حضرت رابعہ بصریؒ کے خدا پرست زاہدوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ تمام مسلمانوں میں سب سے زیادہ حج کے مشتاق نظر آتے ہیں اور مصائب سفر کے لیے پیش پیش ہیں حتیٰ کہ بعض لوگوں نے بصرہ اور مکہ کا سفر برسوں میں طے کیا۔انھوں نے خطروں،لوٹ مار اور بیماریوں کی کچھ پروانہ کی۔

حضرت رابعہ بصریؒ سرگروہ زھاد نے تو سرزمین کعبہ مہبط وحی کی طرف متعدد سفر کیے اس نے بڑے شوق سے فریضہ حج ادا کر کے دلی آرزوئیں پوری کیں۔وہ ریگستانوں میں قافلوں کے ساتھ روانہ ہوتی۔نہ خطرات کی پروا کرتی نہ تھکن کی بلکہ گاتی اور پروردگار سے مناجات کرتی چلی جاتی۔جب قافلے ریگستان کی تپش سے بے ہوش ہو جاتے تھے وہ پکارتی: ''پروردگار!تو نے دو باتوں کے اجر کا وعدہ کیا ہے ایک حج دوسرے حج کے شدائد کا

Marfat.com
Marfat.com

برداشت کرنا۔ اگر میرا حج تیرے نزدیک مقبول نہیں تو بڑے افسوس کی بات ہے کیونکہ یہ جو مصیبتیں میں اٹھا رہی ہوں یہ تو بڑی ہی سخت ہیں!''

یہ دعا حضرت رابعہ بصریؒ کے زمانہ حج کی ذہنیت کا آئینہ ہے۔ تاریخ سے ہمیں پتا نہیں چلتا کہ وہ کب حج کے لیے گئی تھی۔ غالب گمان یہ ہے کہ اس کی یہ دعا سب سے پہلے حج سے تعلق رکھتی ہے کیونکہ وہ اس دعا میں اللہ تعالیٰ سے حج کی قبولیت چاہتی ہے اور اگر اس پر بھی اس کا حج قبول نہیں ہوا تو حضرت رابعہ بصریؒ کی کوشش کے رائگاں جانے کا ہمیں بھی افسوس ہے۔ مگر حضرت رابعہ بصریؒ جو دنیا کو چھوڑ کر رات دن عبادت میں لگی رہتی تھی اس کا مقصد حج سے ثواب کا حصول نہ تھا بلکہ تقرب الٰہی اور ادراسرارِ د جود کی طلب تھی کیونکہ رابعہ معرفت وعبادت میں بہت آگے نکل چکی تھی۔ وہ چکر کاٹتی ہوئی فضائے آسمانی میں پرواز کررہی تھی جہاں وہ بازوؤں کے ذریعے سے نہیں پہنچی تھی بلکہ حاصل جذبہ شوق اور ذات الٰہی میں فکر وتعمق نے اسے یہاں تک پہنچایا تھا۔ وہ اسی طرح تفکر وتامل کرتی رہی اس کی اس قسم کی دعائیں اور باتیں ایک رمزی معنی لیے ہوتی ہیں جیسا کہ زاہدوں کا شیوہ ہے کہ وہ رموزواسرار کے پیرایے میں باتیں کیا کرتے ہیں۔

شاید اس درجے تک حضرت رابعہ بصریؒ آدھی عمر گزر جانے اور معرفت وبصیرت کے پختہ ہوجانے کے بعد پہنچی ہے راہ سلوک میں اس مرتبے کو پہنچ جانا ایک فطری بات ہے کیونکہ حضرت رابعہ بصریؒ نے اپنے سے معمر اولیاء وصالحین سے استفادہ کیا تھا یقیناً اس کے لیے بھی کامیابی کا وقت آپہنچا ہوگا جو اس کے استادوں اور ہم عصروں تک پہنچا، ہاں یہ ضرور ہے کہ مقامات صوفیہ وکرامات روحانیہ تک پہنچے کے لیے استاد وشاگرد کے درمیان کوئی وقت کا تقرر تو پہلے سے ہوتا نہیں۔ بسا اوقات ایک مرید شاگرد عبادت ومجاہدات کے استغراق میں ایک آن کے اندر اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں اس سے پہلے آنے والے نہیں پہنچ پاتے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رابعہ بصریؒ کا اپنی طویل عمر کے دوسرے مرحلے میں حج کے لیے جانا خالص ذات الٰہی کے لیے تھا، نہ طلب ثواب کے لیے نہ خوف عقاب سے نہ: الحرام کی رغبت کے باعث۔

حضرت رابعہ بصریؒ کے اس دور سے متعلق عجیب عجیب حوادث اور حکایات ہیں جو

Marfat.com
Marfat.com

خرافات سے بہت زیادہ ملتی جلتی ہیں۔ چنانچہ بہت سی تاریخی کتابیں ایسے امور کا ذکر کرتی ہیں جن میں حضرت رابعہ بصریؒ کی کرامات کا پورا پورا ظہور ہے۔ ایک حکایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ جب حضرت رابعہ بصریؒ حج کے لیے قافلے کے ساتھ روانہ ہوئی تو اس کے ساتھ ایک گدھا تھا جس پر حضرت رابعہ بصریؒ کا سامان لدا ہوا تھا۔ راستے میں گدھا مر گیا۔ حضرت رابعہ بصریؒ وہیں ٹھہر گئی اور قافلے والوں سے کہنے لگی۔

"تم جاؤ، میں تمھارے بھروسے نہیں آئی تھی، میں نے تو اللہ تعالیٰ کے بھروسے کوچ کیا تھا۔"

حضرت رابعہ بصریؒ گدھے کے پاس بیٹھ کر اس طرح اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگنے اور رحمت کی طلب کرنے لگی۔

"پروردگار! تو نے مجھے خانہ کعبہ کی زیارت کے لیے بلایا تھا۔ اب میرا گدھا مر گیا ہے اور میں تنہا جنگل میں پڑی ہوں ------"

ابھی وہ دعا پوری بھی نہ کرنے پائی تھی کہ بقول عطارؒ گدھا زندہ ہو گیا، حضرت رابعہ بصریؒ نے اس کی پشت پر سامان لادا اور قافلے سے ملنے کے لیے چل کھڑی ہوئی۔

ایک اور روایت ہے یہ تو بالکل افسانہ ہی معلوم ہوتا ہے اس کے راوی ابو علی فارمیدی تلمیذ ابی القاسم قشیری و استاد امام غزالی ہیں وہ کہتے ہیں کہ حضرت رابعہ بصریؒ ریگستانوں میں سات سال تک بغرض سفر حج پیٹ کے بل چلتی رہی حتیٰ کہ کعبے تک پہنچ گئی۔

شاید راویوں نے یہ حکایات متواترہ لوگوں کو یہ بتانے کے لیے نقل کی ہیں کہ صوفیہ نے کس طرح قسم قسم کی عبادتیں جسم کو سخت تکلیفیں دے کر کی ہیں عطار صاحب تذکرۃ الاولیاء حضرت رابعہ بصریؒ کی کرامت کے بارے میں ایک یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ خانہ کعبہ جس کے اردگرد لوگ حج کے مراسم ادا کرتے ہیں خود حضرت رابعہ بصریؒ کی زیارت کے لیے گیا تھا، ہم اس روایت کی تردید نہیں کرتے شاید تعبیر غلط کی گئی ہے اسی طرح حضرت رابعہ بصریؒ کی طرف بہت سے ایسے اقوال منسوب کیے گئے ہیں جو ظاہری طور پر کفر و شرک سے قریب ہیں حضرت رابعہ بصریؒ سے پہلے اور بعد کے علماء نے اس قسم کے اقوال کو ظاہری معنی ہی پر محمول کر کے ان کے کہنے والوں کو سخت سزائیں دلوئی ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت

Marfat.com
Marfat.com

رابعہ بصریؒ کے دماغ میں حج کا تصور مادی مقاصد سے بالاتر تھا یعنی صرف ذات خداوندی کی طلب حج تو محض ایک عبادتی وسیلہ ہے۔ حضرت رابعہ بصریؒ کا مقصود صرف معبود تھا اس طویل صوفیت ومجاہدہ نفس کے بعد اسے اس وسیلے کی ضرورت بھی باقی نہ رہی تھی۔ چونکہ وہ علائق بشریہ سے پاک ہو چکی تھی اور اسے شدید لگاؤ تھا اس لیے اسے کعبہ یا ایام حج کے وسیلے کی ضرورت نہ رہی تھی جیسا کہ اس کے آخری اقوال سے پتا چلتا ہے اس کا حج ایک رمز مطلق ہستی کی جانب تھا جو زمان ومکان کی پابند نہیں کیونکہ خدا تو ان دونوں سے آزاد ہے اس مقام پر ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت رابعہ بصریؒ فکر ورائے میں ایک قسم کی جرات رکھتی ہے جو اس میں پہلے نہ تھی۔ شاید اجتہاد طول استغراق اور خلوت نے اسے یہاں تک پہنچادیا تھا۔ حضرت رابعہ بصریؒ نے جو مسلک اپنے اعتقادات کے مطابق اختیار کیا تھا وہ مجرد روحانی مجاہدات پر مبنی اور تمام مصنوعی آلات سے مبرا تھا کیونکہ محسوسات ومصنوعات کی عبادت تو ایک قسم کی بت پرستی ہے جو ایک خالص روحانی مسلک گوارا نہیں کرسکتا۔ تاریخ فکر عربی، خواہ وہ دینی ہو یا فلسفیانہ ایسے حوادث اور متضاد حالات سے پر ہے جن کی بنا پر علماء ومفکرین پر بڑی دارودگیر کی جاسکتی ہے کیونکہ ان کے بیشتر اقوال وافعال ظاہری مفہوم کے اعتبار سے غلطی پر مبنی معلوم ہوتے ہیں حضرت رابعہ بصریؒ کے بارے میں مشہور ومتواتر قول یہ ہے کہ جب ایک دفعہ موسم حج قریب آیا تو اس نے کہا۔

"میرا مطمح نظر کعبہ نہیں بلکہ کعبے کا پروردگار ہے میں کعبے کا کیا کروں گی؟ وہ ایک بت ہے جس کی لوگ پوجا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو نہ اس میں داخل ہو۔ اور نہ اس سے کبھی خارج ہوا۔"

ممکن ہے اس کا یہ قول بھی باوجود تواتر کے بگڑا ہوا اور مسخ شدہ ہو کیونکہ تواتر تو خود رسولؐ اللہ کی حدیث میں بھی پایا جاتا ہے پھر بھی بہت سی حدیثیں موضوع اور بناوٹی ہیں۔ اگر یہ قول واقعی حضرت رابعہ بصریؒ کا ہے تو شاید اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کو چاہتی ہے اور صرف ان تجلیات پر بھروسا کرتی ہے جو قلب ونظر سے دوران عبادت میں دیکھتی ہے صوفیت اور ترک دنیا کا مقصد اور کیا ہوسکتا ہے اس کے ایمان خالص اور معانی الٰہیہ کی تفکیر وتعبیر نے اس کی نظروں کو ایک روحانی اشراق تک پہنچادیا تھا۔ اب اس کی ہمت

Marfat.com
Marfat.com

کعبے تک محصور نہ رہی تھی ۔ رہا مہبط وحی وتنزیل سو وہ زاہدوں کے لیے نمونہ ہے۔

اپنی آخری زیارات کعبہ میں حضرت رابعہ بصریؒ کا تعلق ایک ایسی ذات سے ہو گیا تھا جو کیفیت حدود و قیود سے بالاتر ہے اس لیے وہ عارف و زاہد حضرات سے اس قسم کی باتیں کرنے لگی تھی جن کا مفہوم وہی لوگ سمجھ سکتے تھے مگر جو علماؤ مفسرین اس دور کے بعد آئے وہ ان اقوال کی دوراز کار تاویلیں کر کے اسے لعنت ملامت کرنے لگے ۔ امام ابن تمیہ بھی انھیں علماء سے ہیں جنھوں نے حضرت رابعہ بصریؒ پر اس کے ظاہری اقوال کی وجہ سے خواب لے دے کی ہے۔

ہم صحیح طور پر نہیں بتا سکتے کہ حضرت رابعہ بصریؒ نے زندگی کے آخری مرحلے میں کب اور کس وقت حج سے منہ موڑنا شروع کر دیا تھا۔ آیا وہ بڑھاپے کی وجہ سے شدائد سفر برداشت نہ کر سکتی تھی ؟ یا اس کے خیالات ہی بدل گئے تھے اور وہ زہد سے تصوف کی طرف مائل ہو کر محسوسات و مادیات سے بلند ہوگئی تھی کیونکہ ملائے اعلیٰ میں انہماک ، مادرائے کون میں استغراق معرفت الٰہی میں تبحر ،فیض روحی اور نفحات قدسیہ نے اسے اس زمانے میں ایک پراسرار صوفی بنا دیا تھا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رابعہ بصریؒ اس دور میں اس پروانے کی مانند تھی جو جل جانے کا مشتاق ہو۔ حضرت رابعہ بصریؒ پر تصوف کا اس قدر غلبہ ہو گیا تھا کہ وہ ایک مدہوش کی طرح معرفت کے خزانوں کی طرف بڑھی جا رہی تھی ۔ اس کی آنکھوں سے یہ دنیا اوجھل ہو چکی تھی اور وہ عالم شعاعی میں کچھ ایسی صورتیں دیکھ رہی تھی جن کا احاطہ نہ تو علوم وفنون کر سکتے ہیں نہ ہمارے مادی اجسام کیونکہ وہ عالم ہماری آنکھوں اور افکار سے بالاتر ہے ۔ ہم کتنا ہی اس کی طرف پرواز کرنا چاہیں لیکن ہمارے بازو کسی طرح ہمارا ساتھ نہیں دیتے ۔ ہائے کتنے ایسے قیدی ہیں جو جیل خانے کی سلاخوں سے طویل راتوں اور تلخ دنوں میں ایک ایسی شعاع نور کی طلب میں رہتے ہیں جو انھیں حریت و آزادی کی نعمت سے سرفراز فرما دے اور ان کی آرزوؤں کو پورا کر دے۔

اسی طرح اصحاب فکر ، جو حقائق وجود کی تلاش میں مادرائے عالم مادی میں تیرتے پھرتے ہیں ، یا لذت سعی واستغراق پر قانع ہو جاتے ہیں یا هَل من مَزِيد پکارتے رہتے ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

زُہد سے صوفیت کی طرف

مجھے اجتماعی وادبی بحث وتمحیص میں یہ بات بہت زیادہ پسند ہے کہ میں رفتار فکر و اصحاب فکر کا مطالعہ کروں ۔ پرواز وانقلاب دہر کا ایک ہی نہج ہے جو تمام اشیاء میں جاری و ساری ہے حالانکہ انھیں شعور بھی نہیں ہوتا ۔ یہ قانون فطرت اس قدر تیزی سے چلتا ہے کہ دیکھنے والوں کو پتا بھی نہیں چلتا جیسے ایک پھول پھولتا رہتا ہے مگر ہم نہ تو اپنی ان آنکھوں سے نہ کسی سائنٹیفک ذریعے سے اس کی رفتار نمو کا صحیح اندازہ کر سکتے ہیں ۔ کتنے ہی ایسے درخت ہیں جو ہم باغ میں ہاتھوں سے لگاتے ہیں اس وقت وہ ایک پتلی سی شاخ ہوتی ہے ۔ چند روز میں ایک تناور درخت بن جاتا ہے ۔ مگر ہمیں اس کے آہستہ آہستہ بڑھنے کا علم بھی نہیں ہوتا ۔

حضرت رابعہ بصریؒ جسے ہم نے ایک چھوٹی سے بیل، پھر ایک تر شاخ کی مانند دیکھا تھا، چند سال گزرنے پر ایک تناور سایہ دار اور میوہ دار درخت بن گئی اس کے سائے میں وہ لوگ آرام کرتے تھے جو دنیا کی باد سموم کے مارے ہوئے تھے مگر اس کا پھل عارفوں کے سوا کسی نے نہ چکھا کیونکہ معرفت کے اس درجے تک تو اہل تجلی و بصیرت ہی پہنچ سکتے ہیں ۔ یہ حسی ومعنوی انقلاب جو حضرت رابعہ بصریؒ کے زہد وعبادت کے ساتھ ساتھ چلتا رہا ایک شعلہ عشق معرفت باطن انجذاب ماورا اور تجرد کی صورت اختیار کر گیا تھا اب اس کی شب بیداری دوسرے شب بیداروں کی طرح نہ تھی اب وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت جنت کی طمع یا دوزخ کے خوف سے نہ کرتی تھی ۔ وہ رات دن گریہ وزاری کرتی رہتی مگر حساب قیامت کے

Marfat.com
Marfat.com

ڈر کی وجہ سے نہیں جیسا کہ دوسرے لوگ حساب حشر سے ڈر کر روتے گڑگڑاتے ہیں بلکہ اب اس کی زندگی ایک نئے موڑ کی طرف مڑ گئی تھی یعنی اس کا مقصود صرف ایک ذات باری تھی جو اہل نظر و کرامت کا مطمح نظر ہوتی ہے۔

علیین کا مرتبہ ہماری موجودہ یونیورسٹیوں کے درجات علمیہ جیسا ہے یہ سب سے بلند علمی مرتبہ وہ ہے جہاں عالم حقیقت سے کچھ قریب ہو جاتا ہے اور اب حقیقت اس کے لیے ایک غنیمت باردہ بن جاتی ہے جس تک وہ طویل مجاہدات کے بعد پہنچتا ہے۔

تصوف بھی وہ بلند مرتبہ ہے جہاں تک حضرت رابعہ بصریؒ، بصیرت، مجاہدے اور عرفان کے بعد پہنچی۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ وہ تصوف کیا تھا جسے حضرت رابعہ بصریؒ نے ترجیح دی اور طویل مراقبات و مجاہدات کے بعد اس کی طرف متوجہ ہوئی حتیٰ کی اس نے اس پر قناعت کر لی اور اسے ایمان بنالیا۔

اگر ہم تصوف کے معانی و تعریفات لغوی و اشتقاقی کے درپے ہوں تو ہمیں چند متضاد یا متقارب بیانات و وجوہ سے سابقہ پڑتا ہے ان سب کا خلاصہ ہم دو نظریوں کے تحت پیش کر سکتے ہیں:

1- بعض عابد و زاہد حضرات نے اپنے آپ کو مصوف کہلایا یا قوم نے انھیں یہ لقب دیا کیونکہ وہ لوگ خشونت و تقشف کی بنا پر صوف کا لباس پہنا کرتے تھے تا کہ لباس فاخرہ پہننے والوں سے اپنے آپ کو ممتاز کر سکیں۔ رائے ابن خلدون کی ہے اس قسم کے لباسوں کی تاریخ پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ راہب اور پرانے زمانے کے عبادت گزار اس قسم کے لباس پہنا کرتے تھے۔ اہل عرب کی یہ عادت تھی کہ جب ان پر کوئی مصیبت پڑتی تھی تو وہ کالے صوف کا لباس پہنا کرتے تھے۔ چنانچہ خنسا نے اپنے فرزندوں اور بھائیوں کے قتل پر ایسا ہی کیا تھا۔

2- بعض لوگوں کا خیال ہے کہ تصوف صفاء سے نکلا ہے کیونکہ اس سے صفائی بصیرت حاصل ہوتی ہے یا یہ صفہ کی جانب منسوب ہے جہاں اصحاب صفہ مسجد کے باہر بیٹھا کرتے تھے یا صف کی جانب منسوب ہے۔ کیونکہ صوفی پہلی صف میں ہوتے ہیں۔ ان کا شمار ان

Marfat.com
Marfat.com

اولیاء اللہ میں ہوتا ہے جن کے قلوب پاکیزہ اور ہوا وہوس سے آزاد ہو جاتے ہیں مگر اس قسم کے اشتقاق کی اجازت ہمیں لغت عرب نہیں دیتا اور نہ یہ صوفی کے لفظ پر منطبق ہوتا ہے اگر چہ ہم حروف میں تقدیم وتاخیر ہی کیوں نہ کردیں۔رہی تصوف کی مذہبی تعریف تو اس میں بھی اختلاف ہے مختلف لوگوں نے اس کے مختلف اصول بیان کیے ہیں حقیقت یہ ہے کہ ہر صوفی نے اپنے مسلک ومزاج کے مطابق تعریف کی ہے جس کسی نے بھی تصوف پر بحث کی یا اس سلسلے میں کوئی کتاب لکھی ہے اس نے جو کچھ لکھا ہے اصل میں اپنی رائے کے مطابق لکھا ہے تصوف کی بڑی کتابوں میں سے سب سے عجیب تعریف حافظ ابو نعیم اصفہانی (المتوفی 340ھ) مولف حلیۃ الاولیا وَ طبقات الاصفیاء نے کی ہے ابو نعیم اغراض و مقاصد کے تحت مختلف تعریفیں بیان کیا کرتا تھا۔اور مافی الضمیر ادا کرنے کے لیے اس زمانے کی زبان ورواج کے مطابق ایسے جامع عنوان گھڑتا جن میں تخییس دسجع ہوتا تھا چنانچہ کہتا ہے۔

''تصوف ہجر سے وصل کی طرف دوڑنے کا نام ہے''

ایک جگہ کہتا ہے۔

''تصوف حق کے ساتھ رہنے اور خلق کے چھوڑ دینے کا نام ہے''

یہی حال ابوسلیمان دارانی المتوفی 215ھ کا ہے چنانچہ ان کا ایک قول تصوف کے بارے میں یہ ہے۔

''تصوف یہ ہے کہ صوفی پر ایسے حالات طاری ہوجائیں جو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ ہمیشہ اس طرح حق کے ساتھ رہے کہ کسی کو اس بات کا پتا تک نہ چلے''

اس روحانی مذہب کی بہت سی تعریفیں کی گئی ہیں جن کی تعداد سیکڑوں تک پہنچ جاتی ہے اور جن سے ہزاروں صفحات بھرے پڑے ہیں۔ان میں سے بیشتر عبادت، مجاہدہ اور تعلق مخلوق و خالق پر گھومتی ہیں جوں جوں فلسفے کا رواج بڑھتا گیا تصوف کے معانی و مطالب اس رنگ میں پیش کیے جانے لگے خصوصاً عصر عباسی میں علماء وحکماء نے تصوف کو فلسفے سے خوب رنگ دیا اور صوفیوں کے اعمال و اقوال کی فلسفیانہ توجیہات شروع کر کے مادرائے طبیعیات وعینیات سے اس کے ڈانڈے ملا دیے۔

Marfat.com
Marfat.com

تاریخ اسلامی کا مطالعہ کرنے والوں سے یہ بات پوشدہ نہیں کہ تصوف سے جس طرح دوسرے علوم مل گئے تھے اسی طرح فلسفہ بھی اس سے گھل مل گیا تھا۔ حضرت رابعہ بصریؒ میں تصوف زہد سے بعد پیدا ہوا۔ ابتداً وہ دوسرے زاہدوں کی طرح عذاب کے ڈر اور ثواب کی طلب سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتی تھی یہی زہد کا منتہیٰ ہے مگر جب وہ صوفی بن گئی اور عبادت میں پیشتر سے زیادہ منہمک ہوگئی تو اس کی روح دنیوی کدورتوں سے صاف ہوگئی اور ذہن آخرت کی ہولناکیوں سے پاک ہوگیا۔ اس خالص عبادت نے جس تک حضرت رابعہ بصریؒ اللہ تعالیٰ اور اسرار کون میں غور وفکر کرنے سے پہنچی اسے ایک مجرد روحانی عالم غیب وملکوت میں پہنچا دیا۔ وہ وجود میں مزید غور وفکر کرتی رہی اور تعبیریں خالص صوفیانہ رموز بن گئیں نہ صرف لفظاً بلکہ معناً اور حقیقتاً بھی۔

ابھی تصوف ابتدائی دور میں تھا کہ حضرت رابعہ بصریؒ نے اسے اختیار کرلیا نتیجہ یہ کہ اس کا شمار اولین صوفیہ میں ہونے لگا۔ چونکہ وہ تصوف میں سچی تھی۔ اس لیے اولیائے کاملین میں شامل ہوگئی جو بصیرت کے ذریعے سے حقائق تک پہنچے۔ اہل تصوف کے ہاں حقائق کے بہت سے درجات ہیں جن میں سب سے بلند تجلی وکرامات کا درجہ ہے۔

حضرت رابعہ بصریؒ کے سوانح حیات جو لکھنے والوں نے نفسیات وفلسفہ کی روشنی میں نہیں لکھے، گو متضاد اور بکھرے ہوئے ہیں پھر بھی ہمیں بتاتے ہیں کہ اس نے تاریخی طور پر زہد سے تصوف کی طرف قدم بڑھایا مخلص عابدوں کے گروہ کی تدریجی ترقی کی فطری صورت یہی ہوتی ہے حضرت رابعہ بصریؒ افتاد طبع کے مطابق کسی علمی وفکری شعور کے بغیر اس جدید طریق عبادت یعنی تصوف کی طرف مائل ہوتی چلی گئی۔ غالب گمان یہ ہے کہ وہ صوفیت کی طرف اس وقت مائل ہوئی جب وہ بصرہ کے حلقات ذکر وفکر میں جو اجتماعی طور پر قائم کیے جاتے تھے۔ حصہ لینے لگی۔ یہ لوگ تسبیح وتہلیل اور تہجد وعبادت میں مشغول رہتے تھے۔ قرآن پاک، دعائیں اور مختلف قسم کے اشعار بلند آواز سے مخصوص صوفیانہ رنگ میں پڑھا کرتے تھے جن سے عشق الٰہی پیدا ہوتا تھا۔ کوئی بعید نہیں اگر حضرت رابعہ بصریؒ ان قوالیوں میں شریک ہونے کے دور میں پکی عمر کو پہنچ چکی ہو۔ وجد وقوالی کی یہ محفلیں آج تک قائم

Marfat.com
Marfat.com

ہوتی چلی آئی ہیں ۔ اہل طریقت درویشوں کی مجلسیں اب تک مصر و مشق اور بلاد اسلامیہ میں اسی طرح قائم ہوتی ہیں ۔ صوفی مرد وزن اب تک گا گا کر بانسری اور طبل ودف پر میلا دو عید وغیرہ کے موقع پر حلقے قائم کرتے ہیں ۔

اس لیے تصوف حضرت رابعہ بصریؒ میں اس کی طبعیت ومزادلت سے آیا یہ تحصیل تقلید یا تکلف اور بناوٹ سے نہیں اس کی پیدائش وتربیت دینداری کے ماحول میں ہوئی اور غیر شعوری طور پر اسباب تصوف اس میں پیدا ہو گئے اس زمانے کی اجتماعی ودینی زندگی ، جو شہر میں رائج تھی اس طرف مائل کرتی رہی اس لیے وہ ایک پرہیزگار زاہد ، فقیر ، صابر تائب راضی برضا ومتوکل علی اللہ عورت بن گئی ۔ یہ تصوف بچپن اور لڑکپن کے زمانے سے ظاہر ہو احالانکہ وہ عارفین صوفیہ اور اہل مقامات کی اصطلاح سے آشنا نہ تھی ۔ وہ خود بخود اس چشمے کی طرف کھنچی چلی جاری تھی جس سے روح کو سکون ملتا تھا اور سیرابی حاصل ہوتی تھی جس طرح ایک گم کردہ راہ ریگستانوں کے اندر پانی کے چشمے کی تلاش میں پیاس کی شدت سے مارا مارا پھرتا ہے تو اسے افق میں باغیچے ، سائے اور جاری چشمے نظر آنے لگتے ہیں حالانکہ یہ سب سراب ہوتے ہیں ۔ ریگستانوں میں بھٹکتے ہوئے مسافران کی طرف دوڑتے ہیں اور اکثر اسی جستجو میں پیاسے جان بحق ہو جاتے ہیں بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ گم کردہ راہ ان تپتے ہوئے صحراؤں میں کسی ٹیلے کے قریب کوئی ٹھنڈا چشمہ پالیتے ہیں تو وہ اس کی طرف بے تحاشا دوڑتے ہیں حالانکہ وہ موت وحیات کے درمیان ہوتے ہیں ۔

اسی طرح حضرت رابعہ بصریؒ جسے شدت شوق الٰہی نے بھون ڈالا تھا ، بشریت زندگی اور اسباب حیات سے منہ موڑ کر اور زاہدوں کی جماعت سے نکل کر صرف ذات باری تعالیٰ اور رضائے الٰہی کی جویا بن گئی ۔ نہ اجر وثواب کے لالچ میں نہ زنار وخوف کے عذاب سے ۔ اب حضرت رابعہ بصریؒ شب زندار عابدوں سے بالکل جدا ہو چکی تھی جو آخرت کے خوف سے زہد اختیار کرتے ہیں ۔ وہ گم کردہ حقیقت کی تلاش میں عالم بالا تک پہنچ گئی جہاں نہ شبہات کا گزر ہے نہ فنا طاری ہوتی ہے جب اس نے اپنے آپ کو پالیا تو وہ اس کبوتر کی مانند ہو گئی جس کی تصویر ابن سینا نے کھینچی ہے ۔ جو اس کے بہت عرصے بعد گزرا ہے ۔ اب اسے پتا

Marfat.com
Marfat.com

چلا کہ وہ اصل میں ایک پست مقام کی طرف اتری ہے۔

بلاشبہ ایک زبردست روحانی طاقت نے حضرت رابعہ بصریؒ کو شدت عشق تک پہنچا دیا تھا جب وہ طویل مجاہدات کے بعد عالم انوار تک پہنچی تو حیران رہ گئی کہ اس نے اپنی ذات سے باہر کچھ نہیں دیکھا بلکہ خود اپنی ہی ذات کو پایا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے:

"اپنے نفوس میں غور کرو، کیا تم دیکھتے نہیں"

سقراط یونانی حکیم کہتا ہے: "اپنے نفس کو پہچان۔"

حضرت رابعہ بصریؒ نے اپنے نفس کو دیکھا تو اس پر پوشیدہ اسرار ظاہر ہو گئے اور ایسے انوار دکھائی دینے لگے جو ظاہری نگاہوں سے دکھائی نہیں دیتے بلکہ صرف ان لوگوں کو نظر آتے ہیں جن کی نگاہیں اللہ تعالیٰ نے کھول دی ہیں۔

حضرت رابعہ بصریؒ کی چند مخصوص دعائیں ہیں جن سے ذوق وشوق ٹپکتا ہے۔ کتنی ہی بار اس نے دل کی گہرائیوں سے یہ الفاظ کہے۔

"پروردگار! اگر میں تیری عبادت آگ کے ڈر سے کروں تو مجھے جہنم میں جھونک دے اور اگر جنت کے لالچ سے کروں تو مجھے جنت سے محروم کردے۔ ہاں اگر میں تیری عبادت صرف تیرے ہی لیے کروں تو اے خدا مجھے اپنی ذات کریم سے محروم نہ کرنا۔"

یہ دعا ایک ایسے حیران و پریشان دل کی ہے جو ہمیشہ قلق واضطراب میں رہتا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ تو کسی مطیع یا عاصی کے پہچاننے کا محتاج نہیں۔ اس کے علم ازلی میں تو ہر چیز ہے۔ حضرت رابعہ بصریؒ کو عالم ناسوت سے نکل کر عالم ملکوت میں پہنچ گئی تھی۔ پھر بھی وہ وہی ضعیف مخلوق رہی جو اطمینان وسکون کی جویا رہتی ہے میں اسے مبادلہ ومعاوضہ سے تعبیر نہیں کرتا کیونکہ پر خلوص صوفیت کے بارے میں حضرت رابعہ بصریؒ اس سے برتر ہے۔ اس نے صدق خلوص، معرفت اور معرجت کی راہ حق اختیار کی۔ وہ اب عبادت صرف عبادت ہی کی غرض سے کرتی تھی جیسے آج کل کے لوگ کہتے ہیں فن برائے فن مگر یہ نظریہ سراسر حماقت پر مبنی ہے کیونکہ ہر فن کی کچھ نہ کچھ ذاتی واجتماعی خصوصیات ہوتی ہیں۔ تو وہ صرف اپنے ہی لئے کیونکر ہو سکتا ہے؟ میرا بیعتہ یہی خیال تصوف کے بارے میں ہے اس لئے اللہ کی

Marfat.com
Marfat.com

عبادت بہترین وجود، اطمینان قلب، شکر نعمت، تسکین دل دردمند اور ندامت کفر وعصیاں کے لئے ہے۔

راہ تصوف میں نفس کو ایذا دینا اور رونا پیٹنا نفسانی معاملات اور اس دنیوی نظام کو جو اللہ تعالیٰ نے چلایا ہے، معطل کر دینا ہے اور ایک قسم کا مبادلہ وتجربہ ہے۔ اس لیے عملی تصوف مطلوب ہے۔ وہ تصوف، جو نظری ہو، نسیان ووہم پر قائم ہو اور گمراہی وجہالت میں بھٹکاتا ہو، مطلوب نہیں بن سکتا۔

اگرچہ حضرت رابعہ بصریؒ اپنی آخری صوفیت میں عبادت برائے عبادت کے نظریے پر قائم تھی مگر ہم اسے اس درجہ قابل ملامت نہیں سمجھتے جس قدر ان مردوں کو ملامت کے قابل سمجھتے ہیں جو اس قسم کی صوفیت اختیار کرتے ہیں۔ ان میں وہ جوان اور بوڑھے بھی شامل ہیں جنھوں نے اپنے نفوس پر انتہائی سختیاں کیں۔ دنیا اور اہل دنیا کو چھوڑ کر اور تقشف اختیار کیا۔ اس لیے وہ سارا دن کاروبار چھوڑ کر تہجد واعتکاف میں اور مساجد اور خانقاہوں میں گوشہ نشیں ہو کر نماز وخشوع وخضوع میں معروف ہو گئے۔ وہ یہ بھول بیٹھے کہ اسلام نے عدل وانصاف کرنے والوں اور گھر والوں کے لئے حلال روزی کمانے والوں کو ہزاروں نکمے عابدوں پر فضیلت دی ہے جو یہ خیال کرتے ہیں کہ عزلت وتقشف اور مداومت عبادت انہیں جنت اور اخروی آسائش سے ہم کنار کردے گی اور جو کچھ وہ دنیا میں ترک کر چکے ہیں ان سب کا بدلہ وہاں دلادے گی۔

ایک نکما مرد خواہ وہ کتنا ہی پرخلوص عابد کیوں نہ ہو، اس عورت کی نسبت زیادہ قابل ملامت ہے جو زہد واعتکاف کے لئے نکمی ہو کر بیٹھ رہی ہو کیونکہ زندگی کو دونوں جنسوں سے بقائے حیات کے لئے عمل کا مطالبہ کرتی ہے یہ مطالبہ بہ نسبت عورت کے، جو ہر زچگی پر اپنے آپ کو موت کے لیے پیش کرتی ہے، مرد سے زیادہ ہے گو اس کا زچگی میں مر جانا یا اس کی تکالیف برداشت کر جانا ہزاروں عبادتوں سے بہتر ہے......

حضرت رابعہ بصریؒ نے جس مذہب دینی اور تصوف کی طرف سبقت کی اس سے یہ مقصد تھا۔ اس بارے میں جو کچھ روایات ہیں ان سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا دنیا کو

Marfat.com
Marfat.com

چھوڑ دینا اور ایک کا ہو رہنا کوئی آخرت کے لئے نہ تھا چنانچہ اس امر کی تصدیق اس قول سے ہوتی ہے کہ جب اس سے جنت کے بارے میں سوال کیا گیا تو اس نے کہا:

"گھر سے پہلے پڑوسی کو دیکھو۔"

اس جواب سے اس کا مقصود وہی ذات یکتا ہے یہی اس کی دعا تھی جس کی وہ اللہ تعالیٰ سے طلب کرتی رہتی تھی تا کہ اس کا سوال پورا ہو جائے:

"پروردگار! جو کچھ بھلائیاں تو نے اس دنیا میں میرے لئے مقدر کر دی ہیں وہ اپنے دشمنوں کو دے دے اور جو کچھ راحتیں میرے واسطے جنت میں قسمت کی ہیں وہ اپنے دوستوں کو بخش دے کیونکہ میں تو صرف تیرے لیے مجاہدات کرتی ہوں"

ایک دفعہ بصرہ کا کوئی عالم اس سے ملاقات کے لئے آیا۔ وہ دنیا کی ندامت کرنے لگا حضرت رابعہ بصریؒ نے کہا:

"آہ تجھے ضرور دنیا سے محبت ہے کیونکہ جس شخص کو جس چیز سے محبت ہوتی ہے۔ وہ اس کا ذکر اکثر کیا کرتا ہے جو آدمی کسی قسم کے کپڑے خریدنا چاہتا ہے وہ ان کا بار بار ذکر کرتا ہے۔ اگر تو اس دنیا سے عریاں ہو چکا ہوتا تو نہ تجھے برائی کی پروا ہوتی نہ بھلائی کی"

یہی بات حضرت رابعہ بصریؒ نے اپنے ہم نشینوں حضرت امام سفیان ثوریؒ، ملک بن دینارؒ اور صالح بن عبدالجلیلؒ سے کہی۔ یہ لوگ دنیا پر تنقید کر رہے تھے۔ حضرت رابعہ بصریؒ نے انھیں جھڑکتے اور ان کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا:

"جو چیز تمھارے دلوں سے زیادہ قریب ہے تم نے اسی کو دیکھا اور اسی کا ذکر کرنے لگے.....

پھر وہ حضرت سفیانؒ کی طرف جو ادب سیکھنے غرض سے اس کے پاس آیا کرتے تھے متوجہ ہو کر کہنے لگی:

"تو بہترین صوفی ہوتا اگر تجھے دنیا کی محبت نہ ہوتی۔"

حضرت سفیان ثوریؒ نے کہا

"آپ نے کس چیز میں رغبت دیکھی؟"

Marfat.com
Marfat.com

حضرت رابعہ بصریؒ نے جواب دیا:

''تو بہت باتیں کرتا ہے۔''

حضرت رابعہ بصریؒ کی مراد یہی دنیا کی باتیں ہیں جن سے کوئی فائدہ نہیں اور جو عوام الناس بھی کرتے رہتے ہیں۔اس تفلسف فکری اور تصوف روحانی میں حضرت رابعہ بصریؒ کو وہ چیز حاصل ہوگئی جسے جدید علماء روشنی سے تعبیر کرتے ہیں مگر اس مرحلے پر بھی حضرت رابعہ بصریؒ نے قناعت کی کیونکہ قلق واضطراب اسے پریشان رکھتے تھے اس لیے ما ورائے وجود کے بارے میں اس کی تشنگی بڑھتی ہی چلی گئی۔وہ صفات واسمائے الٰہی میں اس امید پر غور وفکر کرتی رہی کہ انہیں میں فنا ہو جائے جب اس نے باطنی فہم اور ایمان قلب سے تمام دلائل توحید کا مطالعہ کرلیا تو اس کے دل میں وہ نور الٰہی پھوٹ پڑا جو خال خال پرہیز گار نیک بندوں کے قلوب میں چمکنے لگتا ہے۔

جب حضرت رابعہ بصریؒ اس حد تک پہنچ گئی جو صوفیت سے بھی پرے ہے جسے آج کل کے علمائے عرب، متشرقین وغیرہ تھیوسوفی یعنی معرفت قلبی سے تعبیر کرتے ہیں تو اسے سکون قلب میسر آ گیا۔اسے دوام وخلود کی بو آنے لگی۔اب وہ ابدیت کی حدود تک پہنچ چکی تھی اور اس کے روح نفس دونوں صاف وشفاف ہو چکے تھے۔وہ اپنی اس نئی دنیا سے ایک باطنی برزخ کی طرف منتقل ہوگئی تھی۔یہاں اس نے اللہ، تجردِ مطلق، صفاتِ قائمہ اور صفاتِ غیر قائمہ کو پہچانا، تصوف و فلسفہ اسلامیہ میں اس کے متعلق بڑی لمبی چوڑی بحثیں ہیں۔کچھ صفاتی ہیں تو کچھ معتزلہ جہاں تک علماء، استنباط وتمحیص اور تھکا دینے والے مباحثوں کے بعد پہنچے کہ موصوف بے صفت پایا جاسکتا ہے جس طرح مطلق مادہ بغیر صورت کے ہوتا ہے اسے حضرت رابعہ بصریؒ نے وسیع قلب، تیز نظر اور غور وفکر سے پالیا۔معرفت کے ان بازوؤں نے، جو حضرت رابعہ بصریؒ کو لے کر دوام استغراق وتامل کی طرف اڑے تھے، اب اسے ایک ایسے خوشنما باغ میں اتار دیا جہاں فردوس کی بلبلیں شاخوں پر چہچہاتی ہوئی ایک ایسی ذات فیاض کے نغمے الاپتی ہیں جس کی ضیا باریاں دائم رہتی ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

عشقِ الٰہی

جہاں تک ہم جانتے ہیں دنیا میں سوزِ عشق سے پگھل جانے والے، عرب میں لیلیٰ قیس، لیلیٰ توبہ اور مغرب میں جولیٹ رومیو کی مانند کوئی نہیں گزرا۔

یہ عورتیں، جو عشق کی بھینٹ چڑھ گئیں۔ عشق بشری نے انہیں شوق حرماں کی آگ سے پھونک دیا تھا۔ اس لیے ان کے قصے عجائباتِ روزگار بن گئے کیونکہ انہوں نے بڑی تکلیفیں غم اور صدمات اٹھائے اور اپنے محبوب انسان کیلئے جس تک پہنچنا انہیں دشوار ہوگیا تھا اور امیدیں منقطع ہوچکی تھیں، بڑی قربانیاں دیں۔ انہوں نے آنسوؤں اور امیدوں سے بھری آنکھیں آسمان کی طرف اٹھائیں تو صرف اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول کرے اور ان کا غم عشق و بدبختی کم کردے۔ تاریخ عشق میں ان جیسی عشق رکھنے والی اور بھی بے شمار ہستیاں ملیں گی۔ ان عورتوں میں بعض پاکدامن ہیں اور بعض گری پڑی اور تر دامن جو طوفانی مخلوق سے عشق کرتی تھیں اور زندگی و عشق کو دنیا کی نعمتوں اور اسبابِ سرور سے سمجھتی تھیں۔

رہی حضرت رابعہ بصریؒ تو اس کا عشق ایک بلند طرز کا تھا جو نفسانیت سے پاک اور انسانیت کے اعلیٰ مراتب پر تھا حتیٰ کہ وہ اس آسمانی محبت میں گھلنے اور پگھلنے لگی۔ اسلام میں اس قسم کی سب سے پہلی شخصیت حضرت رابعہ بصریؒ ہی تھی۔

Marfat.com
Marfat.com

جب وہ تصوف میں منہمک ہوگئی، اسے الہام وعرفان حاصل ہوگیا، اس کا ایمان امیدوں کے غبار سے صاف ہوکر چمکنے لگا اور وہ بے نظیر طور پر صرف وحدہ لاشریک کی عبادت کرنے لگی تو اس نے اجازت چاہتے ہوئے امیدیں لیے بارگاہِ اعلیٰ کے دروازے پر دستک دی جس طرح قصہ معراج کے بیان کرنے والے کہتے ہیں کہ وہ سدرۃ منتہٰی کی طرف ایک بلند روحِ بشریت کا ارتقاء تھا اسی طرح میں حضرت رابعہ بصریؒ کے بارے میں تصور کر سکتے ہیں کہ وہ ذاتِ الٰہی اور ماورائے محسوسات وغیوب کی تلاش کرتی رہی حتّٰی کہ اس کے پہلو میں ایک بے لوث پاکیزہ محبت قرار پکڑ گئی۔ اب اس کی روح کا بوجھ کم ہوگیا تھا اور وہ اس قابل ہوگئی تھی کہ پرواز کر سکے جس طرح غبارہ فضا میں اڑتا چلا جاتا ہے۔

علم النفس جس سے قدماء آشنا نہ تھے، خواہ کتنا ہی ترقی کر جائے۔ پھر بھی جذبات نفسانی ومذہب روحانی کی تاویل نہیں کر سکتا۔ علم النفس وہاں حیران رہ جاتا ہے جہاں وہ عشق ومحبت سے بحث کرتا ہے کیونکہ اس کی بنیاد تو صرف ظن وتخمین پر ہوتی ہے اسی لیے اس کی تحلیل وتعلیل بسا اوقات ناکام رہ جاتی ہے۔ جس طرح انسانی چہرے ایک دوسرے سے جدا ہیں اسی طرح نفوس انسانی بھی طاقت، مزاج، نور اور محبت میں جدا ہیں۔ عموماً عشق کسی سابقہ ارادے کے بغیر ہو جاتا ہے۔ لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو لوگ کوشش کرتے ہیں وہ بھی مبتلا ہو جاتے ہیں۔ عشق آنکھوں کے ذریعے سے دل تک پہنچتا ہے۔ لایا کہ کوئی اندھا انسان مبتلائے محبت ہوجائے تو وہاں بجائے نظر کے اس کے کان عشق کا ذریعہ بن جاتے ہیں مگر ساکنانِ ارضی میں آج تک کوئی ایسا نہیں گزرا جس نے عشق کیا ہو اور معشوق کو بغیر دیکھے مر گیا ہو۔ یہ صرف حضرت رابعہ بصریؒ ہی تھی کہ اس نے اپنے آقا سے عشق کیا اور اسے کبھی نہیں دیکھا۔ وہ آقا نہیں جس نے اسے خریدا تھا پھر آزاد کر دیا تھا، نہ وہ جس نے اس کی امیدوں پر پانی پھیر دیا اور دل زخمی کر دیا تھا اس کے بعد گہری صوفیت اور طویل عبادت سے اس کے دل میں ایک ایسی محبت پیدا ہوگئی جس کے مشابہ کوئی محبت نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ اپنے محبوب کو کبھی نہیں دیکھ سکتی۔ البتہ صرف اس کی کائنات میں اس کی تجلیات دیکھتی تھی۔ وحدتِ وجود کی پرنبا اسے ہر چیز میں اسی کا جلوہ نظر آنے لگا اور اس طرح اس کیلئے راہ کشادہ ہوگئی۔

Marfat.com
Marfat.com

یہ چند کلمات، جو حضرت رابعہ بصریؒ کی طرف منسوب ہیں، ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کس درجہ ذاتِ واحد سے محبت رکھتی تھی۔ وہ محبت جو اس کے ایمان و وجدان سے چھوٹی تھی۔ چنانچہ ایک دن وہ اپنے محبوب سے گڑگڑا کر مناجات کرنے لگی۔

معبود! میں جب کبھی کسی حیوان کی آواز، پتے کے کھڑکنے کی آہٹ، پانی کے گرنے کی صدا اور بجلی کی کڑک سنتی ہوں یا کسی پرندے کے نغمات میرے کانوں میں پڑتے ہیں، دراز سایہ دیکھتی ہوں یا ہوا کی سرسراہٹ محسوس کرتی ہوں تو ان سب کو تیری یکتائی پر گواہ اور تیرے بے نظیر ہونے پر شاہد پاتی ہوں۔

ایک اور کلام میں ایسے الفاظ ہیں جن سے جلن، تڑپ اور شوق ٹپکتا ہے اور ایسے کلمات ہیں جو ایسے دل سے نکلے ہیں۔ جس کا فنا فی اللہ اور رضائے الٰہی کی تلاش کے سوا کوئی مقصود نہیں ہوسکتا۔ ایک بار اس سے دریافت کیا گیا:

''حضرت رابعہ بصریؒ! تو شیطان سے محبت کرتی ہے یا نفرت؟''

اس نے جواب دیا:

''محبت الٰہی نے میرے لیے اس امر کی گنجائش ہی نہیں چھوڑی کہ میں شیطان سے کراہت کروں''

لوگوں نے چاہا کہ کسی طرح اسے زچ کردیں تو پوچھنے لگے ''کیا تو رسولؐ اللہ سے محبت کرتی ہے؟''

کہنے لگی۔

''واللہ میں رسولؐ سے محبت کرتی لیکن خالق کی محبت نے مجھے مخلوق کی محبت سے غافل کردیا ہے۔۔۔''

اس کے یہ معنی ہرگز نہیں ہو سکتے کہ وہ رسولؐ اللہ سے محبت نہ کرتی تھی بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ حب الٰہی نے کسی دوسرے کی محبت کی گنجائش ہی نہیں چھوڑی مگر منادی طبقات الاولیاء میں لکھتا ہے:

''حضرت رابعہ بصریؒ دن رات میں ہزار رکعت نماز پڑھتی۔ لوگوں نے اس سے

Marfat.com
Marfat.com

پوچھا: اس سے تیرا کیا مقصد ہے؟"
کہنے لگی۔

"میرا مقصود ثواب حاصل کرنا نہیں۔ میں تو صرف قیامت کو رسولؐ اللہ کو خوش کرنے کے لیے ایسا کرتی ہوں تا کہ وہ دوسرے نبیوں سے کہ سکیں کہ میری امت کی اس عورت کی طرف دیکھو اس کا عمل کیسا ہے۔۔۔۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے حضرت رابعہ بصریؒ رضائے رسولؐ کی طالب تھی اور یہ آرزو رکھتی تھی کہ اس کی بنا پر عورت معظم و مکرم کہلائے اس لیے وہ رسولؐ اللہ سے محبت کرتی تھی اور ان سے روزِ جزاء میں ملنے کی خواہشمند تھی۔

حضرت رابعہ بصریؒ جب کبھی عبادت کے دوران میں پروردگار سے مناجات کرتی تو نہایت زور سے گریہ وزاری کرتے ہوئے عبادت کرنے کا سبب اس طرح بیان کرتی:

"پروردگار! تیری عزت کی قسم! میں جنت کے لیے عبادت نہیں کرتی بلکہ محبت کی بنا پر ایسا کرتی ہوں۔ میں نے کوئی جنت کے لیے یوں عمر تھوڑا ہی گزاری ہے۔۔۔۔"

"پروردگار! کیا تو اس دل کو، جو تجھ سے محبت کرتا ہے، اس زبان کو، جو تجھے یاد کرتی ہے اور اس بندے کو، جو تجھ سے ڈرتا ہے، آگ میں جھونک دے گا؟"

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے گو حضرت رابعہ بصریؒ عبادت کے معاملے میں جنت و جہنم سے آزاد و مجرد ہو چکی تھی مگر آتشِ دوزخ کا پوشیدہ خوف پھر بھی گاہے گاہے لوٹ آتا تھا کیونکہ انسان خواہ کتنا ہی بدل جائے سنی اور دیکھی ہوئی باتوں سے بالکل آزاد نہیں ہو سکتا بلکہ کسی چیز کے دیکھ لینے سے دل میں پچھلی باتیں عود آتی ہیں اس لیے حضرت رابعہ بصریؒ جب کبھی آگ کو دیکھتی تو اس کا دل دھڑکنے لگتا اور آنسوؤں سے اس کے شعلے بجھانے لگتی مگر پچھلا سا خوف حسب عادت اسے نہ رہا تھا۔ جب وہ پانی کو دیکھتی تو اس کا نفس تازگی محسوس کرتا اور عافیت کی ٹھنڈک دل میں محسوس کرنے لگتی۔ ان دو ازلی عنصروں یعنی آگ اور پانی نے اس کے دل میں ایک ایسی عجیب ، چل مچار کھی تھی جو نہ جادو سے پیدا ہو سکتا ہے نہ جنون سے بلکہ اس کی بنیاد ایسی موسیقی پر ی جو کان نہیں سن سکتے جو تاریکیوں کو انوار سے بدل

Marfat.com
Marfat.com

دیتی ہے اور ٹوٹے دلوں کو جوڑ کر ان میں امید وصبر کی دولت بھر سکتی ہے یہ رمز حضرت رابعہ بصریؒ نے خود ابدیت کی کھیتی میں بوئی تھی تا کہ وہ اس کی روح کو ہمارے عالم سے ایک بلند دنیا کی طرف لے جائے۔ ایک دن لوگوں نے اسے ایک ہاتھ میں پانی اور ایک ہاتھ میں آگ لیے بھاگتے دوڑتے دیکھا تو دریافت کیا:

''حضرت رابعہ بصریؒ کہاں؟''

وہ بولی:

'' آسمان کی طرف تا کہ جنت کو آگ لگا دوں اور جہنم کو ٹھنڈا کر دوں لوگ ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کریں اور کسی مادی سبب یا معنوی لالچ کے بغیر اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھ سکیں''

اس کا یہ فعل جس کے ذریعے سے اس نے جہنم کی تمثیل پیش کی ہے۔ اصل میں ثواب وعذاب کے نظریے کی طرف اشارہ ہے۔ وہ نفع وضرر دونوں کو اٹھا دینا چاہتی تھی۔ تا کہ آزاد عبادت کا رواج ہو سکے جو مزدوری نہ ہو مگر اس طرح کے دینی مطالب دنیا میں کس طرح جاری ہو سکتے ہیں جو خیال وطاقت بشری سے بالا تر ہوں حضرت رابعہ بصریؒ کے احکام وآرا ہمیشہ اس کے اپنے نفس کے مطابق ہوتے ہیں۔ جو غلامی میں مبتلا رہ چکا تھا اس لیے وہ ہمیشہ مطلق آزادی کی خواہاں رہتی ہے حتیٰ کہ عبادت الٰہی کو بھی بالکل آزاد دیکھنا چاہتی ہے۔ حضرت رابعہ بصریؒ نے تصوف میں عشق الٰہی کی بدعت جاری کی اور عبادت اور دین کے بارے میں خلوص برتا حتیٰ کہ صفائے روح اور الہام وبصیرت میں ایک نمونہ بن گئی۔ وہ ایک قدسیہ بن گئی جس کی عبادت نہایت مقدس اور نیت انتہائی پر خلوص تھی۔ وہ ایک ہاتھ میں درخت کی شاخ بطور عصا لیے پیوندوں والی سفید چادر کندھوں پر ڈالے چلی جا رہی ہے پاؤں میں چپل ہیں جن سے اس کی انگلیاں باہر کو نکلی ہوئی ہیں لوگ خیال کرتے ہیں کہ وہ سیدھی راہ نہیں چل رہی مگر حضرت رابعہ بصریؒ کا دل ایمان سے پر اور سینہ رشد وہدایت وجود سے بھرپور ہے گو وہ ابداع خلق کے سراولین کی طرف سے پیاسی ہی رہی اس وہ جذبہ شوق کو مناجات وتامل سے تیز کرتی رہی حتیٰ کہ راویوں کے بیان کے مطابق اسے کچھ شفاف

Marfat.com
Marfat.com

صورتیں نظر آنے اور پوشیدہ آوازیں سنائی دینے لگیں جیسا کہ جان ڈارک کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے جو آگ کے شعلوں کی نذر ہو گیا تھا۔

خود حضرت رابعہ بصریؒ بھی اس آگ سے نہ بچ سکی جس سے وہ ڈر کر بھاگی تھی اور چاہتی تھی کہ اسے نہ لگے کیونکہ اس کے روشن شعلے اس کا پیچھا کرتے تھے اور اسے دکھائی دیتے تھے اس لیے دوڑی کہ کہیں اس کا خطا کار دل، جو حب الٰہی سے بھرپور ہے اس آگ میں پگھل نہ جائے اس محبت نے اسے زار و نزار کر دیا اور اس کے دل کو رقیق بنا دیا تھا۔ اگر کہیں وہ ہمارے زمانے میں ہوتی تو جن معانی کی اسے تلاش تھی اور انھیں زیادہ لطیف پیرائے میں پاتی کیونکہ ہم جانتے اور سنتے ہیں کہ مخترعات جدیدہ نے دنیا کا رنگ پلٹ کر رکھ دیا ہے۔ ایٹمی طاقت جو زمانہ حال کے علماء نے دریافت کی ہے اور وہ عقدہ جو اغریقی علماء نہ کھول سکتے تھے کھول دیا ہے ممکن ہے کہ اس کا حیرت انگیز علم کچھ حضرت رابعہ بصریؒ کو حاصل ہو مگر یہ اس قسم کا علم نہ ہو جو ریاضت اور برقی طاقت کے متعلق آج کل کے لوگوں کو ہے بلکہ صرف یہ کہ معرفت الٰہی و روحانی ریاضات میں حضرت رابعہ بصریؒ کے نفس کا ذرہ پھٹ کر ایک جوہر مصفا کی صورت میں تبدیل ہو گیا ہو۔

حضرت رابعہ بصریؒ کی محبت اس محبت کے مشابہ نہ تھی جس سے اہل غریق آشنا تھے یا جس کا افلاطون ذکر کرتا ہے، نہ وہ محبت جو راہبوں اور جاہل دور کے عابدوں میں معروف تھی بلکہ حضرت رابعہ بصریؒ کی محبت تو آپ ہی اپنا نمونہ اور آپ ہی اپنی نظیر تھی جو حضرت رابعہ بصریؒ نے اپنی روحانی زندگی میں اختراع کی تھی یہ محبت اسلامی مذاہب میں داخل ہو گئی تاکہ محبت کا ایک ایسا پاکیزہ نقشہ پیش کی جا سکے جو اجسام میں نہیں اترتی۔ مجھے اکثر اورفہ کے خرانی قصہ کا خیال آتا ہے جس نے جہنم کے دروازے پر کھڑے ہو کر ستار پر گانا شروع کیا تھا تو مبتلائے عذاب جہنم کی سوزش بھول گئے تھے میں تہ برتہ نیرنگیوں کے باوجود حضرت رابعہ بصریؒ کی خیالی تصویر دیکھ رہا ہوں مگر لچکیلی لاٹھی پرانی چمکیلی چادر اور ٹوٹے جوتوں کے ساتھ نہیں بلکہ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حضرت رابعہ بصریؒ کی شبیہ جنت کی طرف نور کا لبادہ اوڑھے ہاتھ میں بانسری لیے یہ نغمات گاتی جاری ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

أُحِبُّكَ حُبَّيْنِ حُبَّ الْهَوَىٰ وَحُبّاً لِأَنَّكَ أَهْلٌ لِذَاكَا

میں تجھ سے دو طرح کی محبت کرتی ہوں ایک محبت بر بنائے محبت اور دوسری ایسی محبت جس کا تو مستحق ہے۔

فَأَمَّا الَّذِي هُوَ حُبُّ الْهَوَىٰ فَشُغْلِي بِذِكْرِكَ عَمَّنْ سِوَاكَا

رہی محبت بر بنائے محبت تو وہ یہ ہے کہ تجھے یاد کرتی ہوں اور تیرے ماسوا کو بھول جاؤں

وَأَمَّا الَّذِي أَنْتَ أَهْلٌ لَهُ فَكَشْفُكَ لِي الْحُجُبَ حَتَّىٰ أَرَاكَا

اور وہ محبت جس کا تو مستحق ہے تو یہ جبھی ہی کامل ہو سکتی ہے کہ تو پردے اٹھا دے اور میں تجھے دیکھ لوں۔

فَلَا الْحَمْدُ فِي ذَا وَلَا ذَاكَ لِي

وَلَٰكِنْ لَكَ الْحَمْدُ فِي ذَا وَذَا

ان دونوں محبتوں کے لیے میں مستحق تعریف نہیں۔ قابل حمد تو ہی ہے تو کہ تو نے مجھے دونوں محبتوں سے سرفراز فرمایا۔

بعض صوفیہ نے ان مشہور ابیات کی توضیح کرتے ہوئے ایسی شرح پیش کی ہے جو اس روحانی وجدان کے مطابق ہے۔ اس مرکب محبت کی تشریح میں جس کا ذکر حضرت رابعہ بصریؒ کرتی ہے صوفیہ کے اقوال قریب قریب ہیں۔ اول نظر میں تو صوفیہ کو اس بات پر تعجب ہوا کہ حضرت رابعہ بصریؒ اپنے پروردگار سے عشق کرتی ہے۔ وہ اس عشق کی گہرائیوں مین غوطہ زن ہوئے تو بالا اتفاق کہنے لگے کہ یہ عشق بشری عشق کے مشابہ تو نہیں ہو سکتا اس لیے انھوں نے محبت بر بنائے کی تفسیر اس طرح کی کہ یہ وہ محبت ہے جو ایک صوفی کو بے حد عبادت کرنے سے ہو جاتی ہے۔ اس لیے وہ پروردگار کا مشتاق ہو جاتا ہے۔ ابو طالب مکی اس کے بارے میں اپنی کتاب قوت القلوب میں لکھتا ہے:

"حُبّ الہویٰ اور حُبّ استحقاق ذرا قابل تفصیل ہیں تا کہ ناواقف پر بخوبی واضح ہو جائے ارباب عقل تو جو اس قسم کا ذوق نہیں رکھتے اس کے وجود سے انکاری کرتے ہیں لیکن ہم اس کی حقیقت مجملاً بیان کیے دیتے ہیں۔ پہلی محبت کا مطلب یہ ہے کہ میں نے تجھے

Marfat.com
Marfat.com

دیکھا مجھے تجھ سے عشق ہوگیا۔ یہ عشق مشاہدہ یقین کی بنا پر تھا۔ کسی خبر تصدیق یا نعمتوں کے احساس کی بنا پر نہ تھا کہ میری محبت نعمتوں کے بدل جانے سے بدل جائے۔ میری محبت تو بطریق مشاہدہ ہے اس میں تجھ سے قریب ہوئی تیری طرف دوڑی، اور دوسروں کو چھوڑ کر تیری ذات میں منہمک ہوگئی۔"

رہی محبت کی دوسری قسم اس کے بارے میں مکی قوت القلوب میں لکھتا ہے "یہ ذات پر جلال سے محبت اجلال ہے یہ کسی نعمت یا منفعت حسی کی بنا پر نہیں ہوتی اور نہ کسی جزاء کی طلب گار ہوتی ہے۔"

محبت کی ان دونوں قسموں کی تشریح کرنے والوں کا اس امر پر تقریباً اتفاق ہے کہ حب ہوئی اللہ تعالیٰ کی محبت احسان انعام وافضال کی بنا پر ہے اور حب استحقاق صرف اس لیے [redacted] کہ وہ اس کا مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت رابعہ بصریؒ کو توفیق دی کہ وہ اس کی ذات کا نظارہ کر سکے جیسا کہ اولاً اس نے اسے جلوہ دکھایا تھا اس لیے قابل حمد وہی ہے۔ حضرت رابعہ بصریؒ اگرچہ ان دونوں محبتوں ت پہنچ گئی لیکن وہ کسی طرح نہ اس محبت کے بارے میں قابل ستائش ہے نہ اس محبت ے بارے میں قابل حمد ہی ہے کہ اس نے اسے یہاں تک پہنچادیا۔

حضرت امام غزالیؒ اس پر حاشیہ چڑھاتے ہوئے اپنی کتاب احیاء العلوم میں لکھتے ہیں: "حضرت رابعہ بصریؒ نے حب ہوئی سے مراد وہ محبت لی ہے جو اس کے انعامات واحسانات کی وجہ سے ہے اور جب استحقاق سے مراد حب جمال وجلال ہے جس کا انکشاف بعد میں ہوا اور جو دونوں قسموں میں اعلیٰ ہے۔"

حضرت امام غزالیؒ اور دیگر علماء کی نظر میں دونوں محبتوں میں سے اعلیٰ اور گراں قدر محبت دائمی شوق اور اعتراف فضل کی تلقین کرتی اور دنیا سے غافل بناتی ہے۔ حضرت رابعہ بصریؒ نے اپنے آپ کو اس کے قابل نہ پایا بلکہ اس کا خیال ہے کہ خواہ وہ اس راہ میں کتنی ہی کوشش کرے روز جزا میں کسی جزا کی مستحق نہیں بلکہ وہ ڈرتی ہے کہ اس سلسلے میں اس سے تفریط وکوتاہی نہ ہوجائے اس لیے وہ دن رات عبادت وصلوۃ میں ایک ایسے دل

Marfat.com
Marfat.com

سے مشغول رہتی جس سے معرفت ونور کے چشمے ابلتے تھے کیونکہ وہ یکتا ذات ہے ہی اس بارے میں اس کی رہبر وہادی بنی ہے اور اس کے فیض سے اس کی زبان پر ایسی محبت کا ذکر جاری ہوا جو ہر قید سے آزاد ہے جس کے لیے وہ ہمیشہ ہل من مزید پکارتی رہتی ہے اور ہمیشہ اس کی قیود سے پاک ذات کی مشتاق دیدار رہتی ہے۔

وہ معانی جن کا ذکر حضرت رابعہ بصریؒ نے ان اشعار میں کیا ہے، گو حضرت رابعہ بصریؒ کے بعد آنے والے مفسرین نے اس کی تشریح وتوضیح قریب قریب کی ہے لیکن وہ اس مرکب محبت کے بارے میں جو محبت کی اعلیٰ ترین قسم ہے اور روح سے گھل مل جاتی ہے، ایک ظریف شاعر ابونواس کے شعر کا ذکر نہ کر سکے جس نے اس شعور کی عجیب وغریب طرز کی توضیح رہے یہ شراب کے بارے میں ہے۔ ممکن ہے ابونواس ان صوفیانہ معانی سے آشنا ہو، کہتا ہے:۔

لِیْ نَشْوَتَانِ وَ لِلنَّدْمَانِ وَاحِدَۃٌ　　شَیْءٌ خُصِصْتُ بِہٖ مِنْ دُوْنِہِمْ وَحْدِیْ

مجھے دو قسم کا سکر حاصل ہوتا ہے اور میرے ندیموں و صرف ایک ہی طرح کا ایک سکر وہ ہے جو صرف مجھی سے مخصوص ہے۔

محبت وغیرہ کے ساتھ احساس کا گھل مل جانا ایک عجیب مسئلہ ہے جس سے جدید علماء اور علمائے نفس ہی نے بحث کی ہے کیونکہ روحانی طاقت جب اچھلتی ہے تو بارود کی طرح پھٹ پڑتی ہے۔ یہ عجائب روزگار ہستیوں کے کارنامے جو صفحات تاریخ پر درخشاں نظر آتے ہیں۔ اصل میں اسی ثبات روح وفکر کا نتیجہ ہوتے ہیں جو بارود کے پھٹ پڑنے کے مشابہ ہوتا ہے وہ خدا پرست، جو دین عبادت اور صوفیت میں مخلص ہوتے ہیں۔ ان میں اکثر لوگوں نے بعض حالات میں اس شعوری طاقت کا کم وبیش احساس کیا ہے۔

ان دونوں میں حضرت رابعہ بصریؒ نے سکون قلب پایا اور اسے غم والم پسند آنے لگا۔ اسے ایک روحانی سکر سا رہتا تھا حتی کہ تفکر وتامل کے باعث جسم واعضاء کی تھکن یا تکلیف کا احساس تک نہ ہوتا تھا بلکہ بسا اوقات وہ درد وکرب سے لذت محسوس کرتی اور اس کی قطعاً پروا نہ کرتی۔ چنانچہ روایت ہے کہ ایک دفعہ نماز پڑھتے ہوئے بوریے کا تنکا اس کی

Marfat.com
Marfat.com

آنکھ میں گھس گیا تو اس نے ذرا پروانہ کی اور حسب عادت نماز پڑھتی رہی۔ایک بار اٹھتے ہوئے سر ایک ستون سے ٹکرا گیا یہ چوٹ سخت تھی مگر اس نے پروانہ کی۔ حاضرین نے اس کے صبر پر تعجب کیا تو اس نے حال دریافت کرنے والوں سے اس صبر والم کے بارے میں کہا:

"میں یہ دیکھ رہی تھی کہ جو کچھ ہوا اس کی مشیت سے ہوا اس لیے جو کچھ تم دیکھ رہے ہو مجھے احساس تک نہ ہوا"

اس کے بعض کلمات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ چونکہ تسبیح اور تفکیر وتامل میں منہمک تھی اس لیے اس نے کسی تکلیف کا احساس نہ کیا اور دل کو کسی دوسری چیز کی طرف متوجہ نہ ہونے دیا.....

اس قصے کے مشابہ خواجہ فریدالدین عطار صاحبؒ تذکرۃ الاولیا کی روایت ہے کہ حضرت رابعہ بصریؒ کے ہم نشیں اکثر اس کے پاس آیا کرتے اور بات چیت، سوال وجواب کرتے۔ایک دفعہ وہ صدق وعبادت کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے تو حضرت رابعہ بصریؒ نے پوچھا:

"بتاؤ صدق کسے کہتے ہیں؟"

اس مجلس میں حضرت امام سفیان ثوریؒ، بلخیؒ اور امام مالک بن دینارؒ تھے۔ان میں سے کسی نے کہا بلکہ غالب گمان یہ ہے کہ ان کے بغیر کسی اور عابد وزاہد نے کہا:

"وہ شخص سچا نہیں جو اپنے آقا کی مار پر صبر نہ کرے۔"

"حضرت رابعہ بصریؒ بولی یہ تو دھوکا ہے" اس دوسرے شخص نے حضرت رابعہ بصریؒ کی پسند وخوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے کہا:

"وہ شخص سچا نہیں ہوسکتا جو اپنے آقا کی مار پر شکریہ ادا نہ کرے"۔

اس جواب پر حضرت رابعہ بصریؒ نے مذاق نہ اڑایا نہ تنگ دلی یا خفت کا اظہار کیا بلکہ حضرت مالک بن دینارؒ کی طرف متوجہ ہوئی تاکہ ان کی رائے دریافت کرے اور دیکھے کہ وہ باریک مسائل کی تعبیر خوبی سے کرسکتے ہیں یا نہیں اس لیے مالک بولے:

Marfat.com
Marfat.com

"وہ دعوے میں سچا نہیں جو آقا کی مار پر لذت حاصل نہ کرے۔"

حضرت رابعہ بصریؒ نے بشاشت و رضامندی کا اظہار کیا اور کہنے لگی:

"اے مالک ایک اور بات تم سب کی باتوں سے افضل ہے....."

وہ تمام کہنے لگے:

"اب آپ فرمایئے اور اپنی رائے کا اظہار کیجیے۔"

حضرت رابعہ بصریؒ بولی:

"وہ شخص اپنے دعوے میں سچا نہیں جو دیدار یار میں اس کی مار کو بھول نہ جائے۔" تمام ہمنشیں خاموش ہو گئے۔ سب نے حضرت رابعہ بصریؒ کے سامنے سر خم کر دیا اور اس کی رائے کے وزنی ہونے کو تسلیم کر لیا۔ شاید اس جواب سے حضرت رابعہ بصریؒ کا اشارہ ان مصری عورتوں کی طرف تھا جنھوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کا چہرہ دیکھ کر اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے۔ عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا تھا کہ ذرا ان کی طرف جانا۔ جب ان عورتوں نے جمال یوسف دیکھا تو حیران رہ گئیں۔ مکار عاشقہ سے معذرت کی طلب گار ہوئیں اور لذت دیدار وفتہ جمال میں اپنے ہاتھوں کی تکلیف بھول گئیں۔

یہ مکالمہ خواہ حضرت رابعہ بصریؒ اور اس کے ساتھیوں کے درمیان حقیقتاً ہوا ہو یا نہ ہوا ہو بلکہ تحریف شدہ روایت ہو کہ بنانے والوں نے بات کو اس طرح ایک سلسلہ وار شکل دے دی۔ بہر حال یہ ایک مخلص صوفی کے احساسات کی تعبیر ضرور ہے جو رات دن عالم بالا میں مستغرق اور تضرع وزاری میں مصروف رہتا ہو۔ کسی چیز کی پروا کیے بغیر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہتا ہو اور دوران تجلیات میں تکلیف والم کا احساس تک نہ کرتا ہو۔

جس طرح حضرت رابعہ بصریؒ نے دوستوں سے صدق کے بارے میں دریافت کیا تھا تاکہ وہ لوگ زہد و تعبد میں صحیح ادب حاصل کر سکیں اس طرح اس نے ہمنشیوں سے سخاوت کے بارے میں سوال کیا کہ سخاوت کسے کہتے ہیں؟

حضرت سفیان ثوریؒ نے جواب دیا:

Marfat.com
Marfat.com

"اہل دنیا کے نزدیک سخی وہ ہے جو مال لٹاتا ہے اور اہل عقبیٰ کے نزدیک سخی وہ ہے جو جان لٹاتا ہے۔"

حضرت رابعہ بصریؒ نے کہا:

"اے لوگو! تم غلطی پر ہو۔"

حضرت امام ثوریؒ بولے" تو پھر آپ کے خیال میں سخاوت کسے کہتے ہیں؟"

حضرت رابعہ بصریؒ بولی:

"یہ کہ تو اس کی عبادت صرف محبت کی بنا پر کرے نہ کہ ثواب و جزا کے لالچ سے"

اس قسم کے اور دوسرے مکالمات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت رابعہ بصریؒ فصل خطاب کی مالک تھی۔ عابد، زاہد، عارف اور صوفی حضرات نے اس کی فضیلت اور حسن کلام کا اعتراف کیا ہے۔ اور اسے استانی، ناصحہ اور مودبہ تسلیم کیا ہے۔

مشہور صوفی حضرت صالح مریؒ حضرت رابعہ بصریؒ کی مجالس میں آیا کرتے۔ بڑے شوق سے باتیں سنا کرتے اور جو بات سمجھ میں نہ آتی اسے دریافت کیا کرتے۔ ایک دن وہ بار بار کہے جاتے تھے:

"جو شخص برابر دروازہ کھٹکھٹاتا رہے گا یقیناً اس کے لیے کھولا جائے گا۔"

حضرت رابعہ بصریؒ نے سنا تو جھڑکتے ہوئے بولی:

"تو کب تک یہی کہتا رہے گا؟ یہ دروازہ کب بند کیا گیا جو کھولا جائے گا؟"

صالح کہنے لگے:

"بوڑھا جاہل نکلا اور عورت واقف نکلی!"

اس بڑے بھاری صوفی نے یہ سن کر اس کے علم و معرفت کا اقرار کر لیا جس طرح پہلے بھی وہ اور اس کے ہم عصر اقرار کر چکے تھے۔ حضرت رابعہ بصریؒ کی باتوں اور مکالمات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ علم توحید کی بڑی عالم تھی۔ وہ ذات الٰہی تک پہنچ چکی تھی جو حدود قیود سے بالا ہے۔ وہ جانتی تھی کہ اللہ تعالیٰ کا دروازہ کوئی چوکھٹ، قفل اور کنجی والا نہیں۔ یہ تو اصل میں کون و وجود کے بارے میں رموز ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو مفید و محدود نہیں ہو سکتا وہ تمام

Marfat.com
Marfat.com

آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔

شیخ کی یہ بات ہمیں خلیفہ عادل حضرت عمرؓ الخطاب کی بات یاد دلاتی ہے کہ ایک دن انھوں نے ایک عورت کے علم و فضل کا اقرار فرمایا اور اپنی غلطی کا اقرار کیا۔ وہ وراثت نسواں پر تقریر اور بعض حلال یعنی طلاق کا ذکر کر رہے تھے تو انھوں نے اس عورت سے فرمایا جس نے ان کی غلطی پکڑی تھی:

"مرد نے غلطی کی اور عورت نے درست کیا۔"

بڑے بڑے لوگ فضیلت کی بنا پر حضرت رابعہ بصریؒ کی قدر منزلت کرتے تھے ورنہ مرد کب عورت کی عزت کرتے ہیں جب تک یہ نہ دیکھ لیں کہ وہ ان سے بڑھی ہوئی ہے۔ ہر زمانے اور ہر شہر میں مردوں کی یہ عادت رہی ہے مگر حضرت رابعہ بصریؒ نے حقیقتاً ایک مقام پیدا کر لیا تھا کہ کوئی رمز اور کوئی بات اسے دشوار نہ معلوم ہوتی تھی ایک دفعہ ایک عالم نے دریافت کیا۔

"آپ تو بڑی ماہر ہیں کیا آپ سرحد کی حفاظت کے لائق نہیں؟"

حضرت رابعہ بصریؒ نے جواب دیا:

"میں تو آج کل بھی سرحد کی محافظ ہوں کیونکہ میں کسی چیز کو اندر سے نکلنے نہیں دیتی اور کسی بیرونی چیز کو اندر داخل نہیں ہونے دیتی.....

سائل نے یہ سوال حضرت رابعہ بصریؒ کے حسن بیان کا امتحان لینے کے لیے کیا تھا اس نے حضرت رابعہ بصریؒ کو ان لوگوں سے تشبیہ دی تھی جو سرحد کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہ لوگ بڑے ماہر ہوتے ہیں۔ حضرت رابعہ بصریؒ کو یہ تشبیہ پسند آئی تو اس نے اس پر حاشیہ چڑھاتے ہوئے کہا۔ میں تو خود ہی اس کام پر لگی ہوں۔"

بلاشبہ انسانی زندگی سرحدی علاقے کے مشابہ ہے کہ دشمن ہر وقت تاک میں رہتا ہے۔ یہ دشمن بدکرداریوں اور خطاؤں کے سوا کون ہو سکتا ہے۔ انسان پر لازم ہے کہ وہ اپنے قلعے کی اندرونی جانب سے چھپے ہوئے دشمن یا تاراج کرنے والے کے مقابلے پر ڈٹا رہے تاکہ مدافعت کر کے اپنے آپ کو ہلاکت سے بچا سکے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت

Marfat.com
Marfat.com

رابعہ بصریؒ ظاہری وباطنی تعبیرات میں بڑی ماہر ہے۔ وہ مکالمات میں خوب کنایہ وتوریہ سے رموز واسرار میں بات کرتی ہے البتہ محبت الٰہی کے بارے میں اس نے رموز واسرار کے پردے چاک کر دیے اور نہایت واضح وصریح الفاظ میں صوفیانہ معانی بیان کیے ہیں چناچہ اس سے پوچھا گیا:

''تو نے اس محبت کو جو بڑی مشقت سے حاصل کی ہے، کیسا پایا؟''

حضرت رابعہ بصریؒ نے کہا:

'' عاشق ومعشوق میں کوئی فرق نہیں یہ تو ذوق وشوق کی باتیں ہیں جس نے مزہ چکھا ہے وہی جانتا ہے اور جو بیان کرتے پھرتے ہیں۔ وہ نہیں جانتے۔ تو کس طرح اس ذات کی صفت کر سکتا ہے جس کے سامنے تو غائیب ہو، جس کے وجود سے تیرے وجود کو دوام ہو اور جس کے شہود میں تو غیر حاضر ہو۔

''ہیبت زبان کو گونگا کر دیتی ہے۔ حیرت دل کو اظہار سے روک دیتی ہے۔ غیرت نظروں کے لیے حجاب ہے اور دہشت عقول کو اقرار سے روکتی ہے تو یہاں ایک دائمی داہشت اور ابدی حیرت ہے۔ دل سرگشتہ وفریفتہ ہیں اور اسرار ہیں کہ پوشیدہ ہیں.....

کوئی بڑی بات نہیں اگر یہ نادر تصویر کشی حضرت رابعہ بصریؒ کی ہو کیونکہ وہ فن کلام کی ماہر عارفوں ی رہبر اور صوفیوں کی قائد تھی۔ وہ ایک عرصے تک اس راہ میں مجاہدات کرتی رہی ہے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ عاشق زار جسے عشق نے زاروزار کر دیا، لطافت نفس کی بنا پر لطیف تعبیر کا محتاج ہوتا ہے اس لیے وہ اپنے اندار ایک مصنوعی شخصیت فرض کر لیتا ہے۔ حضرت رابعہ بصریؒ جب کبھی حب الٰہی کی تجلیات بیان کرتی ہے تو مقفیٰ و مسجع عبارت استعمال کرتی ہے۔ ہمیں معلوم نہیں کہ حضرت رابعہ بصریؒ کی طرف ان عبارتوں کی نسبت صحیح ہے یہ نہیں کیونکہ ابتدائے اسلام میں تو اس قسم کی عبارتوں کا رواج نہ تھا۔ یہ تو زمانہ مابعد کی باتیں ہیں جب تکلف پسند لوگوں کا دور آیا ہے۔ معاملہ جو کچھ بھی ہو بہر حال یہ مسجع فقرے ایک مقناطیسی قلبی کشش صاف عشق اور ذکر الٰہی سے بھر پور ہیں مگر حضرت رابعہ بصریؒ ے معلوم نہیں ہوتے بلکہ کسی راوی کے گھڑے ہوئے ہیں جب حدیث رسول ﷺ میں شک ہوسکتا ہے تو ہم رہبر صوفیہ کے اقوال سے متعلق کیوں شک نہیں کر سکتے؟

Marfat.com
Marfat.com

حضرت رابعہ بصریؒ کی روح اس کے جسم میں دوڑ رہی تھی مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کبھی اس سے جدا بھی ہو جاتی تھی پھر لوٹ آتی تھی حتیٰ کہ وہ تجریدی درجے تک پہنچ گئی تھی جیسا کہ اس کے حوادث و مجالس سے معلوم ہوتا ہے۔ خصوصاً آخر عمر میں تو اس نے تمام پردے اٹھا دیے تھے چنانچہ کہتی ہے:

''میرے اور خدا کے درمیاں کوئی فرق نہیں۔''

یہ تو زبردست جسارت خالق و مخلوق کے درمیاں تفریق اٹھا دیتی ہے تفریق تو ضروری اور دائمی ہے خواہ وہمی طور پر کیوں نہ ہو اس لیے سکری بنا پر حضرت رابعہ بصریؒ کا یہ کہنا کسی طرح قابل عفو نہیں ہو سکتا کیونکہ ایسے اقوال اسرار وجود کو منہدم دیتے ہیں۔

ہمیں معلوم نہیں کہ مخلوق کے درمیان جو آداب قابل لحاظ ہیں ان کی خلاف ورزی کس حد تک قابل عفو ہوتی ہے۔ حضرت رابعہ بصریؒ کی حالت اپنی تسبیح و مقامات روحیہ میں کچھ ایسی ہو گئی تھی جیسے کوئی ناز پروردہ بچہ والدین سے گستاخی کر بیٹھتا ہے مگر صوفیہ ے دائرہ ادب میں ہم وارفتہ عشاق کی زبانی ایسی بہت سی باتیں سنتے ہیں۔ اسی والہانہ انداز کی ایک نظم حضرت رابعہ بصریؒ کی طرف منسوب ہے۔

كَاسِىْ وَخَمْرِىْ وَالنَّدِيْمُ ثَلَاثَةٌ
جام، شراب اور ندیم ان تینوں کے درمیان

وَاَنَا الْمَشُوقَةُ فِىْ الْحَبَّةِ رَابِعَه
میں وارفتہ محبت چوتھی ہوتی ہوں

كَاسُ الْمَسَرَةِ وَالنَّعِمِ يُدِيرُهَا
سرور و راحت کے پیالے کا دور

سَاقِى الْمَدَامِ على المدىٰ مُتَتَابِعَه
ساقی پے در پے چلاتا رہتا ہے

فَاِذَا نَظَرْتُ فَلَا اَرىٰ اِلَّالَهٗ
جب میں نگاہیں اٹھاتی ہوں تو اسی کو دیکھتی ہوں

وَاِذَا حَضَرَتْ فَلَا اَرىٰ اِلَّا مَعَهٗ
اور جب میں ہوتی ہوں تو اسی کے ساتھ ہوتی ہوں

يَا عَاذِلِى اِنِّى اُحِبُّ جَمَالَهٗ
اے ناصح مجھے اس کے جمال سے محبت ہے

فَاللّٰه مَا اُذُنِى لِعَذْلِكَ سَامِعَهٗ
واللہ میرے کان تیری نصیحت سے بہرے ہیں

كَمْ بِتُّ مِنْ حَرَتِىْ وَنَرَطِ تَعَلُّقِىْ
میں نے کتنی راتیں اس کی محبت میں جلتے ہوئے گزاری ہیں

اَجْرِىْ عُيُوْنًا مِنْ عُيُوْنِىْ الدَّمِعَهٗ
کہ میری آنکھیں آنسوؤں کے دریا بہا رہی تھیں

لَا عَبْرَتِىْ تَرْقٰى وَلَا وَلِلِىْ لَهٗ
نہ میرے آنسو تھمے نہ وصل دائم رہا

يَبْقَى وَلَا عَيْنِى الْقَرِيحَةُ هَاجِعَه
نہ میری زخمی آنکھ پل بھر کے لیے جھکی

Marfat.com
Marfat.com

ہماری عقل اور ہماری تنقیدات ان اشعار کے سامنے نہیں ٹھہرتی کیونکہ حضرت رابعہ بصریؒ اپنی نہ گھٹنے والی بلند محبت میں حد سے بڑھ چکی ہے۔علاوہ ازیں یہ ابیات اگر چہ اپنے اندر نادر تعبیر وتصویر رکھتے ہیں مگر ان میں ایسی بے تکلفی ٹھاٹھیں مارتی ہے جو آداب محبت وحرمت تصوف کے خلاف ہے۔

غزل کی کچھ حدود ہوتی ہیں خواہ وہ کتنی ہی پست کیوں نہ ہو جنھیں نظر انداز کرنا روا نہیں ہوسکتا کیونکہ انھیں حدود سے غزل کا قبول ہے۔عبودیت کا میدان ہمیشہ مقدس رہنا چاہیے کہ کوئی قدم رکھے تو پھونک پھونک کر رکھے۔اس لیے محبت الٰہی کے نام پر حضرت رابعہ بصریؒ کی یہ بے تکلفی کبھی بخشی نہیں جاسکتی۔اللہ تعالیٰ کو اس طرح خطاب کرنا، جس طرح ایک فانی دوسرے فانی کو خطاب کرتا ہے،تنقید وجرح کو دعوت دیتا ہے۔

حضرت رابعہ بصریؒ کی اس زبان سے اس قسم کے اشعار نکل جانا قابلِ تعجب نہیں کیونکہ اس کا دل زبان پر شعر بن کر ٹپک پڑا تھا۔ادھر اس زمانے کی لغت وبیان نے اس کی مدد کی۔یہ بات یقینی ہے کہ اس کی دینی ثقافت،روایاتِ حدیث اور حفظ اوراد واذکار نے اس راہ میں بسلسلہ اخذ واقتباس اس کی مدد کی ہوگی۔

اس کے یہ صوفیانہ رموز،قدرت زبان اور حسن تعبیر پر دلالت کرتے ہیں۔وہ اشعار، جو اس کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں،اگر چہ ہلکے پھلکے اور نرم ہیں مگر ان کے صوفیانہ معانی بلاشبہ عمدہ اور بلند ہیں۔حضرت رابعہ بصریؒ کے بعد صوفی شعراء نے اس قسم کے معانی عجب عجب طریقوں سے بیان کیے ہیں اور وہ تعبیر وتوریہ میں حدود سے بہت زیادہ تجاوز کر گئے ہیں کیونکہ وہ خدائی سکر،روحانی خم اور سماوی شرابوں سے سرشار تھے بلکہ یہ صوفیانہ اشعار،قوالی ومیلاد کی مجالس کے اشعار سے بہت زیادہ قریب ہیں۔

زہد وتصوف کے بارے میں حضرت رابعہ بصریؒ کے اشعار واقوال اسی طور کے ہیں۔وہ اصل میں یا تو ایک مناجات ہیں جس نے جذبات وتخلیل سے بھرپور غزل کا لباس پہن لیا ہے،یا کسی ایسی نظم کے بند ہیں جو مجالس ذکر میں اکثر پڑھے جاتے تھے۔کسی بحث کرنے والے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ تمام اشعار واقوال پر بحث کرے جب ان میں سے

Marfat.com
Marfat.com

اکثر حضرت رابعہ بصریؒ کی طرف غلط طور پر منسوب ہو گئے ہیں۔

جب حضرت رابعہ بصریؒ سے اس عزلت پسندی اور ہمنشینوں کے بارے میں سوال کیا گیا تو اس نے کہا۔

گو ان اشعار کا وزن، قافیہ۔نظم اور معنی سب اس طرز کے ہیں جو قوالیوں کا تھا پھر بھی ان سے پتا چلتا ہے کہ حضرت رابعہ بصریؒ شاعرانہ طبعیت رکھتی تھی اور وہ جو کچھ مجالسِ ذاکر وتصوف میں سنتی یا شب بیداریوں میں محسوس کرتی تھی یہ ابیات اس کا آئینہ ہیں۔

حضرت رابعہ بصریؒ شعر کے پردے میں حد سے بڑھ گئی ہے جیسا کہ عموماً ایسا ہی ہوتا ہے اور عشق ودارفتگی کا اس طرح اظہار کر گئی ہے کہ ایسا اس سے پہلوں نے نہیں کیا۔بعض معاصرین نے اس سلسلے میں بہت زیادہ بحث کی ہے۔خصوصاً دو مستشرقین جنہوں نے اسلامی تصوف پر قلم اٹھایا ہے مگر میرے خیال میں انہوں نے حضرت رابعہ بصریؒ سے انصاف نہیں کیا اور اسے اچھی طرح نہیں پڑھا جس سے اس کی زندگی کے اسرار کھلیں اور پوری روشنی پڑ سکے۔ان لوگوں نے حضرت رابعہ بصریؒ کی محبت کو عشق سے تعبیر کیا ہے اور چونکہ انہوں نے حضرت رابعہ بصریؒ سے پیشتر کے مسلمانوں کو اس درجے پر نہیں پایا کہ وہ بالکل عشق ہی کے ہو رہے ہوں اور حضرت رابعہ بصریؒ کی طرح فنا فی الحب ہو گئے ہوں اسی لیے وہ اس کی محبت اور اس کی صوفیانہ تعلیمات کو غیر اسلامی قرار دیتے ہیں۔

مسیحیت کی بنیاد محبت پر ہے کیونکہ ان کے نبی دنیا کو محبت کی بشارت دیتے پھرے۔مسیحیت کی تاریخ یقیناً ایسے مقدس مردوں اور مقدس عورتوں سے بھری پڑی ہے جو ہیکلوں میں اوندھے پڑے رہتے تھے اور دنیا کو چھوڑ کر گوشہ نشین ہو گئے تھے۔اگرچہ ان کے جوتے آواز کرتے تھے لیکن وہ کنیسوں کے فرش پر نسیم کی طرح سبک چلتے تھے۔ان کے جسم ٹاٹ سے ڈھکے ہوئے تھے اور ان کے زناروں سے چمکیلی صلیبیں لٹکتی ہوتی تھیں۔وہ یک زبان ہو کر کہہ سکتے ہیں کہ ہم سب میں محبت الٰہی رچ گئی ہے۔ہاں یہ محبت انسانی محبت کے مشابہ نہیں مگر محققین نے اس محبت کو عشق کا نام کبھی نہیں دیا بلکہ اس سے منزہ قرار دیا ہے اور

Marfat.com
Marfat.com

اسے ایسی مثالی محبت سے تشبیہ دی ہے جس کی مسیحؑ نے بشارت دی ہے۔

عشق کا لفظ نہ قرآن میں آیا ہے نہ حدیث میں کیونکہ عشق کا مطلب ہے محبت میں حد سے تجاوز کر جانا اور ایسا شخص یقیناً حدود معروفہ سے تجاوز کر جاتا ہے اسلامی تصوف کی زندگی تو اس شہر کے مشابہ ہے جو شہر پناہ اور چوکیدار رکھتا ہو، جس میں وہی لوگ داخل ہو سکتے ہیں جنھیں خوش قسمتی سے اجازت مل گئی ہو۔

اس شہر کی ایک خاص زبان، خاص آثار اور خاص محاورات ہیں جن سے سربستہ راز کھلتے ہیں۔ اس لغت کی ایک خاص قاموس ہے جو سینوں میں محفوظ ہے اگر چہ آج تک طبع نہیں ہوئی کیونکہ ہر کلمہ اور ہر تعبیر کے لیے صوفیہ کے ہاں مخصوص رموز ہیں۔ اس کا سہرا بھی حضرت رابعہ بصریؒ ہی کے سر ہے۔ جس نے اس قاموس میں کلمات اولین درج کیے بلکہ وہ سب سے پہلی شخصیت ہے جس نے تصوف اسلامی میں حب الٰہی کو داخل کیا۔ جب اس شہر کے دروازے پر محبت وحب کے کلمات پہنچے تو شہر کے چوکیداروں یعنی ماہر صوفیوں کو یہ کلمات اوپرے معلوم ہوئے کیونکہ وہ خیال کرتے تھے کہ یہ چیز فلاطونیت یا یہودیت و مسیحیت کی تعلیمات سے ہے۔ ہماری مجالس میں اسے رواج نہ پانا چاہیے اس لیے عشق کا لفظ زیادہ موزوں ہے کہ لے لیا جائے شاید انھوں نے حضرت رابعہ بصریؒ کی خوشنودی کے لیے جو اس شہر کی بانی ہے، اس معزز مہمان کو اپنے شہر میں داخل کر لیا اس لیے کلمہ، عشق شہر کی چار دیواری میں گشت کرتے ہوئے صوفیہ کی قاموس میں داخل ہو گیا تا کہ اپنے حروف ثلاثہ کے ذریعے سے اس نادرہ روزگار عورت کی تاریخ کی تعبیر کر سکے جس نے اس لفظ کے عین کو اپنی بینا آنکھیں، شین کو اپنا شوق وذوق اور قاف کو اپنا قلب سلیم عطا کیا۔

حضرت رابعہ بصریؒ کا یہ مذہب ساری دنیا میں پھیل گیا۔ اگر شمار کیا جائے تو لاکھوں انسان جنت کے دروازے پر کھڑے نظر آئیں گے۔ ہر ایک اپنی نوبت کا منتظر ہو گا کہ جنت میں داخل ہو لیکن اگر باب جنت پر رضوان کھڑا ہو جائے اور یہ اعلان کر دے کہ اس دروازے سے صرف وہ لوگ داخل ہو سکیں گے جنھوں نے دنیا میں خدا سے محبت صرف لوجہ اللہ کی ہے تو تقریباً سب لوٹ آئیں گے سوا چند ایک کے جن میں سب سے آگے

Marfat.com
Marfat.com

حضرت رابعہ بصریؒ ہو گی ——

یہ حضرت رابعہ بصریؒ ہی ہے جس نے عبادت میں صفا و خلوص پیدا کیا اور اسے ہر دنی غایت سے پاک کیا۔ یہ سطور لکھتے ہوئے مجھے لبنان کے شاعر یکتا جبران خلیل جبران کے وہ شعر یاد آ گئے جن میں اس نے عبادت کے مطامع و مرغوبات کا ذکر کیا ہے وہ کہتا ہے۔

وَالدین فی الناس حقلٍ یزرعُہٗ   اِلّا لمن لھم فی زَرْعہٖ وطر

لوگوں نے دین کو ایک قسم کی کھیتی سمجھ رکھا ہے جسے وہی لوگ کاشت کرتے ہیں جنہیں اس کی ضرورت ہے۔

فالناس لو لاعذاب النّار ما عَبَدُوا   رَبًا ولولا الثواب المرتَجی کَفَروا

اگر عذابِ جہنم نہ ہوتا تو لوگ کسی بھی پروردگار کی عبادت نہ کرتے اور اگر ثواب کی امید نہ ہوتی تو سب کافر ہوتے۔

بے شک حب الٰہی تجرد اور صدق میں حضرت رابعہ بصریؒ کو سبقت کی فضیلت حاصل ہے یہ کیا کم فضیلت ہے کہ صوفیہ کی رہبر ایمان و تقویٰ، معرفت و بصیرت میں امام ہے اور حضرت بشر حافی ذوالنون مصریؒ، ابن الفارضؒ، ابن عربیؒ جیسے چوٹی کے لوگوں سے سبقت لے گئی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com
Marfat.com

غلامی سے آزادی کی جانب

ہرانتہا کے لیے ابتدا ہوتی اور ہر چیز کا ایک ردعمل ہوتا ہے۔اگر ہم کسی عظیم انسان سے سوال کریں کہ تجھے کس چیز نے ابتداً برانگیختہ کیا تو وہ یہی جواب دے گا کہ ایک نقطہ حرکت نے خواہ وہ غم ہو یا عشق، بھوک ہو یا انتقام----------

ابتدائی جنبش کے بہت سے اسباب ہوتے ہیں اب یہ دیکھنا ہے کہ حضرت رابعہ بصریؒ کو جنبش دینے والے مبادی کیا تھے جنھوں نے اسے خوف، بھوک حرمان وذلت سے دو چار کر کے پھر آزادی پر آمادہ کیا۔ یہ اصل میں اس کا نفس ہی تھا جس نے اسے ایک بلند مقصد کی طرف متوجہ کر دیا۔

حضرت رابعہ بصریؒ نے اپنی سیرت اپنے ہاتھ سے نہیں لکھی اور نہ بعد کے زمانوں کے لیے کوئی ایسی تاریخی چیز چھوڑی جس سے وسعت کے ساتھ اس کے حالات پر نظر ڈالی جاسکے۔اوراس کے پوشدہ اسرار کھولے جاسکیں اس لیے چند محققین کے سوا بیشتر مولفین نے سخت ٹھوکریں کھائی ہیں اور اس کی طرف ایسی باتیں منسوب کردی ہیں جو اس نے نہیں کہیں گو ہمارے پاس ایک دھیمی سی شمع ہے مگر وہی لے کر اس خفیہ خزانے کی چھان بین کرتے ہیں جس کا بہت سا حصہ پوشیدہ ہے اور بہت کچھ زمانے اور قلم کے ہاتھوں بکھر چکا ہے معاملہ جو کچھ بھی ہو یہ ضروری امر ہے کہ اس مدت میں جب حضرت رابعہ بصریؒ عزم وایمان سے چلی اسے یہ ایک شدید شعور ہنکار رہا تھا کہ کسی طرح غلامی سے خلاصی حاصل کر جس نے اسی کی زندگی مکدر اور زنگ آلود کردی تی جب وہ آزاد ہوگئی اور اس کے آقا نے اسے آزاد کردیا تو بھی اسے غلامی کا احساس رہا خواہ اس کا مقصد کتنا ہی لطیف اور بلند کیوں نہ ہوگیا تھا

Marfat.com
Marfat.com

۔تاریخی کتابیں بتاتی ہیں کہ وہ آل عتیک کی آزاد کردہ تھی اسی لیے وہ بنی عدوہ کی جانب منسوب ہے بنی عتیک قیسی تھے اس لیے منادی نے طبقات الاولیاء اور جاحظ نے کتاب البیان والتعبیین میں اسے قسیسیہ لکھا۔

مورخین میں اس کے متعلق بڑا اختلاف ہے کہ اس عاشقہ متصوفہ کی صحیح نسبت کیا ہے وہ اسے دوسری ہم نام صوفی عورتوں سے تمیز نہ کر سکے جو عبادت موعظت ، اقوال و اشعار اور روحانی محبت میں اس جیسی تھیں۔

حضرت رابعہ بصریؒ عشق الٰہی میں مبتلا ہونے سے پہلے حریت پسند تھی۔حریت کی طلب میں انسان نے سطح ارض پر کتنی مصیبتیں برداشت کی ہیں اور جب کبھی اس نے غلامی کی ایک گرہ کھول لی ہے تو دوسری گرہ کے کھولنے کا اور زیادہ مشتاق ہو گیا ہے۔تا کہ تمام گرہیں پوری طرح کھول ڈالے کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ وہ اس مقصد میں ناکام رہا اس لیے اس کے دل سے کچھ عسرتیں پیوستہ رہیں۔حضرت رابعہ بصریؒ جو غلامی میں مبتلا تھی اور سخت تکالیف برداشت کرتی تھی اس کا بھی مطمع نظر آزادی کامل تھا۔وہ چاہتی تھی کہ انسان کی غلامی سے بالکل آزاد ہو جائے۔

اس کی ذلت آمیز متحیر اٹھان ، برباد بچپن ، سامان کی طرح خرید و فروخت پھر ایک مرد کے ہاتھوں ناکام زندگی ، صحراؤں میں مارا مارا پھرنا ، زندگی کا اضطراب اور آخر آزادی و استقلال ان تمام چیزوں نے اس کے اندر قوت مدافعت کو تیز اور قوی کر دیا تھا اس لیے وہ ایک آندھی کی طرح اٹھی جو فضا پر چھا گئی ہو اور دنیا کی کدورتوں سے پاک ہو گئی ہو حتیٰ کہ وہ نسیم باد بہاری کی طرح صاف پاکیزہ ہو گئی۔حضرت رابعہ بصریؒ آزادی کے بعد اپنے آقا کے پاس سے نکلی اور شب زندہ دار صوفی زاہدوں کے حلقے میں شامل ہو گئی۔اب وہ جسم و روح کی کامل آزادی محسوس کرتی تھی جب وہ انسان کی غلامی سے کاملاً آزاد ہو گئی تو اس نے اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ اور اس کی عبادت کے لیے وقف کر دیا تا کہ اسکا آقا بن جائے کیونکہ اب اس میں انسانی غلامی کی برداشت کی طاقت کسی طرح نہ رہی تھی۔

جب اس نے خوف عذاب ناراور طمع ثواب و نعیم کے لیے عبادت و زہد کی راہ

Marfat.com
Marfat.com

اختیار کر لی تو بھی وہ اس راہ کے سایے میں غلامی محسوس کرتی تھی ۔اس لیے اس کی قوت مدافعت بڑھ گئی تا کہ مجاہدات کے ذریعے سے اس نے بلند مرتبہ حاصل کرے اور اس سے بلند عالم کی طرف جو مادرائے وجود ہے پرواز کرے جس کی وہ مشتاق تھی ۔ چنانچہ دن رات ذکر سری و جہری میں لگی رہی اور عشق معرفت و عبادت کو شعار بنا کر اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھی۔ وہ اس پر مہربان تھا ۔اس نے بصیرت عطا کی اور طویل کھٹن راستے کو منور کر کے اس کی آزادی واپس کردی تا کہ وہ عمر جسے اضطراب و زہد نے تلخ بنادیا تھا ۔خوش گوار ہو جائے یہاں سے یہ عاشقہ متصوفہ بلند مقامات تک پہنچی جو ان اولیا اللہ مقدس ہستیوں اور ربانیوں کے لیے مخصوص ہیں جو زندگی اللہ تعالیٰ کو سونپ دیتے ہیں اس لیے وہ ان کے صبر و حسن عمل کا بدلہ رضائے ابدی امن سرمدی سے دیتا ہے۔

صوفیت اور روحانی زندگی میں یہ درجہ ولایت کوئی مردوں تک محدود نہ تھا کہ عورتوں کی وہاں تک رسائی نہ ہوتی کیونکہ تراجم و تاریخ کی کتابیں اس قسم کی باتوں اور عجائبات سے بھری پڑی ہیں جو صالح مومنات سے تعلق رکھتی ہیں جنھوں نے مردوں کی طرح مجاہدات کیے نفوس کو پاک کیا اور ایمان و طہارت کو مضبوط تھا حتی کہ وہ اولیاء اللہؒ میں شامل ہوگئیں اور اللہ تعالیٰ نے انھیں نور بصیرت عطا فرما کر ان کے ہاتھوں سے کرامات کا ظہور کیا-----

حضرت رابعہ بصریؒ جسے دین و ایمان نے پاکیزہ بنا دیا تھا جس کا تصوف بے غل و غش تھا جس نے تقوی و تعبد خالصاً لوجہ اللہ تعالیٰ اختیار کیا تھا اس پر نفس طاہر اٹھے ہوئے ہاتھوں اور دعائے مستجاب کی بدولت حقائق وجود منکشف ہوگئے اور خداوندی برکتیں نازل ہونے لگیں تو وہ قوم میں امانت و تجرد روحانی سے مشہور ہوگئی لوگوں نے اس کی اصلاح و کرامات پر بھروسا کیا وہ اس کی رضا مندی و محبت کی طلب میں اس کے پاس آتے جاتے اور ہدیئے پیش کرتے کہ انھیں قبول کرے تو وہ انکار کر کے شکریے سے واپس کر دیتی۔

ایک دن حضرت امام سفیان ثوریؒ، حضرت رابعہ بصریؒ کی زیارت کے لیے آئے تو دیکھا کہ ایک تاجر دروازے پر خاموش و پریشان کھڑا ہے ۔ حضرت سفیانؒ نے وجہ

Marfat.com
Marfat.com

دریافت کی تو کہنے لگا:

''میں دیناروں کی ایک تھیلی حضرت رابعہ بصریؒ کے لیے بطور ہدیہ لایا ہوں تا کہ وہ اسے خرچ میں لائے مگر میں ڈرتا ہوں مبادا وہ اسے رد کر کے واپس کردے تو کیا آپ اسے ہدیہ لینے پر راضی کر سکتے ہیں؟''

دو مرد حضرت رابعہ بصریؒ کے پاس آئے اور دونوں نے کچھ دینار پیش کیے تو اس نے روتے ہوئے آسمان کی طرف ہاتھ بڑھائے اور کہنے لگی۔

''وہ جانتا ہے کہ میں اس سے دنیا مانگتے شرماتی ہوں حالانکہ وہ ساری دنیا کا مالک ہے تو ایسے شخص سے کیونکر لے لوں جو اس کا مالک نہیں۔''

ایک روز وہی تاجر ہزار طلائی درہم لایا اور ایک مکان بطور نذرانہ پیش کیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس مرتبہ اس نے اس کی الحاح وزاری قبول کر لی اور اس مکان میں چلی گئی تھوڑی ہی دیر ٹھہری تھی کہ مطلا نقش نگار میں اس کا دھیان بٹ گیا۔ وہ استغفار پڑھتی ہوئی فوراً نکل کھڑی ہوئی اور یہ کہہ کر مالک مکان کو ہدیہ واپس کر دیا۔

''مجھے ڈر ہے مبادا میرا دل تیرے مکان میں منہمک ہو جائے اور آخرت کے کاموں سے روک دے میری تمام تر آرزو یہ ہے کہ عبادت کے لیے فارغ رہوں۔''

اس کے ہمنشین زیارت کے لیے آتے رہتے تا کہ سکون قلب اور رشد و ہدایت حاصل کریں وہ باادب بیٹھے رہتے مگر انھیں بھی حضرت رابعہ بصریؒ کا تقشف میں غلو کرنا برا محسوس ہوتا تھا اور وہ بھی اس بات کو اچھا نہ جانتے تھے کہ وہ ہر امداد کو جو ان کی یا دوسروں کی طرف سے ہو واپس کر دیتی ہے۔ ایک دفعہ حضرت مالک بن دینارؒ آئے وہ ریاضات میں مصروف تھی دیکھا کہ ٹوٹے پیالے سے پانی پی رہی ہے پھٹا پرانا بوریا بچھا ہے اور تکیے کی جگہ اینٹیں رکھی ہیں تو وہ بڑے کبیدہ خاطر ہو کر کہنے لگے:

''رابعہ! میرے چند دوست امیر ہیں اگر تو اجازت دے تو تیرے لیے ان سے کچھ مانگ لوں۔۔۔۔۔''

حضرت رابعہ بصریؒ نے جواب دیا:

Marfat.com
Marfat.com

"مالک بڑی بری بات ہے مجھے اور انھیں اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے کیا جو امیروں کو رزق دے سکتا ہے غریبوں کو نہیں دے سکتا؟ جب اس کی مشیت ہی یہی ہے تو ہم راضی برضا ہیں"

ایک دن حضرت امام سفیان ثوریؒ جو اس کا مقرب ترین دوست تھا، پوچھنے لگا:

"حضرت رابعہ بصریؒ! تیرا جی کسی چیز کو چاہتا ہے؟"

شاید سوال اس نے کھانے کی چیزوں کے بارے میں کیا تھا تو وہ بولی "

"سفیان تو ایسا سوال کرتا ہے حالانہ تو مجھے خوب جانتا ہے؟ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ بارہ سال سے میرا دل کھجوریں کھانے کو چاہتا ہے۔ بصرہ میں کھجوریں بہت ہیں مگر میں نے آج تک نہیں کھائیں۔ میں تو خدا کی بندی ہوں اس لیے مجھے اپنی مرضی پر چلنے کا کوئی اختیار نہیں کیونکہ اگر میں ارادہ کروں اور خدا ارادہ نہ کرے تو یہ نافرمانی ہوگی"

حضرت سفیانؒ نے سر تسلیم خم کر دیا اور کہا:

"حضرت رابعہ بصریؒ میں تیرے بارے میں گفتگو کرنے کی قابلیت نہیں رکھتا تو تو ہی میرے بارے میں زبان کھول۔"

حضرت رابعہ بصریؒ مسکرائی اور کہا:

"اگر تیرا میلان دنیا کی طرف نہ ہوتا تو تو بے عیب انسان ہوتا۔"

حضرت سفیانؒ شرمندہ ہو گیا اور غم سے سر جھکا لیا۔ پھر روتے ہوئے سر اٹھا کر کہا:

"پروردگار! کاش تو مجھ سے راضی ہو!"

"تو اللہ تعالیٰ سے بات کہتا شرماتا نہیں کہ مجھ سے راضی ہو جا حالانکہ تو نے اس کی رضامندی کے لیے کچھ بھی نہیں کیا!"

یہ حکایتیں اور ان جیسی بہت سی متواتر روایتیں حضرت رابعہ بصریؒ کے خالص تصوف و تعبد کی تائید کرتی ہیں کیونکہ وہ کچھ کھاتی یا نہ کھاتی آرام کرتی، یا بے آرام رہتی، خوش ہوتی یا غمگین، یہ سب اس کے نزدیک برابر تھے تصوف نے اس پر حضور ذہنی کے ساتھ ساتھ ایک بھول سی طاری کر رکھی تھی۔ وہ ساکن و صامت رہتی تو کیا یہ وہی جیتی جاگتی

Marfat.com
Marfat.com

حضرت رابعہ بصریؒ تھی یا اس کے سوا کوئی اور عورت تھی ؟

حضرت رابعہ بصریؒ حدود سے تجاویز کر گئی تھی ۔ وہ دیواروں کو پھاند چکی تھی مگر اپنے اختیار سے نہیں ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود حضرت رابعہ بصریؒ نہ تھی ۔ اس کے مرید اور متبعین اس کی تعظیم و تمجید کے لیے بڑھتے تو وہ ان کی مدح وثنا سے نفرت کرتی اور اپنے آپ کو ہاتھ بھی نہ لگانے دیتی ۔ وہ لوگوں کو اپنے بارے میں ایسا اعتقاد رکھنے سے روکتی اور سخت تکلیف محسوس کرتی تھی ۔ ہم دیکھتے ہیں کہ عوام نے اپنے کتنے مقدس بزرگوں کو اپنے ہاتھوں سے قتل کر دیا ہے۔ میں نے حضرت رابعہ بصریؒ کو دیکھا نہیں ۔ نہ یہ دیکھا کہ قوم کس طرح اس سے برکت کی طالب ہوتی تھی ۔ مجھے خیال ہوتا ہے کہ بصرہ کے بازار سے گزر رہی ہے یا اپنے گوشے میں بیٹھی ہے اور ان لوگوں سے ناراض ہے جو اس سے ملنے آتے ہیں کیونکہ وہ اس کی روحانی زندگی اور ولایت صادقہ کو مکدر کرتے ہیں ۔

سچا ولی موسمیت آلہی کو خراب کرنا کب گوارا کر سکتا ہے چنانچہ حضرت رابعہ بصریؒ دجل وفریب سے بچی اور ہر انسانی مدد کو رد کر دیتی تھی کیونکہ وہ بھی اسی جیسا مجبور انسان تھا ۔ دینے والا تو اصل میں اللہ تعالیٰ ہے فانی انسان کی عطا ہی کیا ؟ انسان احسان کر کے دوسرے کو غلام بنانا چاہتا ہے اسی لیے حضرت رابعہ بصریؒ نے مخلوق کے عطیے قبول نہ کیے وہ تو خالق سے طلب کرتی تھی اس کا خیال تھا کہ دنیا ایک ذات کے سوا کسی کی ملکیت نہیں بلکہ ایک مستعار مال ہے جو ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے یہیں سے ہم حضرت رابعہ بصریؒ کا فلسفہ معلوم کر سکتے ہیں ۔ حضرت رابعہ بصریؒ سمجھتی تھی کہ وجود صرف موجد کی ملکیت کی ہے انسان تو صرف ایک کارندہ یا قاصد ہے ۔ ایک جاتا ہے تو اس کی جگہ دوسرا آ جاتا ہے اس لیے حقیقت فانی باقی کا اختیاری یا جبری طور پر خادم ہے تو پھر کوئی دعویدار کس طرح حضرت رابعہ بصریؒ کے سامنے ہاتھ بڑھا سکتا ہے جب اس کا ہاتھ خود ایک مستعار شے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا ؟

یہ تمام باتیں حضرت رابعہ بصریؒ کے ذہین نشین تھیں کیونکہ وہ عقل سلیم کی مالک تھی اس کے سلوک و کرامات سے کبھی آزادی و مدہوشی کی بو بھی نہیں آئی ۔ اس لیے اسے لوگوں

Marfat.com
Marfat.com

پر غصہ آتا تھا کہ وہ کیوں اس کے بارے میں عجیب عجیب اعتقادات رکھتے ہیں۔ چنانچہ اس نے ان سے منہ موڑنا شروع کر دیا اور بسا اوقات سخت ملامت بھی کی۔ ایک سوال کرنے والے نے اس سے پوچھا:۔

"اللہ تعالیٰ نے اولیاء کرامؒ کو کرامات کا تاج بخشا ہے تو اس مرتبے تک کیونکر پہنچی؟"

اس نے جواب دیا:

"اپنے قول و فعل سے اے اللہ! میں تجھ سے پناہ چاہتی ہوں ہر ایسی چیز کے بارے میں جو مجھے تیرے سوا کسی اور سے مشغول کر دے اور ہر حائل سے جو میرے تیرے درمیان حائل ہو جائے۔۔۔۔۔"

جب لوگ بہت تنگ کرتے، راز ولایت کے بارے میں بہت زیادہ پوچھ گچھ کرتے اور باصرار کہتے کہ تو اولیاء اللہ سے ہے پھر بھی واضح جواب نہ پا کر اس کی نسوانی غیرت کو اکساتے تو مجبوراً جواب دیتی:

"ایک ایسی عورت کے بارے میں، جو کرامات کے لائق نہیں، جو کچھ تم کہتے ہو ممکن ہے صحیح ہو مگر آج تک تو کسی عورت نے نبوت یا الوہیت کا دعویٰ نہیں کیا۔"

حضرت رابعہ بصریؒ نے یہ بات کوئی فضول نہ کہی تھی اور یونہی اپنی براءت کا اظہار نہ کیا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اس کے زمانے میں قرامطہ اور مدعیان نبوت بھرے پڑے ہیں جنھوں نے اسلام کے خلاف اٹھ کر مسلمانوں سے بڑی بڑی رقمیں وصول کر لی ہیں اور جگہ جگہ فتنے برپا کر دیے ہیں حتیٰ کہ جوار کعبہ میں بھی، مگر اس گناہ عظیم کا مرتکب مردوں کے سوا اور کون ہوا ہے؟

یہ ایک حقیقت ہے جو آج تک چلی آتی ہے کیونکہ مرد ہی عورت کی گھریلو یا بیرونی زندگی کے بارے میں مسئول رہا ہے اس لیے مرد اس کے واسطے بمنزلہ مرشد یا آئینے کے ہے۔

تو پھر بعض مردوں نے حضرت رابعہ بصریؒ جیسی عورت سے کیوں ایسے سوالات

Marfat.com
Marfat.com

کیے کہ وہ رضائے آلہی کی مالک ہے اور اولیاء کرام وصاحب کرامات سے ہے جب وہ جانتے ہیں کہ بڑے بڑے زاہدوں نے اس سے تصوف سیکھا اور اس کا ادب وزہد اختیار کیا ہے؟ مگر کیا کیا جائے مردوں کے دلوں میں کچھ ایسے موروثی جذبات پائے جاتے ہیں جو ظاہر ہوئے بغیر نہیں رہتے اگرچہ وہ عبادت گزار صالح عورتوں پر کتنا ہی ایمان کیوں نہ رکھتے ہوں۔

حضرت رابعہ بصریؒ اسلام میں پہلی زاہدہ ہے جس کے دل سے معرفت آلہی کے چشمے ابلے اس نے زندگی کے متعدد دور زہد پر کاربند رہتے گزارے حتیٰ کہ وہ اس بات سے بھی بے رغبت ہو گئی کہ اس کا شمار اہل کرامات سے ہو۔ یہ کرامات نہ معجزات تھے نہ کچھ خواب تھے نہ علم غیب کے دعوے تھے کہ حضرت رابعہ بصریؒ نے دوسرے ہم عصر یا بعد کے صوفیوں کی طرح کیے ہوں شاید وہ کرامتیں جو اس کے بارے میں منقول ہیں کبھی تو اتفاق پر مبنی ہوتی تھیں اور کبھی حقیقت پر ہمارے زمانے کے سادہ لوح کچھ ایسی کرامتوں کا ذکر کرتے ہیں جو انھوں نے خود دیکھی یا صالحین کے بارے میں سنی ہیں جن کی وہ کوئی تعلیل کر لیتے یا کسی تعلیل کے بغیر وہماً قبول کر لیتے ہیں اس لیے اس نقش کا قصہ اسی قبیل سے ہے جس کا ذکر چند ماہ ہوئے مصری اخبارات نے کیا تھا کہ ایک مصری مرد صالح دیہاتی نے جنازے کا منہ جدھر چاہا پھیر دیا اور لوگ جدھر چاہتے تھے نہ لے جا سکے۔

بہت سے مورخین و محققین تصوف نے متعدد کرامتیں حضرت رابعہ بصریؒ کے سر تھوپ دی ہیں اور کچھ ایسی ڈراؤنی باتیں شامل کر دی ہیں جو عوام کو پسند اور ان کے مزعومات کے مطابق ہوتی ہیں۔ فارسی صوفی حضرت شیخ فریدالدین عطارؒ، حضرت رابعہ بصریؒ کی کرامتیں سب سے زیادہ بیان اور عجیب عجیب باتیں روایت کرتا ہے۔ عطار ہی اس قصے کا راوی ہے جس میں ہرنیاں حضرت رابعہ بصریؒ کی طرف دوڑیں حالانکہ وہ دوسروں سے بدکتی ہیں اور جب حضرت رابعہ بصریؒ سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو اس نے کہا:

"ہرنیاں اس شخص سے بدکتی ہیں جو ان کا گوشت کھاتے ہیں ــــــ"

کبھی عطار روایت کرتا ہے کہ حضرت رابعہ بصریؒ قافلہ حجاج کے ساتھ جا رہی تھی

Marfat.com
Marfat.com

کہ اس کا گدھا مر گیا اس خدا سے دعا مانگی اور وہ زندہ ہو گیا۔

کبھی یہ حضرت رابعہ بصریؒ کا معتقد صوفی بیان کرتا ہے کہ ایک زاہد کھانے کی طلب میں اس کے پاس آیا۔ اس نے ہانڈی میں گوشت چڑھا رکھا تھا۔ مگر ابھی نیچے آگ نہ جلائی تھی۔ جب وہ معرفت آلہی میں گفتگو کرنے لگے تو اسے ہانڈی کا دھیان نہ رہا۔ عشا ء کی نماز کے بعد ہانڈی انڈیلنے لگی تو اس میں سے نہایت اچھا پکا ہوا شوربادار گوشت نکلا------

کبھی لکھتا ہے کہ ایک چور حضرت رابعہ بصریؒ کے گھر میں داخل ہوا۔ لوٹے کے سوا کچھ نہ پایا جب نکلنے لگا تو حضرت رابعہ بصریؒ بولی:

''اگر تو واقعی چور ہے تو کچھ لیے بغیر نہ نکلنا------''

چور نے کہا:

''یہاں رکھا ہی کیا ہے؟''

حضرت رابعہ بصریؒ نے کہا:

''اے مسکین !اس لوٹے کے پانی سے وضو کر کے اس حجرے میں داخل ہو جا اور دو رکعت نماز پڑھ لے تو کچھ نہ کچھ لے کر ہی نکلے گا------''

چور نے ایسا ہی کیا۔ جب وہ نماز کے لیے کھڑا ہوا تو حضرت رابعہ بصریؒ نے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر کہا:

''اے مولا: میرے آقا یہ شخص میرے دروازے پر آیا اور کچھ نہ پایا میں نے اسے تیرے دروازے پر لا کھڑا کیا۔ تو اپنے فضل وکرم سے اسے محروم نہ کر۔''

جب چور دو رکعت نماز پڑھ کر فارغ ہوا تو اسے عبادت میں مزہ آنے لگا۔ اس لیے وہ رات بھر نماز پڑھتا رہا صبح ہوتے حضرت رابعہ بصریؒ حجرے میں گئی اسے سجدے میں پایا وہ اس طرح اپنے نفس کو عتاب کر رہا تھا۔

جب پروردگار مجھ پر عتاب کرتے ہوئے کہا گا تو مجھ سے نافرمانی کرتا شرماتا نہیں مخلوق سے چھپاتا ہے مگر میرے سامنے نافرمان بن کر آتا ہے، تو میرا کیا جواب ہوگا؟''

Marfat.com
Marfat.com

حضرت رابعہ بصریؒ نے یہ سنا تو کہا:

"دوست !رات کیسی گزری ؟"

اس نے کہا:

"خیریت سے۔ میں مولا کے سامنے مجبور و ذلیل بن کر کھڑا ہوا تو اس نے میرا عذر قبول کر لیا اور میری کوتاہیوں کو دور کر دیا۔ میرے گناہ بخش دیے اور مجھے میرا مطلوب دے دیا------"

پھر وہ جدھر منہ اٹھا چلا گیا۔ حضرت رابعہ بصریؒ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"اے میرے آقا !اے میرے مولا یہ ایک گھڑی تیرے دروازے پر کھڑا ہوا تو اسے قبول کر لے اور میں نے جب سے تجھے پہچانا ہے تیرے سامنے کھڑی ہوں، کیا تو نے مجھے بھی قبول کر لیا ہے؟"

پوشیدہ ندا آئی (جیسا کہ عطار کہتا ہے) "اے حضرت رابعہ بصریؒ! تیری وجہ سے ہم نے اسے قبل کیا اور تیری وجہ سے اسے مقرب بنایا۔"

یہ گھڑی ہوئی کرامتیں حضرت رابعہ بصریؒ کی فضیلت پر دلالت کرتی اور بتاتی ہیں کہ لوگ اسے کیا سمجھتے تھے تا کہ اسے اولیاء و صادقین کی صف میں لا کھڑا کریں۔ یہ کرامتیں صرف اس کی زندگی ہی تک محدود نہ رہیں بلکہ مرنے کے بعد بھی اس سے کرامتوں کا ظہور ہوا۔ لوگوں نے کچھ خواب دیکھے یا سنے کہ انھوں نے حضرت رابعہ بصریؒ سے پوچھا تجھے کیا مراتب ملے ؟ ان خوابوں میں حضرت رابعہ بصریؒ اور اس کی سہیلیوں میں عتاب و خطاب دکھایا گیا ہے جس سے اس کے مقام عظیم کی تائید ہوتی ہے اس قسم کی کرامتیں، جو افسانوں کے مشابہ ہیں ہم ان کی نفسیاتی تحلیل کرتے ہیں تو کبھی بات کو ٹھیک بھی پاتے ہیں۔ ہمارے دور میں بہت سے ہندو جوگی ایسے ہیں جو کیلوں کے فرش پر سوتے ہیں نبض کو حرکت کرنے سے روک لیتے ہیں۔ ریت میں زندہ دفن ہو جاتے ہیں پھر عرصے کے بعد زندہ نکل آتے ہیں۔ ان لوگوں نے مشرق و مغرب کا چکر لگایا اور دیکھنے والوں کو حیران کر دیا ہے حتیٰ کہ

Marfat.com
Marfat.com

ڈاکٹر حیران رہ گئے اور تعلیل علمی ان کھیلوں کے سامنے گنگ رہ گئی۔ گو بعض علماء نے تنویم مقناطیسی ان چیزوں کی علت قرار دی ہے کیونکہ تنویم مقناطیسی والے اپنے یا اپنے معمول پر ایسا عمل جاری کر کے عجیب عجیب کام کرتے ہیں۔

ہم نے بعض تنویم مقناطیسی کرنے والوں کو دیکھا ہے کہ وہ کسی معمول یا معمولہ کو لاتے ہیں اور ایک نظر میں اسے گہری نیند سلا کر دنیا سے غائب کر دیتے ہیں۔ پھر وہ عامل اس سے گفتگو یا مطالبہ کرتا ہے کہ ہوا میں اڑ، تو وہ آہستہ آہستہ بلند ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ پھر واپس آ جاتا ہے حالانکہ اسے اٹھانے کا کوئی ظاہری ذریعہ نہیں ہوتا۔ معمول پھر اپنی اصلی حالت پر آ جاتا ہے مادی علماء نے اس کی تعلیل یہ کی ہے کہ یہ نفسیاتی یا روحی طاقت کا کام ہے اس لیے کہ ہر انسان میں کم یا زیادہ طاقت مقناطیسی ہوتی ہے تو جو لوگ اس قوت کو بیدار کر لیتے ہیں وہ بڑے بڑے کام کر جاتے ہیں۔

بعید نہیں کہ حضرت رابعہ بصریؒ متصوفہ جو بڑی قوی شخصیت کی مالک تھی مقناطیسی طاقت رکھتی ہو جس کی بنا پر اس کی پاکیزہ روح بالکل پاک صاف ہو گئی ہو۔ وہ جسمانی حجابات سے گزر کر روح و بصیرت کی آنکھ سے دیکھنے لگی ہو اور ایسی چیزیں کرنے لگی ہو جس کے لوگ عادی نہیں ہوتے اس لیے انھوں نے ان چیزوں کو کرامات سمجھ لیا ہو۔ بالخصوص جب اس کی ظاہری و باطنی صفات اور صورت و معنی یکساں ہو گئے تھے۔ اور مخلوقی عادتیں فنا ہو چکی تھیں تو ممکن ہے کہ پروردگار نے اسے اپنی عنایت و ولایت سے سرفراز فرما دیا ہو۔ حضرت رابعہ بصریؒ جیسی مجاہد مخلص عورت کا ولی اللہ ہو جانا کوئی عجیب بات نہیں کیونکہ زندگی میں ہمیشہ جو ہر و عرض اور صفا و کدورت رہے ہیں۔ تو جن لوگوں کے نفوس صاف نیتیں پر خلوص اور اچھی ہو گئیں وہ دوسروں کے لیے دوا اور مرجع فیض ہو گئے بلکہ تسلی و دعا کے ملجا و مادیٰ بن گئے۔

موجودہ تمدن لو ہے، مادیت اور علم و اختراع میں خواہ کتنی ہی ترقی کر جائے مگر یاس کی گھڑیوں اور الحاد کی حیرت میں ہمیشہ روحانی پیاس بجھانے اور اسرار عالم غیب کا مشتاق رہے گا۔

Marfat.com
Marfat.com

یقیناً اولیاء کرامؒ اور مقدس لوگوں کی زندگی میں اس عالم کے لیے شفاء ہے جو لالچ کی دبا، بے دینی اور فحاشی میں مبتلا ہو چکا ہے مگر میں نے کبھی ان مردوزن صوفیوں کی طرف نگاہ بھی نہیں اٹھائی جو درویش ،صاحب طریقہ، یا مدعی ذکر و اوراد ہیں کیونکہ یہ لوگ تو جھوٹی کرامتیں دکھاتے ہیں تا کہ عوام و جہلاء کی سادگی سے فائدہ اٹھائیں۔کوئی گروہ اور کوئی ملک دین کے نام پر شعبدے دکھانے والوں سے خالی نہیں رہا جو اخلاقی امثال و اقدار مقدسہ پر ملمع سازی کرتے تھے۔ادھر ہر دور میں ایسے مفکرین، صلحاء اور متقی مخلصین بھی رہے ہیں جو لوگوں کو دنیوی و دینی معاملات میں بصیرت عطا فرماتے اور وجود کے زخموں کا مرہم ہوتے تھے انھیں حقیقی اولیاء میں سے حضرت رابعہ بصریؒ بھی تھی۔

حضرت رابعہ بصریؒ جس کا نفس عبودیت کے دور اول میں ہاتھوں سے جاتا رہا اس نے اپنے پروردگار کے سامنے اسے پالیا۔یہ سب کچھ اس وحدہ لاشریک لہ، کی محبت و دوستی کا نتیجہ تھا۔

وفات

جس طرح حضرت رابعہ بصریؒ کے سال ولادت سے متعلق مورخین و محققین میں اختلاف رائے ہے اسی طرح وفات سے متعلق بھی ان کے اقوال مختلف ہیں۔علاوہ بریں ان میں سے بیشتر ایسے ہیں جنھوں نے تاریخ وفات کا ذکر ہی نہیں کیا' یا وہ پتا نہ لگا سکے۔ بہرحال اس پر سب کا اتفاق ہے کہ حضرت رابعہ بصریؒ نے بڑی طویل عمر پائی۔چونکہ اس کی زندگی مجاہدات اور خیر و تقویٰ سے بھرپور تھی اس لئے وہ ام الخیر کہلائی بلکہ اس کی شب بیداری نے اسے دہری عمر عطا کر دی۔۔۔

ابن خلکان 'ابن شاکر' ابن عماد حنبلی نے بیان کیا ہے کہ اس کی وفات ۱۸۵ھ میں ہوئی بعض مورخین تاریخ رحلت ۱۸۰ھ بیان کرتے ہیں۔منادیؒ نے طبقات الصوفیہ' میں ایسا ہی لکھا ہے۔تصوف و سوانح کی مشہور کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت رابعہ

Marfat.com
Marfat.com

بصریؒ روحانی زندگی کے آخری مرحل میں بیماری وسوزش عشق سے بڑی تکان محسوس کرتی تھی۔ وہ روتی رہتی تھی' تکلیف سے نہیں بلکہ حسب عادت۔ ایک دن کسی نے پوچھا:

''حضرت رابعہ بصریؒ! تو کیوں روتی اور آہ وواویلا کرتی ہے؟''

اس نے جواب دیا:

''افسوس! جو بیماری مجھے ہے اس کا علاج کوئی طبیب نہیں کرسکتا۔ اس کی دوا تو دیدارِ خدا ہے۔ میں جو یہ تکالیف برداشت کررہی ہوں صرف اس امید پر کہ آخرت میں مقصود پالوں گی''

اس کے ایک بھائی نے بااصرار اسے رونے سے روکا تو اس نے کہا:

''میں ڈرتی ہوں' کہیں آخری گھڑی یہ آواز بلند نہ ہوجائے کہ حضرت رابعہ بصریؒ ہمارے سامنے کھڑے ہونے کے قابل نہیں۔۔۔۔''

وہ انتہائی گرمی کے دنوں میں گوشہ نشین رہتی۔ ایک دن اس کی خادمہ اور مخلص سہیلی نے کہا:

''میری مالکہ! اس گوشہ نشینی کو چھوڑ دو۔ میرے ساتھ چلو۔ آؤ قدرت آلٰہی کی نشانیاں دیکھیں''

حضرت رابعہ بصریؒ نے کہا: ''بلکہ تو اندر آجا اور قدرت کا نظارہ کر''

پھر کہنے لگی: ''میرا مقصود تو نظارہ قدرت ہے جہاں کہیں بھی ہو۔۔۔''

وہ ہر چیز میں قدرت کا نظارہ کرتی۔ حضرت رابعہ بصریؒ گوشہ نشینی کے دنوں میں بھی نظارہ قدرت سے باز نہ رہی۔ وہ اپنے ماحول میں قدرت کے کرشمے دیکھتی اور ماورائے وجود میں منہمک ہوجاتی تھی۔

جب خلوت میں جاتی تو دیر تک عبادت کرتی رہتی۔ نہ بیماری کی پرواہ کرتی نہ تکلیف کی۔ اس کی تندرستی تو صلوٰۃ وتسبیح میں تھی۔ یہ دعا وہ اکثر خلوت گاہ میں پڑھا کرتی تھی۔

''اے میرے آقا! مقرب بندے خلوتوں میں تیرا قرب ڈھونڈتے ہیں تیری عظمت کے گیت سمندر میں مچھلیاں گاتی ہی اور تیرے مقدس جلال کی وجہ سے موجیں ایک

Marfat.com
Marfat.com

دوسری سے ٹکراتی ہیں۔

''دن کی روشنی' رات کی تاریکی' گھومنے والے آسمان' بحر زخار' منور چاند' چمکیلے تارے سب تیرے سامنے سجدہ کرتے ہیں اور ہر چیز ایک انداز کے مطابق ہے کیونکہ تو علی اور قہار ہے۔۔۔''

حضرت رابعہ بصریؒ کا جسم بیمار رہنے اور گھلنے لگا مگر دل بیدار ہوتا چلا گیا کیونکہ وہ خیال کرتی تھی کہ راہ خداوندی میں مختلف مقامات کا امتیاز نظر سے دشوار اور زبان کے ذریعے سے وہاں تک رسائی مشکل ہے۔ اس لئے صوفی کا دل ہمیشہ بیدار رہنا چاہیے تاکہ وہ دل کی آنکھوں سے راستہ دیکھ کر مقامات تک پہنچ سکے۔

وہ ہفتہ بھر میں تھوڑا سا کھاتی تھی کیونکہ بیماریوں کے باوجود رات دن نماز تسبیح میں مشغول رہتی تھی۔ جب عبادت کا بوجھ نہ اٹھتا اور بھوک ستاتی تو پنڈلیاں جواب دے جاتیں اور تمام اعضاء ٹوٹنے لگتے۔ اس وقت تھوڑا سا کھانے کیلئے راضی ہو جاتی۔ حضرت رابعہ بصریؒ گوشت نہیں' سبزی کھاتی تھی۔ اس بارے میں وہ اپنے ہمدم برماح ب عمر قیسی کے مسلک پر چلتی تھی۔

حضرت رابعہ بصریؒ گوشۂ عزلت سے بہت کم نکلتی۔ جب اس کی قوم کا کوئی آدمی مل جاتا اور پہچان لیتا تو اس سے دعا کا طالب ہوتا۔ وہ پریشان ہو کر دیوار یا ستون س چمٹ کر کھڑی ہو جاتی اور سائل کو اس طرح جھڑکتی۔

''میں کون ہوں' اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے! خدا کی بندگی کر اور دعا مانگ کیونکہ وہ پریشان حال کی دعا سنتا ہے۔۔۔''

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رابعہ بصریؒ لوگوں کو صاحب کرامات کہنے کے بارے میں روکتی تھی کیونکہ کرامات سے ڈرتی تھی کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ اسے خالق و مخلوق کے درمیان واسطہ بنالیں اس لئے مجاہدات کی تلقین کرتی اور کہتی ''عبادت کرو' خدا سنے گا''

جب بیماری سخت ہوگئی تو وہ گھر میں پڑی رہنے لگی۔ صوفی مرد و زن اور معتقدین ہر روز عیادت کیلئے آتے تاکہ اس کی زندگی سے قلوب مطمئن کریں جب وہ کوئی بات

Marfat.com
Marfat.com

دریافت کرتے تو رو پڑتی ۔ آنسو رخساروں پر بہنے لگتے اور کبھی اس قدر روتی کہ سینے پر اور سامنے اشکوں کا تار بندھ جاتا۔

حضرت رابعہ بصریؒ کے چھوٹے سے گھر میں فارسی بانس کی دو گزی ٹٹکن کے سوا کچھ نہ تھا۔ اس پر بھی اسکا کفن پڑا رہتا تھا تا کہ ہمیشہ آخرت کی یاد دلاتا رہے۔ بستر کچی اینٹوں کا تھا۔ جس پر وہ سوتی اور نماز پڑھتی تھی۔ کبھی زمین پر چٹائی یا پرانا چمڑا بچھا لیتی تھی۔ زندگی کے آخری دنوں میں کھانا بالکل چھوڑ دیا تھا۔ جب موت کے نزدیک آجانے کا احساس ہوگیا تو خادمہ عہدہ بنت ابی شوال کو وصیت کردی کہ وفات کا علم کسی کو نہ ہو' بالوں کا جبہ' جو اوڑھتی ہے' اسی کا کفن دیا جائے اور سر اس کی صوفیانہ کالی چادر سے ڈھانپ دیا جائے۔ جب دم نزع آ پہنچا تو اس کے پاس کچھ دوست' مرید اور معتقد بیٹھے تھے' ان سے کہنے لگی۔

''راہ کشادہ کردو۔۔۔۔ کیونکہ موت قریب آ گئی ہے!''

اس لئے وہ غمگین واپس ہوئے اور دروازے پر کھڑے ہو کر سننے لگے۔ جب اس کی روح خالق سے جا ملی تو وہ کلمہ شہادت پڑھ رہی تھی۔ لوگ اس کی طرف بڑھے اس حال میں کہ آنسو ان کی غمگین آنکھوں سے جاری تھے۔

حضرت رابعہ بصریؒ نے ہمیشہ کے لئے آنکھیں بند کرلیں۔ دوستوں اور پڑوسیوں نے کفن دفن کیا اور چشم پرنم سے نماز جنازہ پڑھی۔

اس کی قبر سے متعلق مؤرخین اور راویوں میں اختلاف ہے جس طرح وہ اس کے سوانح اور اصل ونسب کے بارے میں مختلف ہیں کیونکہ اس کی ہم نام عابدہ و زاہدہ بہت سی عورتیں گزری ہیں جیسے حضرت رابعہ بصریؒ شامیہ وغیرہ۔ میرے خیال میں حقیقت تک رسائی یاقوت حموی اور ابن بطوطہ جیسے محقق مؤرخین کو ہوتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

''حضرت رابعہ بصریؒ اپنے شہر بصرہ میں دفن ہوئی''

یہ بات طبعاً قرین قیاس ہے رہیں وہ دو قبریں' جو اس کے نام سے مشہور ہیں یعنی ایک وہ جو بیت المقدس کے قرب وجوار میں ہے اور دوسری وہ جو دمشق کے محلے قمیر یہ میں واقع ہے' یہ علی الترتیب رابعہ بدویہ اور رابعہ شامیہ کی ہیں جو اسی کی طرح مشہور تھیں۔

Marfat.com
Marfat.com

اصل میں یہ دونوں صالح خواتین حضرت رابعہ بصریؒ کے بعد گزری ہیں۔ جو اس کے ہم نام تھیں۔ جیسے ہم آج کل بھی مشہور لوگوں کے نام رکھ لیتے ہیں۔ دیکھیے قدیم وجدید محققین ومؤرخین اس بارے میں کس قدر مختلف البیان ہیں کہ سیدہ زینب کی قبر مصر میں ہے یا حجاز ودمشق میں کیونکہ ان تینوں مقامات میں سیدہ زینب ایک مقدس مقام ہے جہاں عوام وخواص آتے اور عرس وغیرہ کرتے ہیں۔

مختلف شہروں میں مختلف انبیاء علیہ السلام واولیاء کرامؒ کی قبریں پائی جاتی ہیں۔ ہر سرزمین یہ شرف اپنی طرف منسوب کرنے کی کوشش کرتی ہے جیسے حضرت یحییٰؑ کہ انکا حزار مبارک دمشق بیروت اور صیداء تینوں شہروں میں ہے اور حضرت حسینؓ بن علیؓ کا حزار قاہرہ میں جامع ازہر شریف کے قریب بھی ہے اور دمشق کی مسجد اموی میں بھی۔

بلاشبہ ان حضرات کے پاک اجسام کے حصے شورشوں کی وجہ سے مختلف شہروں میں تقسیم ہوگئے ہیں۔ مگر ان قبروں سے کیا فائدہ جو طولِ زمانہ سے فنا ہوجانے والی ہیں۔ قابل اعتماد تو وہ قبریں ہیں جو زندہ لوگوں کے سینوں میں یا کتابوں کے صفحات میں ہیں گو زمانے گزر چکے ہیں اور گزرتے رہیں گے۔

حضرت رابعہ بصریؒ عدویہ جس نے صوفیانہ مذہب میں حب الٰہی کی بدعت قائم کی اور جس نے روح کی پاکیزگی اور بشریت کیلئے تہذیب آموز تعلیمات چھوڑی ہیں ہم اس کی یاد کو ابدالاباد تک اس کے پیروؤں کے یہاں زندہ پاتے ہیں جو صوفی باصفا ہیں اور اس کے آداب سے مزین ہیں۔ حضرت رابعہ بصریؒ کی فضیلت کیلئے یہ کیا کم ہے کہ اس نے صلحاء مخلصین کیلئے ایک بلند مثال قائم کرنے میں سبقت کی۔ وہ بصیرت، معرفت اور ایمان پر زندگی بسر کرکے عورتوں کیلئے عزت ومدحت کا ایک ایسا باب کشادہ کرگئی جو کبھی بند نہ کیا جاسکے گا۔ آخر وہ بھی ایک عورت ہی تھی جو متقیوں کی صفوں میں سب سے پیش پیش اور عبادت ودیانت میں عورتوں کیلئے واضح دلیل ہے۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com
Marfat.com

حضرت سید غوث علی شاہؒ

یہ دولڑکوں کی کہانی ہے۔وہ دونوں ایک مدرسے میں پڑھتے تھے۔ایک دن انھیں کسی نے بتایا کہ کل سے راجہ کے فیل خانے میں ایک عجیب بوڑھا شخص بیٹھا ہوا ہے۔وہ نہ کسی سے خود بات کرتا ہے،اور نہ کسی کی بات سنتا ہے۔نہ حرکت کرتا ہے اور نہ غذا کے لیے آنکھیں کھولتا ہے۔دونوں لڑکے اس امر پر حیرت کا اظہار کرنے لگے،انھیں یقین نہیں آیا کہ کوئی آدمی اس طرح شب و روز بے حس و حرکت بیٹھ سکتا ہے۔لڑکوں کے مزاج میں تجسس تھا۔یہی تجسس مدرسے سے چھٹی کے بعد انھیں گھر کی بجائے راجہ کے فیل خانے لے گیا۔انھوں نے جو کچھ اپنے کانوں سے سنا تھا۔اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ چبوترے پر ایک بوڑھا دنیا و مافیہا سے بے خبر آنکھیں موندے بیٹھا تھا۔چہرہ روشن، پیشانی کشادہ، بال لمبے اور داڑھی لٹکی ہوئی۔اس کی شخصیت ایسی مسحور کن تھی کہ لڑکے وہیں جم کے بیٹھ گئے۔وہ انتظار میں تھے کہ اس شخص کی پلکوں میں کبھی تو جنبش ہوگی۔اسے پانی کی طلب ہوگی یا وہ کسی اور ضرورت کے لیے اٹھے گا۔اسی امید میں لڑکے بیٹھے رہے یہاں تک کہ سورج ڈوبنے لگا اور فیل خانے کے اس سنسان حصے میں اندھیرا پھیلنے لگا۔اب لڑکوں کو گھر جانے کی فکر لاحق ہوئی مگر وہ بڑی مستقل مزاجی سے بیٹھے رہے۔اندھیرا بڑھتے بڑھتے سیاہ رات میں ڈھل گیا۔ایک لڑکے نے دوسرے لڑکے کو کہنی مار کے استغراق سے چونکا دیا اور کہا۔کچھ خبر ہے رات ہوگئی۔گھر میں سب پریشان ہوں گے،اب چلو"۔

"نہیں بیٹھے رہو، بابا ضرور آنکھیں کھولیں گے۔"

Marfat.com
Marfat.com

"اور اگر ایسا نہ ہوا تو کیا تم رات بھر یہیں بیٹھے رہو گے۔" اس نے اپنے ہم جماعت کا ہاتھ پکڑ کے اسے اٹھایا۔

دوسرا لڑکا وہاں سے جانے کے لیے آمادہ نہیں تھا مگر اپنے ساتھی کے اصرار پر اسے اٹھنا پڑا۔ گھر پہنچ کے رات بھر اس کے خوابوں میں بوڑھے کا چہرہ چھایا رہا۔ وہ پرسکون چہرہ جو اس نے اس دنیا میں پہلی بار دیکھا تھا۔ دوسرے دن مدرسے میں بھی فیل خانے میں بیٹھے ہوئے بوڑھے کے تصور میں کھویا رہا اور جب مدرسے کے اختتام کا اعلان ہوا تو وہ اپنے ساتھی کو لے کر دوبارہ فیل خانے کی طرف روانہ ہوگیا۔ بوڑھے کی حالت میں آج بھی سر مو فرق نہیں آیا تھا۔ دونوں لڑکے اس کے روبرو مودب بیٹھ گئے۔ کل ان کے ذہنوں پر حیرانی اور اشتیاق کے احساسات غالب تھے، آج ان احساسات میں احترام کی آمیزش بھی ہوگئی تھی۔ انھوں نے کھنکار کے بوڑھے کو اپنی موجودگی کا احساس دلانے کی کوشش کی۔ بوڑھے پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ پھر پہلے لڑکے نے کہا۔ "اسلام علیکم!"

دوسرے نے اسے فوراً ٹوکا۔ "کیا ایسی حالت میں سلام مناسب ہے؟"

پہلے نے پھر جسارت کی۔ "بابا ہم یہاں بیٹھے ہیں۔" کوئی جواب نہیں ملا۔

دوسرے لڑکے نے کہا۔ "بابا! ہم اور لڑکوں کی طرح آپ کا تماشا دیکھنے نہیں آئے ہیں۔"

آخر رات سر پر آ گئی۔ لڑکوں نے مایوس ہو کر گھر جانے کا ارادہ کیا۔ اور اٹھ گئے۔ تیسرے دن وہ پھر وہاں پہنچ گئے۔ آج بھی وہی ہوا جو پہلے اور دوسرے دن ہوا تھا۔ اسی طرح ایک ہفتہ گزر گیا۔ روزانہ جیسے ہی مدرسہ بند ہوتا لڑکے وہاں پہنچ جاتے۔ اب انھوں نے کچھ کہنا بھی ترک کر دیا تھا۔ بس ادب سے ایک طرف سمٹ کر بیٹھ جاتے۔ اسی خاموشی میں ایک مہینہ گزر گیا۔ پھر چھ مہینے گزر گئے۔ یہاں تک کہ ایک سال بیت گیا۔ لڑکے متواتر وہاں حاضری دیتے رہے مگر بوڑھے نے ان سے کلام نہیں کیا۔ وہ روز یہ توقع لے کر جاتے کہ آج بوڑھا ضرور آنکھیں کھول دے گا۔ لیکن بوڑھے برگد میں کوئی سرسر

Marfat.com
Marfat.com

آہٹ نہیں ہوئی۔اس کی بے اعتنائی کے باوجود لڑکوں کی ہمتیں پست نہیں ہوئیں۔ایک سال کے دوران میں لڑکوں کی طرح کتنے ہی لوگ بوڑھے کو دیکھنے آئے۔کسی نے اس کے قریب پھول رکھے، کسی نے اس کے پاس جا کے سرگوشی کی، ، کچھ لوگوں نے روز آنا اپنا وطیرہ بنا لیا لیکن کوئی بھی ان لڑکوں کی طرح ثابت قدم نہیں ہوا۔آخر ایک روز بوڑھے کی مسلسل یخ بستگی سے پہلا لڑکا چھلک پڑا۔اس نے اضطراب میں چیخ کے کہا۔بابا !اب آنکھیں کھولیے۔اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں کی بات سن لیتا ہے" بوڑھے نے کوئی جواب نہیں دیا۔ لڑکا کچھ توقف کے بعد پھر چیخا" ہم اس طرح کب تک آتے رہیں گے بابا؟ ہم آپ سے ذکر سیکھنے آئے ہیں۔آج ذکر کی اجازت لیے بغیر نہیں لوٹیں گے۔

ایک سال کے بعد بوڑھے کے ہونٹ متحرک ہوئے۔اس کے جسم میں لرزہ پیدا ہوا۔اس نے کئی جھرجھریاں لیں اور آنکھیں کھولیں۔لڑکوں پر دہشت بیٹھ گئی۔بوڑھے کی سرخ آنکھیں انھیں جلائے دے رہی تھیں۔یکا یک بوڑھے نے تیزی سے پلکیں جھپکا. تے ہوئے تین بار اپنی ران پر ہاتھ مارا اور ایک نعرہ لگایا۔فیل خانے کے درو بام گونج اٹھے۔ لڑکوں کے دل دہل گئے۔بوڑھا پھٹی پھٹی آواز میں چلایا۔جا، اجازت ہے۔"

جس لڑکے نے یہ جسارت کی تھی۔اس کی حالت اچانک متغیر ہونے لگی۔اس کا چہرہ دوپہر کی دھوپ کی طرح سفید پڑ گیا۔وہ وہیں پچھاڑیں کھانے لگا۔بوڑھے نے دوبار سکوت اختیار کر لیا تھا۔دوسرے لڑکے نے خوف زدگی کے عالم میں جیسے تیسے اسے سہارا دیا اور گھسیٹتا ہوا فیل خانے سے باہر لے آیا۔باہر آ کے اسے یہ فکر دامن گیر ہوئی کوئی شناسا نہ دیکھ لے۔وہ دونوں چھپ کر یہاں پر آتے تھے۔ابھی تک ان کے استاد مولوی فضل امام کو بھی خبر نہیں تھی۔اگر مولوی صاحب کو پتہ چل گیا تو کیا ہوگا؟" وہ اپنے ساتھی کی ہمت بندھاتا ہوا، اس کا بوجھ سنبھالے آگے بڑھتا رہا۔اسکے دوست کا سر اس کے کندھے پر لڑھک گیا تھا اور ٹانگیں اس طرح سڑک پر جھول رہی تھیں جیسے ان سے جان کھینچ لی گئی ہو۔کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد ایک اور قیامت ٹوٹی۔لرزیدہ لڑکے کے مسامات سے خون ٹپکنے لگا۔دوسرا

Marfat.com
Marfat.com

لڑکا پہلے ہی سراسیمہ تھا۔اب اس کی رہی سہی ہمت بھی جواب دینے لگی۔مجبوراً راہ گیروں کی مدد سے اس نے اپنے ساتھی کو اس کے گھر پہنچایا۔لڑکے کی حالت دیکھ کر گھر میں کہرام مچ گیا۔اسی لمحے مولوی فضل امام کو اطلاع بھجوائی گئی اور حکیم کو بلوایا گیا۔دونوں آگے پیچھے غم زدہ مکان میں داخل ہوئے اور لڑکے کی کیفیت دیکھ کر دنگ رہ گئے۔حکیم نے کہا۔"یہ تو جل رہا ہے"۔

حکیم کی ہدایت پر لڑکے کو گلاب اور کیوڑے کے کٹورے بھر بھر کر پلائے گئے مگر کوئی افاقہ نہیں ہوا بلکہ خون بہنے کے ساتھ ساتھ اس کے منہ سے دل خراش چیخیں بھی بلند ہونے لگیں۔حکیم نے اپنی معالجانہ زندگی میں پہلے ایسا کوئی مریض نہیں دیکھا تھا۔اس عجیب وغریب بیماری کی نوعیت کسی کی سمجھ میں نہیں۔علاج جاری رہا مگر بے سود ایک گھنٹے بعد دفعتہً لڑکے کی شہ رگ پھٹ گئی۔اس سے محبت کرنے والوں نے اس کے مرنے کی دعائیں مانگیں تا کہ وہ اس کرب و اذیت کی زندگی سے نجات پاجائے۔لڑکا مر تو گیا۔مگر اس کا بے جان جسم لرزتا رہا اور جگہ جگہ سے خون رستا رہا۔جب کہ سانس کبھی کی بند ہوگئی تھی۔

"کب سے اس کا یہ حال ہوا؟"مولوی فضل امام نے تاسف سے پوچھا دل شکستہ والدین نے اپنے بیٹے کے ساتھی کی طرف اشارہ کردیا۔ماتم گساروں کی ساری توجہ اسی کی طرف مرکوز ہوگئی۔" کیوں غوث! تم دونوں کہاں گئے تھے؟ سچ سچ بتاؤ کیا ماجرا ہے"؟ مولوی صاحب نے درشتی سے کہا۔

غوث نے مرتعش لہجے میں اپنے استاد کو ساری روداد سنا دی۔اس نے بتایا کہ وہ چھپ کے فیل خانے میں بیٹھے ہوئے بوڑھے بابا کے پاس جاتے تھے۔پورے ایک سال سے جارہے تھے۔آج تک کچھ نہیں ہوا تھا۔مگر آج یہ واقعہ پیش آ گیا۔اس کہانی پر کسی کو یقین نہیں آرہا تھا مگر غوث کے لہجے میں صداقت کی مضبوطی تھی اس لیے سب خاموش رہے۔ فیل خانے کے بوڑھے کی بابت شہر کے ہر شخص نے کچھ نہ کچھ ضرور سنا تھا۔

مرنے والے کو نہلا دھلا کے کفن سے سجادیا گیا۔کفن میں بھی اس کا جسم لرز رہا

Marfat.com
Marfat.com

تھا۔ عزیزوں اور پڑوسیوں کی آہ وبکاہ میں اضافہ ہوگیا۔ لرزیدہ جنازہ رکھا ہوا تھا۔ اس حالت میں لڑکے کو قبر میں اتارتے ہوئے سب جھجک رہے تھے۔ آخر مولوی فضل امام نے جنازہ اٹھانے کا حکم دیا۔ جنازے کا ہیبت زدہ ماتمی جلوس بین کرتا ہوا فیل خانے کی طرف چلا جہاں بوڑھا شخص تمام دنیا سے بے نیاز اپنے آپ میں گم بیٹھا تھا۔ جنازہ اس کے سامنے لے جاکر رکھ دیا گیا۔ تمام لوگ سوگوار سہمے ہوئے چپ کھڑے تھے۔ مولوی فضل امام پہلے تو کچھ دیر سوچتے رہے، پھر جرات کے ساتھ آہستہ آہستہ آگے بڑھے۔ انھوں نے یک لخت بوڑھے کا شانہ جھنجوڑنا شروع کردیا۔ بوڑھے کے چہرے پر سلوٹوں کا جال بچھ گیا۔ اس نے کراہ کے اپنی سرخ آنکھیں کھول دیں۔ وہ جنازے کے ماتم گساروں کو خشمگیں نظروں سے گھورنے لگا۔ پھر جلدی ہی وہ اکتا کے دوبارہ آنکھیں بند کرلینا چاہتا تھا مگر مولوی فضل امام نے آزردگی سے کہا" میاں! ایک بچے پر اتنا غصہ؟ یہ آپ نے کیا کرڈالا؟"

بوڑھا پلکیں پٹ پٹانے لگا اور گم سا ہوگیا۔ مولوی صاحب نے دوبارہ کہا" میاں یہ آپ نے کیا کرڈالا"؟

بوڑھے کو غصہ آگیا۔ اس نے تلخی سے کہا۔" ہم کیا کرتے، یہ روز آکے ہمیں ستاتے تھے۔ ہم کب تک تماشا دیکھتے؟ آج ہماری زبان سے بھی ایک بات نکل گئی۔ جا، اب اسے لے جا، مٹی ڈال دے۔"

اس سے پہلے کہ اکتایا ہوا بوڑھا پھر اپنے سمندر میں ڈوب جاتا، مولوی فضل امام نے تیزی سے کہا۔" لے جاتا ہوں میاں' لے جاتا ہوں لیکن اس حالت میں کیسے لے جاؤں؟ خون اور لرزہ تو بند ہو۔"

بوڑھے نے جھنجلا کے کہا۔" دیوانے! ایسے شہیدوں کا خون بھی کہیں بند ہوتا ہے۔ بس اسے لے جا" بوڑھا دوبارہ سب سے غافل ہوگیا۔

ناچار مرنے والے کو اسی حالت میں دفن کردیا گیا۔

کفن دفن کے بعد مولوی فضل امام نے اپنے دوسرے شاگرد غوث کو ساتھ لیا اور

Marfat.com
Marfat.com

دوبارہ بوڑھے شخص کے پاس پہنچے۔ اس بوڑھے کا سر جھکا ہوا تھا لیکن وہ اپنے حال میں بدستور مست تھا۔ مولوی صاحب نے چند لمحوں تک توقف کیا۔ پھر سرگوشی کے لہجے میں اس سے مخاطب ہوئے "میاں! کہیں اس بچے سے بھی ناراض نہ ہو جائے گا۔"

بوڑھے کا استغراق ٹوٹ گیا۔ اس نے سر اٹھا کے دونوں کو باری باری غیر جذباتی انداز میں دیکھا اور بھاری آواز میں کہا"۔ تو پھر اسے منع کر دو، ہمیں نہ چھیڑا کرے"۔

مولوی فضل امام نے غوث کو ہدایت کی کہ وہ آئندہ بوڑھے کے پاس نہ آئے کیونکہ بوڑھا بے آرام ہوتا ہے۔ مولوی صاحب کا خیال تھا کہ غوث اپنے ساتھی کا عبرت انگیز انجام دیکھ کے آئندہ فیل خانے جانے سے خود ہی پرہیز کرے گا۔ بہر حال غوث نے اپنے استاد کو کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ کچھ کہے بغیر گھر چلا گیا۔ اس کے دل و دماغ پر بوڑھے کے جذب و استغراق کا گہرا اثر ہوا تھا۔ اس کی کشش اتنی تیز تھی کہ غوث بستر پر رات بھر کروٹیں بدلتا رہا۔

لڑکے کا نام سید غوث علی اور بوڑھے کا نام جعفر شاہ تھا۔ جعفر شاہ اپنے زمانے کے ایک باجلال، صاحب کرامت بزرگ تھے۔ یہ پٹالیے کا واقعہ ہے۔ غوث کے سامنے اس کے عزیز ہم جماعت کا ہول ناک ماجرا گزر چکا تھا اور اس کے مربی استاد نے اس بوڑھے کے پاس نہ جانے کی تاکید کر دی تھی۔ اس کے باوجود سید غوث دوسرے ہی دن وہاں جا پہنچا۔ وہ بوڑھے کے قریب ایک جانب سکڑ کے بیٹھ گیا۔ کوئی جذبہ تھا جو اسے وہاں لے گیا تھا۔ وہ جذبہ کیا تھا؟ غوث علی اس جذبے کو کوئی نام نہیں دے سکتا تھا۔ بس اس کے قدم خود بخود فیل خانے کی طرف اٹھ جاتے تھے۔ اس نے وہاں حاضری دینا اپنا معمول بنا لیا۔ وہ بے خودی کے عالم میں بیٹھا جعفر شاہ کو تکتا رہتا۔ شروع شروع میں جعفر شاہ نے اسے درخور اعتنا نہیں سمجھا۔ انھوں نے نہ آنکھ کھولی، نہ غوث سے کوئی کلام کیا۔ پھر بھی غوث کے استقلال میں کمی نہیں آئی۔ آخر رفتہ رفتہ جعفر کا فولاد پگھلنے لگا اور وہ آنکھیں کھول کر دیکھنے لگے۔ ان کی نگاہ میں شفقت آتی گئی اور وہ نرمی سے پیش آنے لگے۔ اس طرح بتدریج

Marfat.com
Marfat.com

دونوں کے درمیان انسوالتفات بڑھتا گیا۔

انھی دنوں ایک دفعہ شاہ غلام علی کے خلیفہ پٹیالے آئے وہ غوث کے مدرسے میں مولوی فضل امام سے ملنے پہنچے اور روح وروحانیت کے مسائل پر بحث کرتے ہوئے ان سے پوچھنے لگے۔ ''پٹیالے میں کوئی کامل فقیر بھی ہے؟'' اس سوال سے ان کا مقصد شاید یہ تھا کہ پٹیالہ نوازا نہیں گیا ہے؟ مگر ظاہر ہے کہ پٹیالے کی زمین خالی نہیں رہ سکتی تھی۔

غوث ایک دم اٹھا۔ اس نے مؤدبانہ عرض کیا۔ ''میرے ساتھ آیئے، میں آپ کو ان کے پاس لے چلتا ہوں''۔

غوث علی انھیں جعفر شاہ کے پاس لے گیا اور وہاں پہنچتے ہی بلند آواز میں بولا۔

''میاں آنکھیں کھولیے، آپ کے لیے ایک شکار لایا ہوں۔''

جعفر شاہ کے ساکت جسم میں بے قراری کی کئی لہریں نمودار ہوئیں۔ انھوں نے پلکیں اٹھا کے دیکھا اور بولے ''کیوں رسوا کرتا ہے؟ اچھا بیٹھ جا۔ بیٹھ جا''۔

اجازت پا کے دونوں مطمئن ہوئے اور بیٹھ گئے۔ جعفر شاہ کے جلال کا اثر کسی قدر دور ہوا۔ وہ آج کچھ اعتدال کی حالت میں تھے اور طبیعت میں کچھ خوش گواری تھی۔ وہ شاہ غلام علی کے خلیفہ سے ان کا حال پوچھنے لگے۔ گفتگو کے دوران میں خلیفہ نے جھجکتے ہوئے ان سے کہا۔ ''حضرت میرے لطائف جاری نہیں ہوتے کچھ توجہ فرمایئے۔''

''کیا کہا؟'' جعفر شاہ چونک کے بولے ''تمھارے لطائف جاری نہیں ہوتے؟ اچھا ابھی لو۔'' وہ اپنے ہاتھ کو چکر پہ چکر دینے لگے۔ ان کے منہ سے صرف ایک لفظ کی گردان جاری تھی۔ ''چل۔ چل۔ چل۔''

جعفر شاہ کی گردان سے خلیفہ کی حالت غیر ہوگئی۔ وہ دل تھام کے اچانک لوٹنے لگے۔ غوث علی کا ماتھا ٹھنکا۔ اس نے چیخ کے فریاد کی۔ ''میاں! میاں! کچھ مہمان کا خیال کیجیے۔ کیا انھیں بھی مار ڈالیے گا۔''

غوث علی کی مداخلت پر جعفر شاہ کا ہاتھ رک گیا اور ان کی گردان بند ہوگئی۔ وہ

Marfat.com
Marfat.com

پرسکون لہجے میں غوث سے کہنے لگے۔ "اچھا کیا، تو نے بروقت یاد دلایا مگر ایک بات گرہ میں باندھ لے۔ یہاں آنا ہے تو ہم سے خطاب مت کیا کر۔ چپ چاپ بیٹھ رہا کر۔

شاہ غلام کے خلیفہ کی حالت بھی متعدل ہوگئی۔ پھر انھوں نے جعفر شاہ کے سامنے ہاتھ جوڑ کے کہا۔ "حق آگاہ! آپ نے بجا ارشاد فرمایا۔ تعلیم کا طریقہ یہی ہے۔ غوث علی سے نادانی ہوئی۔ میں بھی بہک گیا۔ اس دن کے بعد سے خلیفہ جب تک پٹیالے میں رہے ہر روز جعفر شاہ کی خدمت میں حاضری دیتے رہے۔ ان کا معمول تھا کہ ایک گوشے میں ادب سے بیٹھ جاتے اور جب جعفر شاہ کی مرضی ہوتی، ان سے بات کرتے ورنہ خاموشی سے واپس چلے آتے۔ اس طرح انھوں نے جعفر شاہ سے جذب وسلوک کی خاصی تعلیم حاصل کی اور ایک روز اچانک گریباں چاک کر کے جنگلوں کی طرف نکل گئے۔

غوث علی اور جعفر شاہ کا ارتباط جاری رہا۔ جعفر شاہ عام لوگوں کے لیے مجسم جلال تھے مگر غوث علی کے لیے انھوں نے اپنے جمال کے دریچے کھلے رکھے۔

سید غوث علی کے آباؤ اجداد خراسان سے چلے تھے۔ وہ سندھ میں ایک مدت قیام کرنے کے بعد ہندوستان کے کوچے کوچے کا سفر کرتے ہوئے ضلع مونگیر صوبہ بہار میں قیام پذیر ہوگئے۔ ان کے جد امجد سید ظہور الحسن نے موضع استھاوال کی ایک لڑکی سے نکاح کرلیا۔ سید غوث کا خانوادہ علم وفضل اور طریقت ومعرفت میں دور دور مشہور تھا۔ ان کے والد سید احمد علی اپنے والد کے مرید تھے۔ ان کی پہلی شادی سترہ سال کی عمر میں ہوئی۔ پھر انھوں دوسرا نکاح اور تیسرا نکاح کیا۔ ابتداً وہ سرکاری اداروں میں ملازم تھے۔ رفتہ رفتہ رسالدار ہوگئے۔ غوث علی کی ولادت ۷ دسمبر ۱۸۰۴ء میں ان کی دوسری بیوی کے بطن سے ہوئی۔ بعض وجوہ سے غوث علی کو ماں کا دودھ پلوانا مناسب نہیں سمجھا۔ یہ خدمت ایک ہندو پنڈتانی کے سپرد ہوئی۔ پنڈتانی کی کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی چنانچہ اس نے غوث علی کی پرورش اپنے حقیقی بیٹے کی طرح کی اور اپنی طرف سے اس کا نام گنگا بش رکھا۔ غوث کی خوش نصیبی کا زمانہ اس کے بچپن ہی سے شروع ہوگیا تھا۔ اسے اپنی ماں کے علاوہ رضائی ماں اور سوتیلی

Marfat.com
Marfat.com

ماؤں کی طرف سے بھی بے پناہ شفقتیں ملیں۔ ہر بات کا خیال رکھا جاتا تھا۔اس کا خانوادہ دور و نزدیک عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔سید ظہور الحسن سے ان کے والد تک علم و عرفان کا ایک سلسلہ تھا جو کہیں ٹوٹا نہیں۔اس کے والد ایک صاحب کرامت بزرگ تھے۔سلطانی میں درویشی اور درویشی میں سلطانی ان کا شعار تھا۔گھر میں ہر وقت ان لوگوں کا ذکر رہتا تھا جنھوں نے دنیا ترک کر دی اور عشق میں مر گئے۔

عشق کیا ہے؟ جذب کسے کہتے ہیں؟ سلوک کی کون سی منزل ہے؟ فنا کیا ہے؟ بقا کیا؟ نور کیا ہے؟ تاریکی کیا؟ وجود کیا ہے؟ عدم کیا؟ ثبات کسے کہتے ہیں؟ عقل کا قیام کہاں ہے؟ انھی مسائل و مشاغل اور مناظرہ و مباحث میں غوث علی کا بچپن گزرا۔اس کے گھر درویشوں کے قافلے آتے اور چند گھڑیاں، چند دن حکمت و نور کے تذکرے کر کے گزر جاتے۔اس کے باوجود یہ لوگ بستی کے عام لوگوں میں شامل تھے اور انھی میں رہتے تھے۔ وہ کوئی علیحدہ لوگ نہیں تھے۔انھوں نے دنیا میں رہ کے دین کا دامن نہیں چھوڑا اور دین میں رہ کے دنیا سے رابطہ قائم رکھا۔غوث علی کے بھائی انوار الحسن کا واقعہ ہے۔غوث اپنی عمر کے ابتدائی دنوں میں انوار الحسن کے ساتھ مکان کے صحن میں کھیل رہا تھا۔کھیلتے کھیلتے اسے اپنے سر کے اوپر آہٹ سی محسوس ہوئی۔اس نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کے دیکھا تو حیرت زدہ رہ گیا۔آسمان سے زرق برق کپڑوں میں ملبوس سواروں کا ایک دستہ زمین پر اتر رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ زمین پر آ گئے اور ایک سوار نے انوار الحسن کو مخاطب کر کے کہا۔"آؤ"۔ انوار الحسن غوث کو تنہا چھوڑ کے گھوڑے پر سوار ہو گئے اور گھوڑا انھیں لیے ہوئے آسمان کی طرف اٹھنے لگا۔چند لمحوں میں انوار الحسن اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔نیلے آسمان پر بادلوں کے بڑے بڑے ٹکڑے تیر رہے تھے اور سواروں کا دستہ انھی بادلوں میں کہیں چھپ گیا تھا۔غوث علی دم بخود رہ گیا۔پھر دفعتہً اسے صورت حال کا احساس ہوا۔اس نے تمام تر طاقت سے اپنی ماں کو آواز دی۔ماں دوڑی ہوئی آئیں تو غوث نے پھولی ہوئی سانسوں کے درمیان یہ اضطراب انگیز واقعہ انھیں سنایا مگر یہ دیکھ کے غوث کی حیرت کا ٹھکانا نہ رہا کہ

Marfat.com
Marfat.com

ماں پریشانی کے بجائے مسکرا رہی ہیں ۔ ماں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے شفقت سے کہا۔ ''بیٹا اوہ سیر کو گیا ہے، واپس آ جائے گا۔اس سے پہلے بھی کئی بار وہ وہاں کا گشت لگا چکا ہے۔فکر نہ کر، اب تو وہ بڑا ہو گیا ہے شیر خواری کے زمانے میں وہ بار ہا اسی طرح غائب ہوا اور پھر بخیر و عافیت واپس آ گیا''۔

مگر ماں کی بات غلط ثابت ہوئی ۔اس بار وہ واپس نہیں آئے۔ بھائی کی صورت رہ رہ کے غوث کے تصور میں ابھرتی تھی ۔آخر ایک روز اس نے اپنی ماں سے پوچھ ہی لیا۔ ''آپ تو کہتی تھیں کہ بھائی اسی طرح اکثر غائب ہوتے ہیں اور لوٹ آتے ہیں لیکن اس دفعہ تو وہ ابھی تک واپس نہیں لوٹے؟''

ماں نے جواب دیا۔لوٹا کیوں نہیں ۔''وہ ہر جمعے کی شب یہاں چھپ کے آتا ہے اور مجھ سے مل کے چلا جاتا ہے۔ میں نے گزشتہ جمعے کو اس سے کہا تھا۔انوار کبھی اپنے والد سے بھی مل لیا کر۔وہ تجھے دیکھنے کے مشتاق رہتے تھے ہیں ۔اس نے جواب دیا۔ بہت اچھا، حاضر ہوں، بلوا لیجیے میں نے تیرے والد کو بلوایا۔وہ انوار سے بولے، میاں! تم نے تو صورت دکھانی بھی چھوڑ دی کہاں رہتے ہو انوار نے یہ سن کے میری اور تیرے والد کی آنکھیں بند کروائیں اور کہا ۔ میں آپ کو اپنا مسکن دکھاتا ہوں لیجیے دیکھیے ہم نے فوراً آنکھیں کھول دیں۔ہمیں اپنے سامنے ایک دل کشا باغ نظر آیا۔لبریز نہریں لہلہاتا ہوا سبزہ کھلے ہوئے پھول میووں سے لدے ہوئے درخت، خوش الحان اور نغمہ سنج پرندے اور خوب صورت عمارتیں ۔ہم سات روز تک اس باغ میں گھومتے رہے مگر نہ اس کی ابتدا ملی نہ انتہا اور نہ وہاں انوار نظر آیا ہمیں جب بھوک لگتی میوے کھا لیتے ۔ پیاس لگتی تو نہروں سے پانی پی لیتے رات کو جس مکان میں دل چاہتا سو جاتے آٹھویں دن انوار مسکراتا ہوا ہمارے پاس پہنچا اور بولا آپ نے دیکھ لیا کہاں رہتا ہوں تیرے والد نے کہا ہاں دیکھ لیا مگر تم ہمیں چھوڑ کے کہاں چلے گئے تھے بیٹا ہم آدمیوں میں رہنے کے عادی ہیں یہاں تنہائی میں ہمارا دل نہیں لگا بھلا گھر والے کیا سوچ رہے ہوں گے بہتر ہوگا کہ تم ہیں جہاں سے لائے ہو

Marfat.com
Marfat.com

وہیں پہنچادو انوار نے کہا اچھا آنکھیں بند کیجیے ہم نے پہلے کی طرح آنکھیں بند کر کے دوبارہ کھولیں اب ہم اپنے گھر میں موجود تھے وہی تاریخ تھی اور وہی وقت تھا۔"

غوث علی کے بھائی انوار الحسن ابدال کے زمرد میں شمار کیے جاتے تھے ان کے کشف و کرامات کے صد ہا واقعات مشہور ہیں۔

یہ تھا وہ ماحول جہاں غوث علی نے آنکھ کھولی اس کے بچپن ہی میں ایسے واقعات آئے جو گردوپیش سے سوا سوچنے پر مجبور کر دیتے جہاں قلندروں کا اجتماع ہو اور آدمی دنیا کی بقدر دنیا پروا کرتا ہو وہاں غوث علی کیسے پیچھے رہتا۔

اس کی عمر چار برس چار مہینے کی تھی کہ ماں نے اسے بسم اللہ پڑھوائی اور کلام پاک شروع کرادیا ساتھ ساتھ غوث نے اپنی رضاعی ماں کے شوہر پنڈت رام سینی سے شاستر کا آغاز کیا۔ اس نے صرف دس برس کی عمر میں نصف قرآن حفظ کرلیا اور نصف ناظرہ پڑھ لیا۔ غوث کی طبیعت میں تلاش و جستجو کا جوہر بہت زیادہ تھا فارسی کا سکندر نامہ اس نے اپنی بڑی والدہ سے پڑھا اور سنسکرت کی تعلیم پنڈت رام سینی سے حاصل کی عربی صرف و نحو بڑے نانا سے سیکھی۔

علم و آگہی کی ابتدا کا زمانہ تھا کہ ایک دن غوث کے والد اسے حاجی لعل نامی ایک بزرگ کے پاس لے گئے۔ حاجی لعل نے جیسے ہی اسے دیکھا تعظیماً سروقد کھڑے ہوگئے۔ پھر انھوں نے اسے تپاک سے اپنے پاس بٹھایا اور عجز و انکسار سے کہا۔ "میاں! ہم بہت دنوں سے آپ کے منتظر تھے۔ اچھا ہوا کہ آپ آگئے ہمارے پاس آپ کے لیے ایک امانت رکھی ہے وہ لے لیجیے۔"

اس وقت خصوصی محفل جمی ہوئی تھی۔ دروازہ بند تھا۔ خوش الحان قوال غزل سرا تھے۔ قوالی کے دوران میں حاجی لعل کو جوش آ گیا۔ اسی عالم میں انھوں نے غوث کی طرف متوجہ ہو کے القا کیا۔ غوث پر بے خودی اور بے ہوشی طاری ہوگئی۔ اسے تن بدن کی خبر نہ رہی۔ محفل میں غوث علی کے نانا بھی موجود تھے۔ غوث کے نانا نے خفا ہو کے حاجی لعل سے کہا۔

Marfat.com
Marfat.com

"حاجی بھیا! اس کم سن بچے پر ایسی سخت نظر؟"

اس سے پہلے کہ حاجی لعل کوئی جواب دیتے، غوث علی کے والد نے مداخلت کی۔

"حضرت! یہ شکر کا موقع ہے، شکایت کا نہیں۔ حاجی صاحب کی توجہ بے سبب نہیں ہے"۔

غوث کے والد اسے بے ہوشی میں اٹھا کے گھر لے آئے غوث مسلسل آٹھ دن تک اسی کیفیت سے دو چار رہا۔ نویں دن کہیں اسے ہوش آیا۔ آٹھ دن کی بے خبری نے اس کے لیے باخبری کے بے شمار دروازے کھول دیے تھے۔ اس کے بعد اس پر کسی بزرگ کی توجہ نے اثر نہیں کیا اور اگر اثر کیا بھی تو اس پر بے خودی طاری نہیں ہوئی۔

غوث نے ایک طرف اصفیا سے فیضان حاصل کیا۔ دوسری طرف ایک سنیاسی سے جڑتالی کی مشق بھی کی۔ اس شغل میں ظاہری حواس مفقود ہو جاتے ہیں اور روح دماغ میں سمٹ آتی ہے۔ آدمی جس خیال میں بیٹھا ہو اسی خیال میں بیٹھا رہتا ہے۔ ایک روز جڑتالی کی مشق ختم کر کے غوث علی کو خیال آیا کہ دیکھیں کسی دوسرے پر بھی اس کا اثر ہوتا ہے یا نہیں۔ اس نے وہی مشق اپنے ایک بھائی کو کروائی۔ مشق کا عجیب ردعمل ہوا اس کا بھائی بے ہوش ہو کے مردوں کی طرح گر پڑا۔ غوث کو مشق کا اثر زائل کرنا نہیں آتا تھا اسے یہ فکر لاحق ہوئی کہ اب بے ہوش بھائی کا کیا علاج کیا جائے۔ ماں کو اطلاع ملی تو وہ گھبرائی ہوئی آئیں اور افسوس سے بولیں۔ "ایک تو گیا ہی تھا۔ اب دوسرا بھی چلا غوث! لوگ یہ سمجھیں تو نے بھائی کو مار ڈالا انھوں نے چند لمحوں تک کچھ سوچا۔ پھر دہی کا ایک پیالہ لا کے بے ہوش لڑکے کے سامنے گرا دیا دوسرے لوگ بھی وہاں جمع ہونے لگے۔ جو بھی آ کے ان سے اس سلسلے میں کچھ پوچھتا وہ کہہ دیتیں۔ نہ جانے کیا ہو گیا۔ اس نے دہی کھا کے قے کر دی ہے۔ غوث گھبرا کے سیناسی کے پاس پہنچا اور اسے پورا ماجرا سنایا سیناسی نے سرزنش کرتے ہوئے کہا۔ "کیا یہ عمل تمھیں اس لیے سکھایا گیا تھا کہ تم دوسروں کو تماشا بناؤ؟ وہ غوث کے ساتھ فوراً بے ہوش لڑکے کے پاس پہنچا۔ اس لڑکے کے سر پر مشکیں چھڑوائیں۔ تیسری مشک پر لڑکے کو ہوش آ گیا۔ وہ اٹھ بیٹھا۔ لوگ مطمئن ہو گئے۔ غوث نے اس بے ہوشی کے دوران

Marfat.com
Marfat.com

کی کیفیت پوچھی۔اس نے بتایا۔میں پکار پکار کے تم سب سے کہہ رہا تھا گھبراؤ نہیں میں زندہ ہوں اور کنویں میں پڑا ہوں مجھے نکالو۔"

انھی دنوں غوث کا ہم عمر ایک ہندو لڑکا اکثر دریا کے کنارے جا کے کوئی منتر پڑھتا تھا۔ایک روز غوث بھی اس کے ساتھ گیا اور غور سے لڑکے کا عمل دیکھتا رہا۔لڑکے نے چاول وغیرہ پکائے، بھینٹ دی، پوجا کی، پھر منتر پڑھ کے واپسی کے لیے تیار ہو گیا غوث نے اس سے پوچھا تو نے جو منتر پڑھا ہے اس کا کوئی کرشمہ بھی دکھا سکتا ہے؟ لڑکے نے جواب دیا، ہاں کیوں نہیں اس نے ایک کنکر اٹھایا۔منہ میں کچھ پڑھ کر پھونکا اور اسے ایک درخت پہ دے مارا۔اور درخت میں دیکھتے ہی دیکھتے اوپر سے نیچے تک آگ لگ گئی اور وہ جل کر سیاہ ہو گیا۔غوث نے لڑکے سے کہا اچھا تو اب ایک کنکر پڑھ کے مجھے مار۔لڑکے نے بہت انکار کیا مگر غوث کی ضد پر اسے مجبور ہونا پڑا آخر کار اس نے کہا چلو ہوشیار ہو جاؤ۔غوث نے پیراں پیر شیخ عبدالقادرؒ کا نام لے کر اپنے گرد ایک حصار کھینچ لیا۔لڑکے نے پہلا کنکر مارا کچھ نہیں ہوا۔دوسرا کنکر مارا کچھ نہیں ہوا۔اسی طرح اس کا تیسرا کنکر بھی ضائع گیا۔غوث نے سوچا کہ یہ بھروسا کرنا اور سہارا لینا مناسب نہیں ہے۔چنانچہ وہ حصار توڑ کر باہر نکل آیا اس نے لڑکے سے کہا اب پھینک کنکر لڑکا اپنے تین کنکروں کی ناکامی سے جھلایا ہوا تھا۔اس نے چوتھا کنکر اٹھایا اور غصے سے غوث کی طرف پھینکا۔اس بار کنکر غوث کے سینے پر لٹھ کی طرح پڑا لیکن دوسرے ہی لمحے بازگشت کے مانند اچٹ کر لڑکے کی پیشانی پر لگ گیا۔لڑکا اوندھے منہ گرا۔اس کی پیشانی سے خون جاری ہو گیا۔غوث بے حد سراسیمہ ہوا۔اس نے دوڑ کے لڑکے کے باپ کو اس واقعے کی اطلاع دی۔لڑکے کا باپ اسے اٹھا کے غوث کے نانا کے پاس لے گیا اور ان سے فریاد کرنے لگا۔غوث کے نانا نے غوث کو دو تین طمانچے مارے۔اس وقت وہ دس بارہ برس کا تھا۔اس کے نانا نے کہا "غوث! کیا شیخ عبدالقادرؒ تیرے لیے دوربین لگائے بیٹھے ہیں یا ہر وقت تیرے ساتھ لگے رہتے ہیں۔خبردار جو تو نے آئندہ کوئی ایسا قدم اٹھایا۔اگر یہ مر جاتا تو؟" لڑکے کے زخم مندمل ہونے میں کئی دن لگ گئے۔

Marfat.com
Marfat.com

غوث علی کا تجسس اس قدر شدید ہو گیا تھا کہ گھر والوں نے اسے احتیاط کی تلقین کرنی شروع کر دی تھی لیکن غوث کا تجسس کم نہیں ہوا۔ اسی زمانے کا ذکر ہے۔ غوث ایک روز "کافیہ" کا سبق پڑھ رہا تھا۔ راستے میں ایک فقیر نے اسے روک لیا اور کسی تمہید کے بغیر اس کے سبق وغیرہ کی کیفیت پوچھنے لگا۔ غوث نے سعادت مندی سے جوابات دیے فقیر بہت خوش ہوا۔ اس نے غوث کو ایک آیت بتا کر کہا: "فرزند! اسے گیارہ دن تک پڑھنا رات کے وقت حصار کھینچ کے اکیلے بیٹھ جانا اور آیت پڑھتے وقت چراغ کی لو دیکھتے رہنا"۔ فقیر کی اس برجستہ مہربانی نے غوث پر گہرا اثر کیا۔ اس نے اسی روز سے اس کی ہدایت پر عمل شروع کر دیا۔ پہلی رات تو کوئی بات ظہور میں نہیں آئی۔ دوسری رات اسے چراغ کی لو پر جھینگوں کے برابر دو شیر لڑتے ہوئے نظر آئے۔ تیسری رات چوہوں کے برابر شیر لڑتے ہوئے نظر آئے، چوتھی رات وہ شیر بلیوں کے برابر ہو گئے اور پانچویں رات وہ کچھ اور بڑھ کر کتوں کے برابر ہو گئے۔ ساتھ ہی چراغ گل ہو گیا اور کوٹھری کا دروازہ کھل گیا۔ غوث پر دہشت طاری ہو گئی اور خوف کے عالم میں وہ اپنی بڑی والدہ کی آغوش میں جا چھپا۔ اسی وقت اسے بخار چڑھ گیا اور گرد و پیش کا قطعی ہوش نہ رہا۔ صبح آیت بتانے والا فقیر آیا تو وہ بہت

اس نے غصے میں غوث سے کہا۔ "نادان! تو نے سارا عمل اکارت کر دیا"۔ غوث

تھے۔ انھوں نے فقیر سے کہا "شاہ جی! آپ ناحق ناراض ہو رہے

انا ہی تھا تو آپ خود بھی اس کے ساتھ بیٹھتے۔ بھلا یہ عمر اور

کے سامنے

میں کچھ پوچھتا

غوث گھبرا کے سینا

کہا۔ "کیا یہ عمل تمھیں

فوراً بے ہوش لڑکے کے پا

لڑکے کو ہوش آ گیا۔ وہ اٹھ بیٹ

ا۔ "آ، اب میں تجھے ایک چیز بے

ب فارسی قطعہ یاد کروا کے کہا

جایا کرے گا۔ غوث نے سوتے

طابق اسے روپیہ مل گیا۔ غوث نے

بھی یہی ہوا۔ اب ماں کو تشویش ہوئی۔

Marfat.com
Marfat.com

انھوں نے غوث سے پوچھا۔ "ارے بیٹے! تو روز یہ ایک روپیہ کہاں سے لے آتا ہے؟" غوث نے سارا ماجرسنایا۔ اس زمانے میں ایک روپیہ کی بڑی قیمت ہوتی تھی۔ ماں نے بیٹے کے ہاتھ کو بوسہ دے کر اس سے فقیر کا یاد کروایا ہوا قطعہ سنا اور خود بھی اسے پڑھنے کی اجازت طلب کی۔ غوث کو کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ اس نے فراخ دلی سے اجازت دے دی۔ اس طرح اس کی ماں کو بھی روز ایک روپیہ ملنے لگا۔ پھر ایک دن اس کی ماں نے اس کے والد کی موجودگی میں اس سے کہا بیٹے ! تم اپنے باپ کو بھی روپیہ حاصل کرنے کی اجازت کیوں نہیں دیتے؟" غوث کے والد نے کانوں کی لویں چھو کے نفی میں سر ہلایا اور کہا۔ "میں سمجھتا ہوں، اس سے قطعے کی تاثیر جاتی رہے گی۔" غوث کی والدہ نے دلیل پیش کی۔ "مگر روپے کی یہ طلب حرص وطمع کے باعث نہیں۔ برکت کے حصول کے لیے ہے۔" انھوں نے غوث کو اشارہ کیا۔ غوث نے اپنے والد کو بھی پڑھنے کی اجازت دے دی۔ اس کے والد نے رات کو سوتے وقت قطعہ پڑھا مگر اس بار وہ بے تاثیر ثابت ہوا۔ کسی کو کچھ نہیں ملا۔ تینوں بہت شرمندہ اور پریشان ہوئے۔

پھر یہ معاملہ غوث کے دادا کے سامنے پہنچا۔ انھوں نے پوتے کے سر پر ہاتھ رکھ کر نرمی سے کہا۔ "ہم تو باور کر رہے تھے کہ تم نے فقر کی راہ میں کوئی کمال حاصل کیا ہوگا مگر میاں یہ تم نے کون سی بڑی بات سیکھی ہے۔" غوث آزردہ ہو گیا۔ دادا سے اس کی آزردگی برداشت نہ ہو سکی۔ انھوں نے اسے سینے سے لگا لیا اور کہا۔ "اچھا ہم ایک ایسا عمل بتاتے ہیں جس سے تمھیں ایک روپے کے بجائے پانچ روپے روز ملنے لگیں گے"۔ انھوں نے اسے ایک شعر سنایا۔ غوث نے وہ شعر ازبر کر لیا۔ رات آئی تو اس نے قطعے کی طرح اس بار دادا کا شعر پڑھا اور سو گیا۔ اس کے دادا کی بات سچ نکلی۔ دوسری صبح اسے پانچ روپے مل گئے۔ غوث نے یہ عمل دو روز کیا۔ تیسرے روز اس کے دادا اس سے کہا یہ وہ عمل ہے کہ اگر تم روزانہ ہزاروں آدمیوں کو بھی سکھاؤ گے تو اس کی تاثیر یہی رہے گی۔" پھر انھوں نے اسے یک مشت پچاس روپے حاصل کرنے' یک عمل بتایا۔ تجربہ کرنے پر یہ عمل بھی گزشتہ دو

Marfat.com
Marfat.com

علموں کی طرح کامیاب رہا۔غوث کے لیے یہ پہلا موقع تھا کہ اسے اکٹھے پچاس روپے حاصل ہوئے۔ وہ دوڑ کر اپنے دادا کے پاس پہنچا۔اس نے روپے ان کے قدموں میں ڈال دیے، دادا آب دیدہ ہوگئے۔ اور انھوں نے غوث کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کے کہا۔ "بیٹا! فقیر کے لیے محض جو کی روٹی بہت ہوتی ہے فقیری تسلیم و رضا کا نام ہے۔حرص و آز کا نہیں۔"

دادا کی بات میں ایسا اثر تھا کہ غوث نے دوبارہ یہ عمل نہیں کیا۔اور روپے پیسے سے اس کا جی اکتا گیا۔

فقیری ایک بھٹی ہے جس میں تپ کر آدمی کندن بن کے نکلتا ہے۔ایک تو غوث کا اپنا ذہن رسا، دوسرے امتحان پر امتحان جو منزلیں برسوں کی ریاضت کے بعد بھی سر نہیں ہوتیں، غوث نے ان کا ذائقہ بچپن ہی میں چکھ لیا۔اس کا بچپن چھلنی کے مانند تھا۔جس میں غوث علی چھن رہا تھا جب اس کے والد دلی گئے تو انھوں نے اسے اپنے پاس بلالیا۔دلی میں اسے مولوی محمد اسماعیل کا فیض ملا۔اس نے ان سے کافیہ کا ایک سبق سیکھا اور شاہ عبدالعزیز سے حدیث پڑھی۔باقی کتابیں مولوی فضل امام نے اس کے جزوذہن کیں۔یہاں منطق، علم کلام، فلسفہ اور مختلف دینی کتابوں سے غوث علی سنورتا اور نکھارہا۔

ابتدائی تعلیم و تربیت کے بعد خاندانی دستور کے مطابق غوث علی نے سب سے پہلے اپنے والد کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔پھر اس کے والد اسے وقتاً فوقتاً مختلف اولیاء سے بیعت کراتے رہے۔اس کا نسبی سلسلہ سترہ واسطوں سے پیر پیراں غوث اعظمؒ سے جاملتا ہے اور تیس واسطوں سے رسول اکرمؐ تک پہنچتا ہے۔غوث علی کو اس کے والد نے میرا عظم علی قادری سے بھی بیعت کروایا تھا۔غوث سے میرا عظم علی قادری کی محبت کا یہ عالم تھا کہ وہ اسے اپنی آنکھوں سے ایک پل کے لیے بھی دور رکھنا گوارا نہیں کرتے تھے۔

اس زمانے میں امیرالدین چشتیؒ ایک صاحب کشف بزرگ گزرے ہیں۔غوث علی اکثر ان کی خدمت میں جاتا تھا۔ایک بار جذب کے عالم میں انھوں نے غوث کی طرف

Marfat.com
Marfat.com

بھرپور نگاہ ڈالی لیکن غوث علی پر ان کی توجہ کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ بزرگ نے حیرانی سے کہا۔ ''سید بچے! تیرا حوصلہ تو رشک کے قابل ہے یقین کر، اگر اس وقت لوہے کا ستون بھی ہوتا تو میری توجہ سے ریزہ ریزہ ہوجاتا مگر تجھے تو جنبش تک نہیں ہوئی۔ تو تو ابھی سے بلا نوش مے کش معلوم ہوتا ہے۔ تیرا پردہ کھلا ہوا ہے''۔ امیر الدین شاہ کی توجہ نے بہ ظاہر کوئی اثر نہیں کیا تھا مگر اس نگاہ سے غوث کا قلب آئینہ ہوگیا تھا۔ کہتے ہیں کہ پانچ سو کوس کی ہر چیز اس کی نگاہ کی زد پر رہنے لگی۔ میر الدین شاہ نے اسے ایک دوا بھی عطا کی تھی جس کا اثر اٹھارہ برس تک برقرار رہا۔

وہ میرٹھ میں مقیم تھا اور لباس کی حالت نہایت خستہ ہوچکی تھی۔ نیا لباس سلوانے کے لیے پیسے نہیں تھے۔ چنانچہ اس نے چھوٹے بچوں کو پڑھانا شروع کردیا۔ پڑھانے کے معاوضے میں جب اتنی رقم آگئی کہ لباس بن سکے تو اس نے پڑھانا ترک کردیا اور مولوی حبیب اللہ کی تربیت سے غوث کی طبیعت میں حیرت انگیز انقلاب آیا۔ اس نے ان سے تمام نقشبندی سلوک طے کیے اس طرح جب لطائف، دوائر اور انوار کی سیر ہوچکی تو مولوی حبیب اللہ نے اس سے کہا۔ جاؤ سید! اب تم فارغ التحصیل ہو''۔

غوث نے ادب سے کہا۔'' قبلہ! خادم نے آپ کی توجہ سے لطائف ودوائر کا تماشا تو خوب دیکھا لیکن گستاخی معاف، خدا کا پتہ نہ کسی دائرے میں ملا، نہ کسی لطیفے میں۔''

استاد کو اس وقت یہ بہت ناگوار گزری مگر رات کو انھوں نے غور وفکر کیا تو غوث علی کی صداقت کے قائل ہوگئے۔ وہ ایک دانا اور منصف آدمی تھے۔ صبح انھوں شاگرد سے کہا۔ ''سید تم نے سچ کہا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ خدا کسی دائرے اور کسی لطیفے میں مقید نہیں ہے۔ آفریں ہو تم پر کہ تم نے ہمیں یہ بات سمجھائی۔ ہمارے پاس اب تک صدہا طالب علم آئے ہوں گے مگر کسی نے اس سوجھ بوجھ کا ثبوت نہیں دیا۔'' مولوی حبیب نے غوث کو دلی لے جاکے شاہ ابوسعید سے ملوایا۔ شاہ ابوسعید نے نووارد کو اشتیاق سے دیکھا اور اس پر کامل توجہ مرکوز کردی مگر غوث پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ وہ بہت حیران ہوئے۔ پھر مولوی حبیب نے

Marfat.com
Marfat.com

غوث علی کا تجسس اس قدر شدید ہو گیا تھا کہ گھر والوں نے اسے احتیاط کی تلقین کرنی شروع کر دی تھی لیکن غوث کا تجسس کم نہیں ہوا۔ اسی زمانے کا ذکر ہے۔ غوث ایک روز ''کافیہ'' کا سبق پڑھ رہا تھا۔ راستے میں ایک فقیر نے اسے روک لیا اور کسی تمہید کے بغیر اس کے سبق وغیرہ کی کیفیت پوچھنے لگا۔ غوث نے سعادت مندی سے جوابات دیے فقیر بہت خوش ہوا۔ اس نے غوث کو ایک آیت بتا کر کہا: ''فرزند! اسے گیارہ دن تک پڑھنا رات کے وقت حصار کھینچ کے اکیلے بیٹھ جانا اور آیت پڑھتے وقت چراغ کی لو دیکھتے رہنا''۔ فقیر کی اس برجستہ مہربانی نے غوث پر گہرا اثر کیا۔ اس نے اسی روز سے اس کی ہدایت پر عمل شروع کر دیا۔ پہلی رات تو کوئی بات ظہور میں نہیں آئی۔ دوسری رات اسے چراغ کی لو پر جھینگوں کے برابر دو شیر لڑتے ہوئے نظر آئے۔ تیسری رات چوہوں کے برابر شیر لڑتے ہوئے نظر آئے، چوتھی رات وہ شیر بلیوں کے برابر ہو گئے اور پانچویں رات وہ کچھ اور بڑھ کر کتوں کے برابر ہو گئے۔ ساتھ ہی چراغ گل ہو گیا اور کوٹھری کا دروازہ کھل گیا۔ غوث پر دہشت طاری ہو گئی اور خوف کے عالم میں وہ اپنی بڑی والدہ کی آغوش میں جا چھپا۔ اسی وقت اسے بخار چڑھ گیا اور گرد و پیش کا قطعی ہوش نہ رہا۔ صبح آیت بتانے والا فقیر آیا تو وہ بہت ناراض تھا۔ اس نے غصے میں غوث سے کہا۔ ''نادان! تو نے سارا عمل اکارت کر دیا''۔ غوث کے نانا وہاں موجود تھے۔ انھوں نے فقیر سے کہا ''شاہ جی! آپ ناحق ناراض ہو رہے ہیں۔ اگر آپ کو اس سے عمل کروانا ہی تھا تو آپ خود بھی اس کے ساتھ بیٹھتے۔ بھلا یہ عمر اور ایسا جلالی عمل؟

فقیر کچھ نادم ہوا اور اس نے غوث سے کہا۔ ''آ، اب میں تجھے ایک چیز بے مشقت دیتا ہوں''۔ وہ غوث کو الگ لے گیا۔ اس نے اسے ایک فارسی قطعہ یاد کروا کے کہا اسے سوتے وقت تین بار پڑھ لیا کر۔ صبح تجھے ایک روپیہ مل جایا کرے گا۔ غوث نے سوتے وقت وہ قطعہ پڑھ لیا۔ دوسری صبح فقیر کی پیش گوئی کے مطابق اسے روپیہ مل گیا۔ غوث نے روپیہ اپنی ماں کے حوالے کر دیا۔ دوسری اور تیسری صبح بھی یہی ہوا۔ اب ماں کو تشویش ہوئی۔

Marfat.com
Marfat.com

انھوں نے غوث سے پوچھا۔ ''ارے بیٹے !تو روز یہ ایک روپیہ کہاں سے لے آتا ہے؟'' غوث نے سارا ماجرا سنایا۔ اس زمانے میں ایک روپیہ کی بڑی قیمت ہوتی تھی ۔ ماں نے بیٹے کے ہاتھ کو بوسہ دے کر اس سے فقیر کا یاد کروایا ہوا قطعہ سنا اور خود بھی اسے پڑھنے کی اجازت طلب کی ۔غوث کو کیا اعتراض ہو سکتا تھا ۔ اس نے فراخ دلی سے اجازت دے دی ۔اس طرح اس کی ماں کو بھی روز ایک روپیہ ملنے لگا ۔ پھر ایک دن اس کی ماں نے اس کے والد کی موجودگی میں اس سے کہا بیٹے !تم اپنے باپ کو بھی روپیہ حاصل کرنے کی اجازت کیوں نہیں دیتے ؟'' غوث کے والد نے کانوں کی لویں چھو کے نفی میں سر ہلایا اور کہا۔''میں سمجھتا ہوں، اس سے قطعے کی تاثیر جاتی رہے گی ۔'' غوث کی والدہ نے دلیل پیش کی ۔''مگر روپے کی یہ طلب حرص وطمع کے باعث نہیں ۔ برکت کے حصول کے لیے ہے۔ انہوں نے غوث کو اشارہ کیا۔غوث نے اپنے والد کو بھی پڑھنے کی اجازت دے دی ۔ اس کے والد نے رات کو سوتے وقت قطعہ پڑھا مگر اس بار وہ بے تاثیر ثابت ہوا۔ کسی کو کچھ نہیں ملا ۔تینوں بہت شرمندہ اور پریشان ہوئے۔

پھر یہ معاملہ غوث کے دادا کے سامنے پہنچا۔ انھوں نے پوتے کے سر پر ہاتھ رکھ کر نرمی سے کہا۔''ہم تو باور کر رہے تھے کہ تم نے فقر کی راہ میں کوئی کمال حاصل کیا ہوگا مگر میاں یہ تم نے کون سی بڑی بات سیکھی ہے ۔''غوث آزردہ ہو گیا ۔ دادا سے اس کی آزردگی برداشت نہ ہو سکی ۔انھوں نے اسے سینے سے لگا لیا اور کہا۔''اچھا ہم ایک ایسا عمل بتاتے ہیں جس سے تمھیں ایک روپے کے بجائے پانچ روپے روز ملنے لگیں گے''۔ انھوں نے اسے ایک شعر سنایا۔غوث نے وہ شعر ازبر کر لیا۔ رات آئی تو اس نے قطعے کی طرح اس بار دادا کا شعر پڑھا اور سو گیا۔ اس کے دادا کی بات سچ نکلی ۔ دوسری صبح اسے پانچ روپے مل گئے ۔ غوث نے یہ عمل دو روز کیا۔ تیسرے روز اس کے دادا اس سے کہا یہ وہ عمل ہے کہ اگر تم روزانہ ہزاروں آدمیوں کو بھی سکھاؤ گے تو اس کی تاثیر یہی رہے گی ۔''پھر انھوں نے اسے یک مشت پچاس روپے حاصل کرنے' یک عمل بتایا۔ تجربہ کرنے پر یہ عمل بھی گزشتہ دو

Marfat.com
Marfat.com

شاہ ابوسعید کے سامنے غوث کا حال بیان کیا۔ اور اس کا بیان کیا ہوا نکتہ دہرایا۔ شاہ صاحب چونک پڑے۔ انھوں نے غوث سے کہا "صاحبزادے ! ہم تک بزرگوں سے جو کچھ پہنچا تھا وہ ہم نے تمھیں منتقل کر دیا۔ اگر تمھارا حوصلہ فراخ اور طلب غالب ہے تو اب کہیں اور جا کے جستجو کرو"۔

شاہ ابوسعید کی یہ بات غوث کے دل کو لگی۔ اب وہ بلوغ کی سرحد میں قدم رکھ چکے تھے۔ ان کا قد بلند ہو گیا تھا۔ اعضا متناسب، رنگ سرخ و سپید، پیشانی کشادہ اور سینہ چوڑا، داڑھی سیاہ اور بھری ہوئی۔ دانت شفاف اور متفرق۔ ان پر جس کی نظر پڑتی وہ انھیں دیکھتا ہی رہ جاتا۔ شاہ ابوسعید کی بات ہفتوں ان کے ذہن میں گردش کرتی رہی اور پھر ان کے قدم گردش میں آ گئے۔ وہ حق کی جستجو میں گھر سے نکل گئے۔ انہوں نے تقریباً ربع صدی کی طویل مدت سیر و سیاحت میں گزار دی۔ وہ فقرا اور صوفیا کی تلاش میں یا ان کے مزارات دیکھنے کی دھن میں لمبے لمبے سفر کرتے۔

جب وہ پہلی بار کلیر گئے تو حضرت صابر کلیریؒ کی درگاہ میں ان کا ایک سال تک قیام رہا۔ یہاں انہیں صابر کلیریؒ کا مکمل تلطف حاصل ہوا۔ ایک بار وہ دو وقت کے فاقے سے تھے۔ نقاہت اور ناتوانی نے ان کی یک سوئی سلب کر لی تھی۔ تنگ آ کے وہ صابر کلیریؒ کے مزار پر پہنچے اور ناز کے ساتھ ان سے گویا ہوئے۔ "حضرت! آپ نے خود تو عمر بھر گولریاں کھائیں۔ ہمیں کیا بھوکا مارے گا؟" یہ کہہ کے وہ چلے آئے۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی۔ ایک خادم ان کے پاس آیا۔ اس نے ان سے بہت معذرت کی اور ادب سے ان کے سامنے کھانے کا خوان رکھ کے چلا گیا۔ سید غوث کے ہونٹوں پہ تبسم پھیل گیا۔

ایک بار درگاہ کے تمام خدام شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کے عرس میں گئے ہوئے تھے۔ خانقاہ میں سید غوث اور ایک مجذوب کافر شاہ کے سوا کوئی نہیں تھا۔ کافر شاہ کی طبیعت ناساز تھی۔ انہوں نے اچانک سید غوث سے کہا۔ "بھیا! اب میرا وقت آ گیا ہے۔ تمہیں تکلیف تو ہوگی میرے کپڑے تالاب سے دھولاؤ اور مجھے نہلا دو۔ میں جا رہا ہوں۔" سید غوث نے خندہ پیشانی سے ان کے کپڑے دھوئے اور انہیں اچھی طرح نہلا دیا۔ کافر شاہ چادر تان کے

Marfat.com
Marfat.com

لیٹ گئے۔اسی حالت میں ان کا انتقال ہوگیا۔سید غوث ان کی میت کے پاس خاموش بیٹھے رہے۔اس زمانے میں خانقاہ کے آس پاس گھنا جنگل تھا۔آدھی رات کا وقت ہوا تو سید غوث کو خیال آیا۔میت تنہا چھوڑنا مناسب نہیں ہے۔دوسری طرف میت کی مسلسل حفاظت کے باعث ان کی نماز قضا ہورہی تھی۔وہ سخت متفکر تھے کہ کیا کریں اور کیسے اٹھیں؟ ابھی وہ ہی سوچ رہے تھے کہ اچانک متوفی کافر شاہ ہڑبڑا کے اٹھ بیٹھے۔سید غوث سمجھے،شاید ان کی لاش میں بدروح حلول کرگئی ہے۔چنانچہ انہوں نے ڈنڈا سنبھالا اور کافر شاہ پر جھپٹے۔کافر شاہ گھبرا کے چلائے۔"ہیں ہیں سید! یہ کیا کررہے ہو؟ بھائی! میں کافر شاہ ہوں۔تم نماز قضا ہونے کی وجہ سے متردد تھے نا اس لیے حضورؒ نے مجھے کچھ وقت کے لیے دوبارہ بھیج دیا ہے تاکہ تم اطمینان سے نماز ادا کرسکو۔اب میں دن چڑھنے کے بعد سفر پر جاؤں گا۔جاؤ، تم بے فکری سے نماز پڑھ سکتے ہو۔" سید غوث نے ڈنڈا رکھ دیا اور کافر شاہ سے تین سوالات کیے۔

-1 آپ کون ہیں؟

-2 آپ کو فیض کہاں سے حاصل ہوا؟

-3 موت کے بعد آپ پر کیا گزری؟

کافر شاہ نے جواب دیا۔

-1 میں ایک تیموری شہزادہ ہوں۔

-2 مجھے باطنی فیض مخدوم صابرؒ کی پرفتوح روح سے حاصل ہوا ہے۔

-3 موت کے بعد کا حال ناگفتنی ہے۔

اب تم جاؤ،نماز پڑھو،تمہیں دیر ہورہی ہے مگر دیکھو،اشراق پڑھ کے جلدی چلے آنا۔" سید غوث نے نماز ادا کی اور دوبارہ کافر شاہ کے پاس پہنچ گئے۔کافر شاہ نے ان سے کہا۔"تم میرے کفن دفن کے سلسلے میں فکرمند نہ ہونا۔جلد ہی مولوی قلندر جلال آبادیؒ اور دو طالب علم آنے والے ہیں۔وہ دو چادریں لارہے ہیں۔ان میں میری بھی ایک چادر شامل کر کے مجھے لپیٹ دینا اور حضرت کے پالکتی دفن کروانا۔اچھا اب میں چلا۔میرے

Marfat.com
Marfat.com

انگوٹھوں سے جان نکل چکی ہے۔" پھر وہ بولے "اب جان ٹخنوں میں آ گئی ہے اب سینے میں ہے اور اب حلق تک پہنچ چکی ہے۔ خداحافظ" وہ رخصت ہو گئے۔ کچھ دیر میں مولوی قلندر جلال آبادیؒ اور دو طالب علم وہاں پہنچ گئے۔ کافر شاہ کو ان کی وصیت کے مطابق دفن کر دیا گیا۔ سید غوث نے کئی دن مولوی قلندر جلال آبادیؒ کے ساتھ گزارے اور ان سے مولانائے روم کی مثنوی بالاستیعاب پڑھی۔

ان دنوں غلام فرید نامی ایک پیر اپنے مریدوں کے ساتھ کلیر شریف آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنے ہر مرید کو ایک ایک خدمت سپرد کر رکھی تھی۔ ایک مرید کے ذمے گھوڑے کی گھاس فراہم کرنے کا کام تھا۔ اتفاق سے اسے شدید بخار آ گیا۔ بخار کے باعث وہ اپنی ذمے داری پوری نہیں کر سکا اس بات پر اس کے پیر اس سے ناراض ہو گئے۔ وہ غصے سے بولے۔ "جاہم نے تجھے مردود کیا اور اپنے چودہ خانوادوں سے باہر نکال دیا۔"

مرید نے بہت معافیاں مانگیں، توبہ کی لیکن پیر کا دل نہ پسیجا۔ آخر وہ روتا ہوا سید غوث کے پاس پہنچا اور اس سلسلے میں ان سے فریاد کناں ہوا۔ "حضرت غضب ہو گیا۔ میرا کہیں ٹھکانا نہیں رہا۔ دین بھی گیا، دنیا بھی گئی۔" سید غوث نے اسے دلاسا دیا اور کہا۔ "نادان! روتا کیوں ہے، تیرے پیر کو تو صرف چودہ خاندان یاد تھے ہمیں چھتیس یاد ہیں۔ آ! ہم تجھے پندرھویں خاندان میں داخل کرتے ہیں۔" انہوں نے اسے مرید بنالیا پھر کہا۔ "تو اپنے پیر کے پاس جا اور ان سے یہ پوچھ کہ جب آپ نے مجھے چودہ خاندانوں میں داخل کیا تھا تو میں کہاں کا وزیر یا بادشاہ یا ولی ہو گیا تھا؟ اور اب آپ نے جو نکال دیا ہے تو مجھ میں کیا کمی آ گئی ہے اور میرے پاس سے کیا چھن گیا؟ میں جیسا اس وقت تھا، ویسا ہی اب ہوں۔ البتہ آپ کے نکالنے سے ایک فائدہ ہوا ہے کہ میں گھاس کے بوجھ سے سبک دوش ہو گیا اگر وہ تجھ سے پوچھیں کہ یہ بات تجھے کہاں سے سوجھی تو کہنا کہ اب میں پندرھویں خاندان میں داخل ہو گیا ہوں اور ابھی تو ابتدا ہے۔"

میاں غلام فرید کے مرید نے ان کے سامنے جا کر یہ باتیں دہرا دیں۔ اس وقت وہاں کئی اور مرید بھی موجود تھے۔ انہوں نے ان باتوں کا بہت اثر لیا۔ میاں غلام فرید

Marfat.com
Marfat.com

دوڑے ہوئے سید غوث کے پاس پہنچے۔ انہوں نے گلہ کیا کہ" یہ آپ نے کیا کر دیا۔ اس مرید کی دیکھا دیکھی ہمارے سارے مرید ہم سے منحرف ہو رہے ہیں۔"

سید غوث نے مسکرا کے کہا۔" بھائی! ذرا خود سوچیے ۔ مرید گھر بار اور بیوی بچے چھوڑ کے آپ کے پاس کچھ حاصل کرنے کے لیے آتے ہیں یا گھاس کھودنے کے لیے؟" میاں غلام فرید کوئی جواب دیے بغیر چلے گئے۔

سید غوث ایک بڑا وقت کلیر شریف میں گزار کے اور مختلف مقامات پر اولیاء اللہؒ، مزاروں اور عالموں کی خدمت میں حاضری دیتے ہوئے دہرہ دون پہنچ گئے۔ وہاں کسی سے معلوم ہوا کہ کسی پہاڑی پر ایک پہنچا ہوا ہندو فقیر رہتا ہے۔ سید غوث کو اس سے ملنے کا اشتیاق ہوا۔ وہ اس کا استھان تلاش کرتے ہوئے وہاں پہنچ گئے۔ فقیر ان سے بہت خوش خلقی کے ساتھ ملا اور سید غوث کو اپنا مہمان بنالیا۔ وہ چار پانچ دن وہاں رہے۔ ایک روز فقیر تنہائی میں" گیتا" کی کچھ چیزیں لکھ رہا تھا۔ سید غوث نے کہا "نمو نارائن" یعنی" نارائن کو سلام کرتا ہوں۔"

فقیر نے ان سے کہا۔"نمو نارائن نہیں، السلام علیکم کہو۔"

سید غوث چونک پڑے۔ فقیر نے انہیں بتایا کہ" بھائی! ہم مسلمان ہیں، سید ہیں۔ ہمارا نام محمد حسن ہے۔ پہلے ہم نے شاہ عبدالعزیز سے علم کی تحصیل کی پھر وید اور شاستر کا شوق دامن گیر ہوا۔ چنانچہ بنارس جا کے ہم نے یہ علم بھی حاصل کیا۔ ہم قادری سلسلے میں مرید ہیں اور اب جوگ لے کے یہاں آ گئے ہیں۔"

سید غوث اس انکشاف سے بہت محفوظ ہوئے۔ انہوں نے فقیر سے دریافت کیا۔ " ہندوؤں اور مسلمانوں کی فقیری میں آپ نے کیا فرق دیکھا؟" فقیر نے جواب دیا۔ "فقیری کی بات دونوں مذاہب میں یکساں ہے۔ صرف الفاظ اور اصطلاحات جدا جدا ہیں۔" سید غوث نے اس سے بھی جو کچھ ملا حاصل کیا اور آگے بڑھ گئے۔

جب وہ سری نگر پہنچے تو ایک دور افتادہ پہاڑی پر ایک جوگی سے ان کی ملاقات ہوئی ۔ جوگی نے انہیں دیکھتے ہی پرتپاک خیر مقدم کیا اور کہا" ایسی صورت تو مدتوں بعد دیکھنے میں

Marfat.com
Marfat.com

آئی ہے۔" اس نے سید غوث کو اصرار کر کے اپنے پاس ٹھہرایا اور ان کے لیے خاص طور پر ایک چارپائی منگوائی۔ جوگی خود نیچے سوتا تھا۔ سید غوث نے بہت کہا کہ چارپائی کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کے ساتھ ہم بھی نیچے سوئیں گے مگر جوگی نے ان کی بات نہیں مانی۔ سید غوث نے کچھ دن وہاں قیام کیا اور جوگی کا مراقبہ، یوگا اور تنفس کی مشقیں بہ نظر غائر دیکھتے رہے۔

ایک روز جوگی نے سید غوث کو اپنا ایک تماشا بھی دکھایا۔ اس نے دودھ سے بھری ہوئی ایک کڑھائی منگوائی۔ اس میں سرکا اور نمک ڈال کے دودھ پھاڑ دیا۔ پھر چاول کے دانے کے برابر بھبھوت اس میں ڈال کے لکڑی سے دودھ چلانا شروع کر دیا۔ دودھ حیرت انگیز طور پر اصل حالت میں واپس آ گیا۔ جوگی نے چیلوں سے کہا کہ "گڑھا کھود کے یہ دودھ اس میں اچھی طرح دبا دو۔"

سید غوث نے پوچھا۔ "یہ دودھ اپنے چیلوں کو کیوں نہیں پلا دیتے؟"

جوگی نے جواب دیا۔ "اس میں ایسی زبردست طاقت ہے جسے چیلے پی تو لیں گے مگر برداشت نہیں کر سکیں گے اور بہکنے لگیں گے، ہاں اگر تم چاہو تو پی سکتے ہو۔ سات پشتوں تک اس کی تاثیر قائم رہے گی۔"

سید غوث نے کہا۔ "اب ذرا اس کا اتار بھی بتا دیجئے ورنہ ہم ہر روز پانچ سیر مرغن کھانا کہاں سے لائیں گے؟"

جوگی نے کہا۔ "غذا کی فکر نہ کرو۔ اللہ مالک ہے۔"

سید غوث بولے۔ "واہ، دوا کھلانے کے مالک تو آپ ہیں اور کھانا کھلانے کا مالک اللہ؟ میں باز آیا۔"

سید غوث کا کہنا ہے کہ "مذکورہ جوگی کی عمر ایک سو چار برس تھی۔ ستر برس کی عمر میں اس نے اپنی کایا پلٹ کر لی تھی۔ وہ چھ مہینے کے لیے ایک کوٹھری میں بند ہو گیا تھا جہاں ہوا کا گزر نہ تھا۔ کوٹھری میں بند ہو کے اس نے ایک بوٹی کھائی تھی جس کے اثر سے اس کا جسم پھٹ گیا تھا اس کے اندر سے بارہ برس کی عمر کا ایک نیا جسم نکل آیا تھا۔" سید غوث کی بے قرار طبیعت کو سری نگر کی ان پرسکون پہاڑیوں میں بھی قرار نہیں آیا۔ انہوں نے اپنا سفر

Marfat.com
Marfat.com

جاری رکھا۔

ایک بار وہ بوعلی شاہ قلندرؒ کے چلّے کے لیے بوڑیا کے قریب ایک جنگل میں مقیم تھے۔ وہاں کسی شخص نے ان سے دریافت کیا۔ ”حضرت! جنگل میں رہ کے آپ کھائیں گے کیا؟“

سید غوث نے کوئی جواب نہ دیا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ایک شخص آیا۔ وہ چاول، گھی اور مرغی وغیرہ لایا تھا۔ سید غوث نے اس سے کہا۔ ”اگر یہ تو مرحوم قلندر کی نذر لایا ہے تو پانی پت یا کرنال لے جا اور اگر زندہ قلندر کے لیے لایا ہے تو ہمارے سامنے رکھ دے۔“

اس شخص نے عقیدت سے کہا۔ ”حضرت! یہ آپ ہی کے لیے ہے۔“

سید غوث نے چولھا گرم کروایا اور مرغ پلاؤ پکایا گیا۔ یہاں انہوں نے زبردست ریاضتیں کیں اور انہیں اپنے باطن میں غیر مرئی تبدیلیاں محسوس ہوئیں۔ وہ بے وزن اور منور ہوتے گئے۔ انہوں نے چھ ماہ اس کیفیت میں گزار دیے اور روز ان کا توشہ آتا رہا۔ پھر انہوں نے بوڑیا کے جنگل سے حرکت کی اور کچھ آگے نکل گئے۔

جب وہ منڈاور میں تھے تو وہاں ایک شخص کا انتقال ہوگیا۔ اس نے پس ماندگان میں دو لڑکیاں بھی چھوڑی تھیں۔ ایک روز سید غوث کو مرحوم شخص کی وصیت کا علم ہوا۔ اس نے یہ عجیب وصیت کی تھی کہ جب تک امام مہدی ظہور نہ ہو جائے، میری دونوں لڑکیوں کی شادی نہ کی جائے اور جب امام مہدی ظاہر ہو جائیں تو دونوں لڑکیاں ان کے نکاح میں دے دی جائیں۔ لڑکیاں نوجوان اور شادی کے قابل تھیں۔ لڑکیوں کے اعزا عجب مخمصے میں گرفتار تھے۔ جوان لڑکیاں کب تک گھر میں بٹھائی جا سکتی تھیں۔ کچھ لوگوں نے اس عقدے کے حل کے لیے سید غوث سے ملاقات کی۔ ان لوگوں میں لڑکیوں کی بیوہ ماں بھی شامل تھی۔ سید غوث نے پورا معاملہ تحمل سے سنا اور دوسرے دن لڑکیوں کی ماں کو مشورہ دیا۔ ”شریعت میں بیک وقت دو بہنوں کی شادی ایک مرد سے جائز نہیں ہے۔ چنانچہ بہتر ہوگا کہ ایک لڑکی کی شادی کر دو۔“ اس مشورے کے تحت ایک لڑکی کی شادی کر دی گئی۔ یہ مرحلہ طے ہو گیا تو

Marfat.com
Marfat.com

سید غوث نے دوسرا مشورہ دیا کہ "نہ معلوم امام مہدی کا ظہور کب ہو۔ ممکن ہے امام مہدی کے ظہور تک اس کی عمر وفا نہ کرے۔ لہٰذا مناسب یہ ہے کہ اس کی بھی شادی کر دو اور اس کی اولاد میں سے جو لڑکی امام کے زمانے میں موجود ہو اس کی امام سے شادی کر دی جائے۔" یہ مشورہ سب کو پسند آیا۔ اس طرح دوسری لڑکی کی شادی بھی ہو گئی۔

منڈاور میں کچھ عرصے قیام کرنے کے بعد انہوں نے پھر کوچ کا ارادہ کیا اور گھومتے گھامتے کرت پور پہنچ گئے۔ انہوں نے وہاں احمد شاہ نامی بزرگ کے مزار پر حاضری دی۔ صبح کے وقت انہوں نے دیکھا کہ سجادہ نشین نے مزار کا طواف کیا۔ پھر اس کے سامنے سیدہ ریز ہوئے۔ سید غوث کے ماتھے پر شکنیں نمودار ہوئیں۔ انہوں نے کہا۔ "جناب! آپ نے طواف اور سجدہ تو یہاں کر لیا۔ اب اگر آپ غوث اعظمؒ کے مزار پر پہنچے تو وہاں کیا کریں گے؟ اس کے علاوہ رسول مقبولؐ کی زیارت کے لیے کیا باقی رکھا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ سے تو غالباً کوئی مطلب ہی نہیں ہے۔" سجادہ نشین خفا ہو گئے، کہنے لگے۔ "بعض لوگ عجیب کٹ حجت ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں فیض نہیں ہوتا۔" سید غوث نے کہا۔ "ایسے صاحب فیض اور ایسے صاحب یقین کو ہمارا سلام جس کے لیے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کے دوسرے کے سامنے سر جھکانا پڑے اور توحید سے نکل کے شرک میں مبتلا ہونا پڑے۔" وہ وہاں سے چلے آئے۔

بریلی پہنچ کے وہ شاہ نیاز بے نیاز سے ملاقات کرنے گئے۔ شاہ نیازؒ نے نہایت اخلاق اور تپاک سے ان کی پذیرائی کی۔ سید غوث چند روز وہاں ٹھہرے۔ ایک روز شاہ نیاز نے ان سے دریافت کیا۔ "آپ ہمہ اوست کیوں نہیں کہتے؟"

سید غوث نے کہا۔ "حضرت! جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ قالی اور خالی ہیں جو حالی ہیں وہ یہ نہیں کہتے۔ ہم ٹھہرے طالب۔ اگر ہم ہمہ اوست کہیں تو طلب کس کی کریں؟"

شاہ نیاز یہ جواب سن کے چپ ہو گئے۔ ان کے ایک خلیفہ نے سید غوث سے کہا۔ "ہمارے حجرے میں چلیے ہم آپ کو توجہ دیتے ہیں۔"

سید غوث ان کے ساتھ حجرے میں گئے۔ وہ انہیں توجہ دینے بیٹھے۔ اچانک سید

Marfat.com
Marfat.com

غوثؒ نے کہا۔ ''شاہ صاحب، اس وقت تو آپ بالکل حضرت شاہ نیاز معلوم ہو رہے ہیں۔''

شاہ نیاز کے خلیفہ نے فوراً استغفر اللہ پڑھی اور کہا۔ ''ذرے کو آفتاب سے کیا نسبت؟''

سید غوث بولے۔ ''سبحان اللہ! آپ خدا بننے کے لیے تیار ہیں مگر شاہ نیاز نہیں بن سکتے۔ بھلا ایسے شخص کی توجہ کس کام کی جو کبھی خدا بن بیٹھے اور کبھی بندے کا بھی بندہ۔''

بریلی سے غالباً براہ راست وہ سنبھل آئے وہاں غلام حسین نامی ایک شخص نے انہیں پہچان لیا اور پوچھا۔ ''آپ حضرت حبیب اللہ شاہ کے مرید غوث علی شاہ ہیں نا؟''

سید غوث نے اثبات میں جواب دیا۔ ''ہاں ہمیں یہ شرف حاصل ہے۔''

غلام حسین نے خوش ہو کے کہا۔ ''میں بھی انھی کا مرید ہوں، مدت سے آپ کی تلاش میں تھا۔ حضرت نے وصال کے وقت فرمایا تھا کہ غوث علی ہمارے پرانے رفیق اور دوست ہیں۔ وہ آوارہ گرد آدمی ہیں۔ کبھی اس طرح آنکلیں تو ان کی بہت خاطر مدارت کرنا۔''

غلام حسین نے شہر بھر میں چرچا کرادیا کہ حضرت کے بڑے خلیفہ آگئے ہیں جن کے متعلق حضرت نے وصیت فرمائی تھی۔ یہ چرچا سن کے حبیب اللہ شاہ کے مرید جوق در جوق سید غوث علیؒ کے پاس آنے لگے۔ ان کی تواضع کا عظیم الشان اہتمام کیا گیا۔ چند روز بعد وہاں کے کہہ و مہ، ادنیٰ و اعلیٰ مجتمع ہو کے ان کے پاس جلوس کی شکل میں پہنچے۔ انہوں نے سید غوث سے مودبانہ درخواست کی۔ ''حضرت! پگڑی باندھ لیجئے۔''

سید غوث نے کچھ توقف کے بعد ان لوگوں سے پوچھا۔ ''سچ بتاؤ عزیزو، شاہ صاحب نے ہماری نسبت کیا لفظ فرمایا تھا۔ ''مرید یا رفیق؟''

لوگوں نے بیک زبان جواب دیا۔ ''سید! بے شک انہوں نے رفیق کہا تھا۔''

سید غوث نے کہا۔ ''حقیقت یہ ہے کہ ہم ان کے مرید ہیں جہاں تک رفیق ہونے کا سوال ہے۔ کیا ایسا ممکن ہے کہ یہ بات ہم نے روٹیوں کی خاطر خود مشہور کروادی ہو؟''

لوگوں نے کہا۔ ''حضور یہ کیسے ہوسکتا ہے۔''

Marfat.com
Marfat.com

سید غوث نے پوچھا۔ "اچھا تم لوگوں کا اپنے بارے میں کیا خیال ہے، تم لوگ فقیر ہو یا دنیادار؟" سب نے اعتراف کیا کہ "ہم دنیادار ہیں۔" سید غوث نے کہا "اچھا تم لوگ ہمارے متعلق کیا رائے رکھتے ہو، ہم دنیادار ہیں یا فقیر؟"

سب کی ملی جلی آواز ابھری۔ "ہم آپ کو فقیر سمجھتے ہیں۔"

سید غوث نے کہا۔ "تعجب کی بات ہے کہ ہم فقیر ہو کے دنیاداروں کے ہاتھ سے پگڑی باندھیں۔ البتہ اگر شاہ صاحب قبلہ حیات ہوتے اور اپنے مبارک ہاتھوں سے ہمارے سر پر جوتیاں بھی رکھ دیتے تو ہم ان کی جوتیاں اپنے لیے سلطنت کا تاج سمجھتے۔"

سید غوث نے پگڑی نہیں باندھی لوگ مایوس ہو کے چلے گئے۔

ان کی صحبت میں امیر بھی بیٹھتے تھے فقیر بھی، مرید بھی، پیر بھی، عالم بھی، جاہل بھی۔ وہ جہاں جہاں جاتے رہے، وہاں کے باکمال لوگوں سے بطور خاص ملتے رہے۔ پھر وہ واپس دلی چلے گئے۔ وہ زینت المساجد میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ ان دنوں وہ مرزا غالب سے بھی ملے۔ مرزا سے ان کی ملاقات کا حال خود ان کی زبانی سنیے۔ ان کا کہنا ہے۔ "ایک روز ہم مرزا کے مکان میں گئے۔ وہ نہایت خوش اخلاقی سے پیش آئے۔ لب فرش سے مکان تک لے گئے اور ہمارا حال دریافت کیا۔ ہم نے کہا کہ مرزا صاحب ہمیں آپ کی ایک غزل بہت ہی پسند ہے۔ علی الخصوص یہ شعر

تو نہ قاتل ہو کوئی اور ہی ہو
تیرے کوچے کی شہادت ہی سہی

مرزا صاحب نے کہا۔ یہ شعر میرا نہیں۔ کسی استاد کا ہے۔ فی الحقیقت نہایت ہی اچھا ہے۔ اسی دن سے مرزا صاحب نے یہ دستور کرلیا کہ ہر تیسرے دن ہم سے ملنے آتے اور ایک خوان کھانے کا ساتھ لاتے۔ ہر چند ہم نے عذر کیا کہ یہ تکلف نہ کیجئے مگر وہ کب مانتے تھے، ان کے مزاج میں کمال نفسی اور فروتنی تھی۔ ایک روز کا ذکر ہے۔ رجب علی بیگ سرور مصنف فسانہ عجائب لکھنو سے آئے۔ وہ مرزا غالب سے ملے اثنائے گفتگو میں انہوں نے پوچھا کہ مرزا صاحب! اردو زبان کس کتاب میں عمدہ ہے؟" مرزا غالب نے کہا "چہار

Marfat.com
Marfat.com

درویش" کی۔ رجب علی بیگ سرور بولے۔ "اور فسانہ عجائب کیسی ہے؟" مرزا بے ساختہ کہہ اٹھے۔ "اجی لاحول ولاقوت۔ اس میں لطف زبان کہاں۔ ایک تک بندی اور بھٹیار خانہ جمع ہے۔" اس وقت تک مرزا غالب کو یہ خبر نہیں تھی کہ یہی میاں سرور ہیں۔ جب سرور چلے گئے تو انہیں معلوم ہوا۔ انہوں نے بہت افسوس کیا اور کہا کہ "ظالمو! پہلے کیوں نہ کہا۔" دوسرے دن مرزا غالب ہمارے پاس آئے۔ یہ قصہ سنایا اور کہا کہ یہ امر مجھ سے نارانستگی میں ہوگیا ہے۔ آیئے، آج ان کے مکان پر چلیں اور کل کی مکافات کر آئیں۔ ہم ان کے ہمراہ ہولیے اور میاں سرور کی فرودگاہ پہنچے، مزاج پرسی کے بعد مرزا صاحب نے عبارت آرائی کا ذکر چھیڑا اور ہماری طرف مخاطب ہو کے بولے۔ رات میں نے فسانہ عجائب، جو غور سے دیکھی تو اس کی خوبی عبارت اور رنگینی کا کیا بیان کروں نہایت ہی فصیح و بلیغ عبارت ہے۔ میرے قیاس میں تو ایسی عمدہ نثر نہ پہلے ہوئی نہ آگے ہوگی اور کیوں کر ہو، اس کا مصنف اپنا جواب نہیں رکھتا۔ غرض اس قسم کی بہت سی باتیں بنائیں، اپنی خاک ساری اور میاں سرور کی تعریف کر کے انہیں بہت مسرور کیا۔ دوسرے دن ان کی دعوت کی اور ہمیں بھی بلایا۔ اس وقت بھی میاں سرور کی بہت تعریف کی۔ مرزا صاحب کا مذہب یہ تھا کہ دل آزاری کرنا گناہ ہے اور درحقیقت یہ خیال بہت درست تھا۔"

اپنے طویل سفر کے بعد وہ دلی میں مقیم تھے، آزادی کی جدوجہد کا ہنگامہ سست پڑ گیا تھا۔ انگریزوں نے آزادی کے علم برداروں کو پھانسی دینی شروع کر دی تھی۔ ہندوستانی اکابر اور عالم لوگ انگریز تحقیقاتی افسروں کے سامنے پیش کیے جا رہے تھے۔ ایک دن سید غوث کو بھی طلب کرلیا گیا۔ وہ پہنچے تو انگریز افسر نے ان سے ناروا تیوں سے پوچھا۔ "جب لڑائی ہوئی تو تم کہاں تھے؟"

سید غوث نے سادگی سے جواب دیا۔ "ہم بابری میں تھے اور ہمیں بخار آیا ہوا تھا۔"

افسر اس جواب سے مطمئن نہیں ہوا اور اسے محسوس ہوا جیسے وہ کچھ گھبرا رہے ہیں۔ انہیں کھانا بھی نہیں کھانے دیا گیا۔ انہوں نے صاف گوئی سے جواب دیا۔ "گھبرانے کی دو وجہیں ہیں۔ ایک تو یہ آپ حاکم ہیں۔ کوئی بھی فیصلہ ہمارے حق میں صادر کر سکتے ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

دوسرے یہ کہ ہم نے اب تک کھانا نہیں کھایا ہے۔"

افسر ان کی سادگی اور راست گوئی سے بہت متاثر ہوا اور کہنے لگا۔" ہم ظلم نہیں کرتے اور خواہ مخواہ کسی کو نہیں ستاتے۔ جس کی نسبت تمہارے بھائی بند گواہی دیتے ہیں کہ یہ مجرم ہے، ہم اسی کو سزا دیتے ہیں۔ اس میں ہمارا کیا قصور۔ اگر کوئی کسی کی جھوٹی گواہی دے گا تو اس کا عذاب اس کے سر ہوگا۔"

سید غوث نے انگریز افسر کی اس منطق پر بحث نہیں کی۔ افسر نے سب سے پہلے اپنے خانساماں کو بلا کے انہیں کھانا کھلانے کا حکم دیا۔ اتفاق سے اس دن افسر کا بچہ بیمار تھا۔ وہ بے چین تھا اور روئے جا رہا تھا۔ بچے کی زبان تالو سے نہیں لگتی تھی۔ افسر اپنے بیٹے کی بیماری سے سخت پریشان تھا۔ کسی شخص نے اس سے سید غوث کے بارے میں کہا کہ یہ بزرگ یہاں موجود ہیں۔ ان سے کہو کہ دعا کریں۔ انگریز افسر نے بچے کو سید غوث کے سامنے پیش کر دیا اور کہا، اب آپ ہی اس کی مشکل حل کیجئے، سید غوث نے کچھ پڑھ کے اس پر دم کر دیا۔ بچہ اسی وقت چپ ہو کے ہنسنے بولنے اور ہمکنے لگا۔ انگریز افسر نے خوش ہو کے انہیں پورے عزو احترام سے رخصت کیا اور کہا۔" آپ کو اختیار ہے، آپ جہاں چاہیں چلے جائیں۔ کوئی راستے میں مزاحم نہیں ہوگا۔" سید غوث پھر دلی نہیں ٹھہرے، پانی پت آ گئے۔

غوث علی شاہ قلندرؒ نے ہندوستان کے کوچے کوچے، گلی گلی، بستی بستی کے علاوہ جدے، مکے، مدینے، بغداد، نجف اور بصرے وغیرہ کی بھی سیاحت کی تھی۔ انہوں نے دو حج کیے اور مقدس مقامات کے مشہور صحابہ و صوفیا کے مزارات پر گئے اور زندہ مشائخ سے ملاقاتیں کیں۔ بصرے میں ایک صاحب نسبت فقیر بہار شاہ سے ان کی بہت دوستی ہو گئی تھی۔ بہار شاہ نے ایک روز انہیں بتایا کہ" یہاں کے پرانے قلعے میں ایک مجذوب ہیں ان سے بھی ملو۔" سید غوث، کچھ شیرینی لے کر مجذوب کے پاس گئے۔ مجذوب نے جیسے ہی انہیں دیکھا، ان پر پتھروں کی بوچھاڑ کر دی اور مغلظات کا تار باندھ دیا۔ سید غوث پہلے تو چپ رہے پھر انہیں جلال آ گیا۔ انہوں نے بڑھ کے مجذوب کی گردن پکڑ لی اور کہا" اے شخص! تو نے سمجھا کیا ہے؟ اب بول۔ کیا تو کسی کا برا کر سکتا ہے اور بھلا کر سکتا ہے؟ کسی کو مار سکتا

Marfat.com
Marfat.com

ہے اور جلا سکتا ہے؟"

مجذوب نے ان کی گرفت سے گردن چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں، میں تو کچھ نہیں کر سکتا۔"

سید غوث بولے۔" پھر کس برتے پر تا پانی؟ اگر خیریت چاہتا ہے تو شیرینی کھالے۔" مجذوب نے خاموشی سے شیرینی کھالی۔ سید غوث وہیں بہار شاہ کے پاس پہنچے۔ بہار شاہ نے ان سے کہا۔" سید! آپ کو یہ زیب نہ تھا۔ آم جتنا میٹھا ہو اچھا اور نیم جتنا کڑوا ہو اچھا۔ آپ کو نرمی زیب تھی اور اسے سختی۔"

24 سال بعد ہندوستان اور عربستان کی مختلف بستیوں میں فرزانوں اور دیوانوں سے ملتے ہوئے انہوں نے اپنے گھر کا رخ کیا۔ اس عرصے میں گھر والوں کو ان کی دیوانگی کی کوئی خبر نہیں تھی۔ سید غوث حق کی شراب کی تلاش میں دور دراز کے گھاٹوں تک نکل گئے تھے۔ گھر سے ان کا کوئی تعلق نہیں رہا تھا۔ اب 24 سال دنیا اور ماسوا کے حیرت انگیز مظاہر دیکھ کے وہ گھر واپس ہوئے تھے۔ ان کا سینہ روشن تھا اور انہیں ان بہت سے سوالوں کا جواب مل گیا تھا جن کی جستجو وہ بچپن میں کیا کرتے تھے۔ قلب و دماغ میں تازگی تھی اور وہ زندگی سے اتنے دور نہیں ہوئے تھے کہ انہیں پہچانا بھی نہ جا سکے۔ لوگ ان کے پاس مسرت اور عقیدت سے بیٹھتے اور وہ لوگوں کے درمیان انکسار اور چاہت سے۔ ان کی درویشی میں جمال کا عنصر زیادہ تھا۔

ایک زمانے بعد ان کا گھر ان کی آنکھوں کے سامنے تھا۔ وہی دیواریں، وہی دہلیز، تھوڑی بہت تبدیلی ہوئی تھی۔ وہ گھر جانے کے بجائے محلے کی مسجد میں چلے گئے۔ ان کا گھرانا امداد و خیرات میں مشہور تھا۔ حسب دستور مسجد کے منتظمین نے ان کے گھر خبر بھیجی کہ آج ایک مسافر یہاں مہمان ہے۔ کھانے کا انتظام کر دیا جائے۔ سید غوث عبادت میں مصروف ہو گئے تھے۔ رات کو ایک بارہ سالہ لڑکا ان کے لیے کھانا لے کر پہنچا۔ سید نے اس سے والد کا نام پوچھا اور خاندان کے متعلق سوالات کیے۔ لڑکے کی زبانی والد کا نام اور خاندان کی تفصیل سن کے انہوں نے اس کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ وہ ان کا بھائی حیدر تھا جسے

Marfat.com
Marfat.com

انہوں نے پہلی بار دیکھا تھا۔ حیدر علی خالی برتن لے کر واپس چلا گیا۔ گھر جا کے اس نے اپنی ماں کو سب باتیں بتائیں کہ ایک مسافر اس کے گھر والوں کے نام کرید کرید کر پوچھ رہا تھا۔ وہ سن کے چپ ہو گئیں۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں تھی جس پر تشویش کی جاتی۔ حیدر آتا اور کھانا لاتا رہا اور سید غوث مسجد میں ٹھہرے عبادت کرتے رہے۔ ایک روز انہوں نے حجام کو بلوا کے خط بنوایا۔ ان کے سر میں چلیپا کی شکل کا ایک نشان تھا۔ حجام بوڑھا آدمی تھا۔ وہ یہ نشان دیکھ کے چونک پڑا۔ اس نے سید غوث سے کہا۔ "اگر قصور معاف ہو تو ایک بات کہوں؟"

سید غوث نے اسے اجازت دے دی۔ وہ جھجکتے ہوئے بولا۔ "آپ کے سر پر جو نشان ہے، یہ مجھے کچھ مانوس نظر آتا ہے، اپنے ہاتھ سے لگا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ پتہ نہیں، آپ وہی ہیں یا کوئی اور۔ یہاں رسال دار احمد علی کا ایک لڑکا تھا۔ گھر والے اسے غوثن غوثن کہتے تھے۔ اس کے سر پر ایسا ہی شگاف لگایا تھا۔ وہ لڑکا مدت ہوئی گم ہو گیا۔ آج تک اس کا پتہ نہیں چلا۔"

سید غوث نے حجام پر خود کو ظاہر نہیں کیا۔ وہ چلا گیا۔ ان کا بھائی حیدر ان کے لیے روز کھانا لاتا تھا۔ سید غوث ہر بار دلچسپ اور پر لطف باتیں کر کے اسے چھیڑتے تھے۔ ایک دن وہ کھانا لایا تو انہوں نے اس سے کہا۔ "بھائی! آؤ آج تم بھی ہمارے ساتھ کھالو۔"

حیدر اس بے تکلفی پر برا مان گیا۔ گھر جا کے اس نے ماں سے شکایت کی۔ "وہ مسافر روز مجھے چھیڑتا ہے اور گھور گھور کے دیکھتا ہے۔ آج سے میں اسے کھانا دینے نہیں جاؤں گا۔"

اتفاق سے اس دن موذن کی کہیں دعوت تھی۔ مغرب کی اذان سید غوث نے دی۔ ان کی ماں نے اذان سنی تو بیٹے کی آواز پہچان لی۔ اسی شام کھانے کے ساتھ سید غوث کو یہ پیغام بھی ملا کہ "کل آپ کی دعوت ہے مکان پر آ کے کھانا کھایئے گا۔" سید غوث انکار نہ کر سکے۔ دوسرے روز وہ ایک مسافر کی طرح گھر پہنچے۔ پردہ ہو گیا۔ انہیں صحن میں بٹھا دیا گیا۔ ماں نے پردے کے پیچھے سے ہر طرح ان کا جائزہ لیا پھر ایک دم باہر نکل کے ان کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے اور کہا۔ "ماروں تھپڑ؟"

Marfat.com
Marfat.com

سید غوث بولے۔ "آخر میرا قصور؟ کیا آپ کے ہاں غریب مسافروں کو گھر بلا کے یہی سلوک کیا جاتا ہے؟"

ماں نے شکایت آمیز لہجے میں کہا۔ "خوب ہم نے تجھے کھلایا پلایا اور تیری پرورش کی تو نے ہماری گود میں ہوش سنبھالا۔ ہمارے سامنے چھوٹے سے بڑا ہوا۔ بھلا ہم تجھے نہ پہچانیں گے۔ چوبیس برس بعد تو وطن واپس آیا ہے اور چوروں کی طرح مسجد میں چھپ کے بیٹھ گیا۔"

سید غوث کی زبان سے بے ساختہ نکل گیا۔ "میں غوثن نہیں ہوں، آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔" ماں کو بے ساختہ ہنسی آ گئی۔ کہنے لگیں "جھوٹا کہیں کا۔ تو غوثن نہیں ہے تو یہ نام تجھے کیسے معلوم ہوا۔" سید غوث کو شکست ماننی پڑی۔ انہوں نے جھک کے ماں کی قدم بوسی کی۔ ماں انہیں کلیجے سے لگا کے زاروقطار رونے لگیں۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے تمام گھر والے ان کے گرد جمع ہو گئے۔ ہر طرف سے ان کی بلائیں لی جانے لگیں۔

اس طرح یہ جہاں گرد مسافر ایک بار پھر اپنے گھر پہنچ گیا۔ ان کی واپسی کی خوشی میں خوب خیرات کی گئی۔ دور دور سے لوگ انہیں دیکھنے کے لیے آئے۔ کچھ دنوں بعد ماں نے ان سے کہا۔ "بیٹے! تمہاری منسوبہ اب تک تمہارے انتظار میں بیٹھی ہے۔ وہ کسی اور سے شادی کرنے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہے۔ بہتر ہوگا کہ اب تم شادی کرلو۔" سید غوث شادی، کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے تھے بہت گھبرائے۔ اس وقت تو انہوں نے کسی نہ کسی طرح ٹال دیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد بڑی مشکل سے اپنی منسوبہ کو اپنے حقیقی بھائی سید الحسن سے شادی کرنے پر آمادہ کیا۔ سید الحسن کی پہلی بیوی کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس شادی کے بعد ماں نے ان سے فرمائش کی کہ تمہارے حصے کی جو جائیداد ہے وہ اپنے سگے بھائی سید الحسن کے نام لکھ دو۔" سید غوث نے کہا "سگے ہوں یا سوتیلے میرے لیے سب بھائی برابر ہیں۔" انہوں نے اپنی کل جائیداد تمام بھائیوں میں مساوی تقسیم کردی۔ شاید وہ یہی دو کام نمٹانے آئے تھے یا اپنی ماں کا کلیجہ ٹھنڈا کرنے آئے تھے جو انہیں یاد کر کے بہت روتی تھیں۔ ایک دن سب سے رخصت ہو کے ایک دفعہ پھر گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ انہوں نے عمر بھر

Marfat.com
Marfat.com

شادی نہیں۔ وہ سونی پت پہنچ کے اپنے مرشد میر اعظم علی کے مزار پر چھ مہینے تک مقیم رہے۔ میر اعظم کو وہ اس لیے مرشد کہتے تھے کہ ان کے باپ نے بچپن میں انہیں ان کی تحویل میں دے دیا تھا۔ شروع شروع میں جب وہ سفر کرتے تو میر اعظم ضرور ان کے ساتھ ہوتے مگر پھر میر اعظم اپنی علالت کی وجہ سے ان کا ساتھ نہ دے سکے اور اسی مدت میں ان کا وصال ہوگیا۔ سونی پت سے وہ کشمیر جانا چاہتے تھے۔ جہاں انہیں ایک درویش سید احمد شاہ سے ملاقات کرنی تھی۔ ان کا خیال تھا کہ پچیس روپے جمع ہوجائیں تو سفر شروع کیا جائے۔ آخر ایک مدت بعد کچھ روپیہ جمع ہوگیا تو انہوں نے کشمیر کا قصد کیا اور سونی پت سے چل کے شعبان المعظم 1378ء میں پانی پت پہنچے۔ رمضان المبارک میں صرف دس دن باقی تھے، انہوں نے رمضان کا مہینہ وہیں گزارنے کا فیصلہ کرلیا۔ رمضان المبارک آیا تو روزوں اور تراویح کا سلسلہ شروع ہوگیا اور رمضان المبارک کی پانچویں تاریخ کو اچانک خبر آئی کہ کشمیر والے سید احمد شاہ کا انتقال ہوگیا ہے۔ اس خبر سے سید غوث نڈھال ہوگئے۔ انہوں نے آگے سفر کا ارادہ ملتوی کردیا اور بوعلی شاہ قلندرؒ کے حجرے میں ڈیرا جمالیا اور وہیں اپنے علم و عرفان کا پودا لگادیا اور غوث علی شاہ قلندر پانی پتی کے نام سے مشہور ہوگئے۔

سید غوث علی شاہ قلندرؒ شریعت اور طریقت کے علوم پر مکمل عبور رکھتے تھے۔ دین، تصوف، توحید، فقر، سلوک، نبوت اور ولایت کے موضوعات پر ان کے مقالات نہایت محترم و معتبر سمجھے جاتے تھے۔ ان کا سینہ انبیاء علیہم السلام و اولیاءؒ کی مستند روایات کا بیش بہا خزینہ تھا۔ جب بھی کوئی مضطرب شخص ان سے مختلف مسائل کے سلسلے میں رہنمائی کا طالب ہوتا۔ ان کے مدلل و محول جوابات کی روشنی سمیٹ کے واپس جاتا۔ ایک بار ان سے وضو، غسل، نماز، روزے، حج، تجرید و تفرید اور توبہ کے متعلق سوال کیا گیا۔ پوچھنے والے نے پوچھا کہ اہل طریقت کے نزدیک ان ظاہری اعمال سے کیا مراد ہے؟ سید غوث علی شاہ قلندرؒ نے فارسی اشعار کے حوالوں سے جواب دیا۔ ”شریعت میں یہ اعمال جس طرح بتائے گئے ہیں وہ ان کی صورت ہے اور طریقت میں ان اعمال کی حقیقت مقصود ہوتی ہے۔ مثلاً وضو ظاہر میں حدثِ اصغر سے پاک ہوتا ہے اور باطن میں غیر اللہ سے قلب کی تطہیر ہوتا۔ غسل

Marfat.com
Marfat.com

ظاہر میں حدث اکبر سے طہارت حاصل کرنا ہے۔اور باطن میں شرک اور دوئی سے نجات پانا اور توحید کے دریا میں غوطہ لگانا۔ اسی طرح طریقت میں نماز وہ ہے جس کی مسجد تسلیم کے مقام میں ہے اور ابروئے یار کی طاق جس کی قبلہ گاہ ہے۔ روزہ اندیشوں اور خطرات سے دل کی حفاظت کرتا ہے تاکہ پھر حق کے مشاہدے سے افطار ہو۔ حج اپنے آپ سے سفر کرنا اور خود فراموشی ہے اور اپنے کام کے آغاز کی طرف قدم اٹھانا ہے۔ تجرید کا مطلب ہے بالکل فارغ اور احباب و اعزا سب سے آزاد ہوجانا۔ تجرید کے بعد تفرید لازم ہے یعنی آخرت تک سے بے نیاز ہوجانا۔ توبہ کا مطلب ہے تمام سے گزر جانا۔ کیا جنت، کیا دوزخ، سب کو فراموش کر کے وحدت کے دریا میں غرق ہوجانا۔"

ایک روز کسی شخص نے سید غوث علی شاہ قلندرؒ سے سوال کیا۔" یہ بات مسلم ہے کہ ہر امر تقدیر الٰہی سے وابستہ ہے۔ پھر آدمی کو کسی مرشد کی کیا ضرورت ہے؟ مرشد مقدر کے معاملے میں کیا تصرف کرسکتا ہے؟"

سید غوث علی شاہ قلندرؒ نے جواب دیا۔" یہ درست ہے کہ مرشد مقدر کے معاملات میں تصرف نہیں کرسکتا لیکن ایک باخبر مرشد کی تدبیر بھی تقدیر کے برابر ہوتی ہے اور طالب کو تقدیر کی غایت تک پہنچا دیتی ہے۔" اس سلسلے میں انہوں نے ایک واقعہ بیان کیا۔" کسی شہر میں ایک امیر و کبیر شخص تھا۔ اس کے مکان میں ایک درویش رہتے تھے۔ امیر کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ درویش نے تقدیر کے فرشتے سے اس کی تقدیر دریافت کی۔ معلوم ہوا کہ اس کے تھان پر ہمیشہ ایک گھوڑا بندھا رہے گا۔ اس لڑکے کے بعد امیر کے ہاں دوسرا لڑکا پیدا ہوا۔ معلوم ہوا کہ یہ چڑی مار ہوگا۔ پھر اس کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ اس کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ طوائف ہوجائے گی بازار میں بیٹھے گی اور ہر رات اس کے پاس ایک نہ ایک مرد رہے گا۔ درویش وہاں سے چلے گئے اور ایک مدت بعد دوبارہ اس شہر میں پہنچے۔ معلوم ہوا کہ امیر تباہ و برباد ہوچکا ہے اور اس کا بڑا لڑکا سرکاری سواروں میں پانچ روپے کا نوکر ہے۔ دوسرا لڑکا چڑی مار ہے اور لڑکی بازار کی زینت بنی ہوئی ہے۔

درویش بڑے لڑکے کے پاس پہنچے۔ بڑا لڑکا خود محتاج تھا مگر حیّ المقدور درویش

Marfat.com
Marfat.com

کی مہمان داری کرتا رہا۔

چند روز بعد درویش نے اس سے کہا کہ تو نوکری چھوڑ دے اور اپنا گھوڑا بیچ دے۔لڑکے کو طرح طرح کے اندیشے پیدا ہوئے لیکن وہ درویش کا معتقد تھا اس لیے اس نے ان کے کہنے پر عمل کیا۔گھوڑا اچھے داموں بک گیا۔لڑکے نے درویش کے کہنے سے ایک کم قیمت ٹٹو خریدا اور اسے بیچ دیا۔پھر وہ باقاعدہ یہی کاروبار کرنے لگا اور بہت جلد مالا مال ہوگیا۔درویش نے اس سے کہا۔تم یہی کام کرتے رہنا۔روز خریدا اور بیچا۔تمہارا تھان گھوڑے سے کبھی خالی نہیں رہے گا۔وہاں سے درویش دوسرے لڑکے چڑی مار کے پاس پہنچے۔انہوں نے اس کی کیفیت دریافت کی اور کہا کہ اب تم جس وقت شکار کے لیے جاؤ ہمیں بھی ساتھ لے چلنا۔دوسرے روز دونوں جنگل میں پہنچے۔لڑکے نے جال لگادیا۔درویش نے اس سے کہا۔دیکھو، معمولی چڑیوں کی پرواہ نہ کرنا۔جب تک جال میں کوئی شہباز نہ پھنسے، جال نہ کھینچنا۔وہ بولا میری تقدیر ایسی کہاں؟ یہاں تو یہ حال ہے کہ صرف دو آنے روز بھی مل جائیں تو غنیمت سمجھتا ہوں۔درویش نے کہا۔میں جو کہہ رہا ہوں وہ تم کرو تو سہی۔لڑکا دیر تک جال لگائے بیٹھا رہا۔اس اثنا میں بے شمار معمولی پرندے آئے اور نکل گئے۔لڑکا دل مسوسے بیٹھا رہا۔آخر صبح سے بیٹھے بیٹھے کہیں شام کے وقت ایک شہباز جال میں پھنسا۔لڑکا بہت خوش ہوا۔اس نے شہباز بازار لے جا کر پورے سو روپے میں فروخت کیا۔درویش نے اسے نصیحت کی کہ یاد رکھو، جب تک تمہارے جال میں شہباز نہ پھنسے مطمئن نہ ہونا۔چھوٹے موٹے جانور پکڑنے سے توبہ کرلو۔لڑکے نے اس نصیحت پر پورا عمل کیا اور چند روز میں انتہائی خوش حال ہوگیا۔اس کے بعد درویش لڑکی کے پاس پہنچے۔اسے انہوں نے ہدایت کی کہ دیکھو، آج رات کے لیے ایک بات طے کرلو۔جب تک تمہارا کوئی امیدوار تمہیں رات بھر کے سو روپے نہ دے، اسے منہ نہ لگانا۔لڑکی بولی میری اوقات تو محض چند ٹکوں کی ہے۔چھوٹا منہ بڑی بات سے کیا فائدہ۔بھلا مجھے سو روپے کون دے گا۔؟ درویش بولا پہلے سے مایوس ہو کے بیٹھ رہنا گناہ ہے۔تم تجربہ کر کے تو دیکھو۔لڑکی نے ان کی بات مان لی۔شام سے مرد آنے شروع ہوگئے۔جو بھی آیا۔لڑکی نے اس سے سو روپے

Marfat.com
Marfat.com

طلب کیے۔ لوگ یہ کہہ کے واپس جاتے رہے کہ تیری عقل خبط ہوگئی ہے۔ مگر لڑکی اپنے مطالبے پر جمی رہی۔ آخر آدھی رات کے قریب ایک شخص آ ہی گیا۔ اس نے سو روپے دینا منظور کرلیا۔ اس کے بعد سے لڑکی نے ہمیشہ کے لیے یہی اصول بنالیا اور بہت جلد ایک مال دار عورت ہوگئی۔

کسی شخص نے پوچھا۔ ''فقر کی علامت کیا ہے؟ سید غوث نے کہا'' خاکستر ہونا یعنی جس طرح خاکستر خوش بو اور بد بو دونوں چیزیں ڈھانپ لیتی ہے اسی طرح فقیر بھی لوگوں کے عیب وصواب اور نیک و بد پر نظر نہیں کرتا۔'' پھر انہوں نے یقین کے بارے میں بیان کیا۔ ''یقین کی تین قسمیں ہیں۔ علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین۔ دیکھو، سامنے جو گھڑا رکھا ہے تم اس کی صورت دیکھ کے سمجھ سکتے ہو کہ اس میں پانی ضرور ہے جو صاف، سفید اور سیال ہے اور جو پیاس رفع کرتا ہے۔ یہ علم الیقین ہے لیکن جب تم گھڑے کا ڈھکن اٹھا کے اپنی آنکھ سے صاف، سفید اور سیال پانی دیکھ لو گے تو یہ عین الیقین ہوگا۔ پھر جب تم گھڑے سے پانی انڈیل کے پی لو گے تو تم میں اور پانی میں کوئی واسطہ، کوئی حجاب باقی نہیں رہے گا۔ تمہاری اور اس کی حقیقت واحد ہو جائے گی۔ یہ حق الیقین ہے۔''

پھر انہوں نے کہا۔ ''ایک مرید معرفت کا راستہ پیر کے وسیلے سے طے کرتا ہے اس کی پیر کو خبر نہیں ہوتی۔ جیسے دولھا دلہن کا ہر کام اعزا اور احبا کرتے ہیں مگر خلوت کی کیفیت دولھا دلھن کے سوا کسی کو معلوم نہیں ہوتی۔''

پانی پت ہی میں سید غوث علی شاہ قلندرؒ کے چند عقیدت مند ان کے اردگرد بیٹھے تھے۔ مولانائے روم کی مثنوی کا ذکر چھڑ گیا۔ سید غوث علی شاہؒ نے ایک شخص کی طرف اشارہ کرکے کہا۔ ''مثنوی کی حکایتِ شباں پڑھو۔ حکایت شروع ہوئی۔ اسے سنتے سنتے سید غوث کا چہرہ اچانک سرخ ہوگیا اور آنکھیں شمعوں کے مانند روشن ہوگئیں۔ ساتھ ہی ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔ ان پر ایک عجیب وغریب کیفیت طاری تھی۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ سید غوث کو اٹھارہ برس کی طویل مدت میں صرف اس روز روتے ہوئے دیکھا گیا۔

سید غوث علی شاہ قلندرؒ کی محفل ایک قلندر کی محفل تھی۔ سوالی آتے، جھولی بھر کے

Marfat.com
Marfat.com

جاتے۔ سیاہ قلب آتے اور اندھیرے جھٹک کے جاتے۔ اہل علم آتے اور عرفان کے موتیوں سے مالا مال ہو کے واپس لوٹتے۔ جو آتا قلندر غوثؒ سے کچھ نہ کچھ تحفہ لے کر ضرور جاتا۔

ایک روز کوئی ضعیف شخص آیا۔ سید غوث علی شاہ قلندرؒ مریدوں سے معرفت کے اسرار پر گفتگو کر رہے تھے۔ ضعیف شخص کچھ دیر تک خاموشی سے ان کی گفتگو سنتا رہا۔ پھر کچھ کہنے کی اجازت لے کے بولا۔ ''جناب! میں آپ کی بڑی تعریفیں سن کے یہاں آیا تھا مگر معاف کیجئے گا آپ تو بالکل خالی ہیں۔'' سید غوث علی شاہ قلندرؒ کے ماتھے پر شکن تک نہیں آئی۔ انہوں نے تحمل سے کہا۔ حضرت! ہمیں آج تک یہ معلوم نہیں ہوا تھا کہ ہم خالی ہیں یا بھرے ہوئے ہیں۔ ہم اپنی زندگی میں بے شمار فقیروں اور بزرگوں کی خدمت میں گئے۔ کسی نے ہمیں ہمارے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ شکر ہے کہ آج آپ کی زبان سے یہ عقدہ حل ہو گیا۔''

ضعیف شخص وہاں سے اٹھ کے چلا گیا اور سیدھا بوعلی شاہ قلندرؒ کے مزار پر پہنچا اور فاتحہ خوانی کرنے لگا۔ پھر زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ وہ وہاں سے روتا پیٹتا لوٹا۔ اس نے آتے ہی سید غوث علی شاہ قلندرؒ کے قدموں پر سر رکھ دیا اور معذرت کرنے لگا۔ مجھ سے بہت غلطی ہوئی۔ مجھے یہ حال معلوم نہیں تھا۔ میرا قصور معاف کر دیجئے۔'' سید غوث علی شاہ قلندرؒ نے اسے اپنے قدموں سے ہٹاتے ہوئے کہا۔ ''میرے بزرگ! وہ بھی ہمارے متعلق آپ کا خیال تھا اور یہ بھی آپ ہی کا خیال ہے۔ ہم تو جیسے اس وقت تھے ویسے ہی اب ہیں۔ نہ آپ کے انکار سے کچھ کمی ہوئی تھی نہ اقرار سے کچھ بیشی ہوئی۔ آپ معافی کس بات کی مانگ رہے ہیں؟''

راج گڑھ کے نواب نے سید غوث علی شاہ قلندرؒ کو ڈھائی ہزار روپے نذر بھیجے۔ بعض ارادت مندوں نے ان سے کہا۔ آپ ایک مکان تیار کروالیجئے۔ کسی نے مشورہ دیا زمین خرید لیجئے۔ سید غوث علی شاہ قلندرؒ نے جواب میں ایک ہندو فقیر کا قصہ بیان کیا کہ اس نے اپنے چوبیس گرو بنائے تھے ان میں سے ایک گرو سانپ تھا۔ سانپ کبھی گھر نہیں

Marfat.com
Marfat.com

بناتا۔ جہاں سوراخ پاتا ہے گھس جاتا ہے۔ اس کا دوسرا گرو کتا تھا۔ کتا اپنے مالک کے سوا کسی کے دروازے پر نہیں جاتا۔ تیسرا گورو چیل تھی۔ چیل کو گوشت کا مچاں جاتا ہے تو دوسری چیلیں اور کوے اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ چیل ناچار گوشت پھینک کے کسی اونچی ٹہنی پہ سب سے الگ جا بیٹھتی ہے اور حریصوں کی لڑائی کا تماشا دیکھتی رہتی ہے۔" یہ قصہ سنا کے کچھ توقف سے انہوں نے کہا" اپنی تو تمام عمر خانہ بدوشی میں کٹی۔ ہمیں گھر بار بنانے سے کیا سروکار؟ ہم فقیر آدمی ہیں اتنا روپیہ رکھ کے مفت کی بلا اپنے ذمے کیوں لیں؟" اسے تقسیم کر دو۔" وہ زندگی بھر زر، زن، زمین ہر چیز سے بے نیاز رہے۔ انہوں نے پوری عمر تجرد میں گزاری۔ ان کے والد نے انہیں نصیحت کی تھی۔" مال دینے سے جان بچے تو مال فدا کر دو اور مال و جان دونوں دینے سے عزت قائم رہے تو مال و جان دونوں فدا کر دو۔"

پانی پت میں قیام کے دوران میں ایک بار سید غوث علی شاہ قلندرؒ ایک عمدہ ٹوپی اوڑھے ہوئے تھے۔ کسی شخص نے کہا۔" یہ آپ کے سر پر بہت اچھی معلوم ہوتی ہے۔" سید غوث علی شاہ قلندرؒ نے اسی وقت ٹوپی اپنے سر سے اتاری اور اس کے سر پر رکھ دی۔ اس نے پوچھا۔" یہ کیا؟" سید غوث علی شاہ قلندرؒ بولے" تم نے اس ٹوپی کی بہار دیکھ لی ہے اب ہم بھی تو دیکھیں کہ یہ واقعی اچھی لگتی ہے یا نہیں۔ ہوسکتا ہے تم صرف ہمیں خوش کرنے کے لیے ایسا کہہ رہے ہو۔" انہوں نے اس کے سر پر اپنی ٹوپی کا جائزہ لیا اور بولے۔" بے شک یہ تمہارے سر پر بہت جچ رہی ہے۔ اب اسے تمہی اوڑھو۔" سید غوث علی شاہ قلندرؒ کا معمول یہی تھا۔ وہ ہر عمدہ چیز اور نقدی وغیرہ لوگوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔

سید غوث علی شاہ قلندرؒ کے تمام ظاہری اور باطنی حواس قوی تھے مگر داڑھی اب سفید ہوگئی تھی۔ پنڈلیوں اور زانوؤں کی جلد نوافل اور مجاہدوں کی کثرت سے سیاہی مائل نظر آنے لگی تھی۔ وہ روزانہ رات کو دو بجے بیدار ہوجاتے۔ پہلے وضو، پھر تیمم کرتے۔ تیمم کی وجہ خاک ساری تھی۔ تہجد کی نماز پڑھ کے وہ فجر تک اوراد پڑھتے۔ فجر کی نماز با جماعت ادا کر کے بوعلی شاہ قلندرؒ کے مزار پہنچ جاتے۔ اشراق و چاشت کی نمازیں وہاں ادا کرتے پھر اپنے حجرے میں آجاتے۔ بارہ بجے تک خدام اور طالبوں کا مجمع رہتا۔ خطوں کے جواب

Marfat.com
Marfat.com

دیے جاتے۔ ہر آنے والے کا مدعا پوچھتے اور شفقت سے جواب دیتے، ان کے جوابات، اشعار، حکایات، نقول، لطائف، نکات اور امثال سے معمور ہوتے۔ وہ موقع کی مناسبت سے گفتگو کرتے۔ پھر حجرہ بند ہو جاتا۔ دو بجے تک آرام کر کے وہ ظہر کی نماز کے لیے نکلتے۔ نماز کے بعد پھر حجرے میں چلے جاتے اور عصر تک قرآن پاک پڑھتے۔ نماز عصر کے لیے مسجد میں آتے اور نماز کے بعد نماز مغرب تک لوگوں کے اجتماع میں رہتے۔ یہاں معارف وحقائق کا بیان ہوتا۔ نماز مغرب سے نماز عشاء تک نوافل پڑھتے۔ نماز عشاء کے بعد کھانا کھاتے پھر طالبین سے بیعت لیتے۔ بیعت کے بعد پھر عام مجمع شروع ہوتا۔ لوگ سردی میں دس بجے رات تک اور گرمی میں بارہ بجے تک موجود رہتے۔ ان کے یہ سفر، مجاہدے اور معمولات پون صدی سے زیادہ مدت کی داستان ہیں۔

سید غوث علی شاہ قلندرؒ کو خواب میں اپنے انتقال کا پہلے سے علم ہو گیا تھا۔ انہوں نے پہلے ہی اپنے مریدوں سے کہہ دیا تھا۔ اب ہمارا سفر تمام ہوا۔"

وہ رشد و فیضان کا ایک بہتا ہوا دریا تھے۔ اس دریا کا مدوجزر اٹھتر سال تک دنیا کے دل کی دھڑکن بنا رہا۔ 7 مارچ 1880ء کو قلندر کا بلاوا آ گیا۔ دریا کی بے قرار لہریں پر سکون ہو گئیں تھیں لیکن اس کا مدوجزر آج بھی بے شمار دلوں کی دھڑکن بنا ہوا ہے۔ پیاسے اب بھی اس کے ٹھنڈے میٹھے پانی سے سیراب ہو رہے ہیں۔

سید غوث علی شاہ قلندرؒ کا مزار پانی پت میں ہے۔ پانی پت برصغیر کا ایک مشہور تاریخی شہر ہے۔ اس کے مشہور اور تاریخی ہونے کا ایک سبب سید غوث علی شاہ قلندرؒ بھی ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

علم و عرفان پبلشرز
الحمد مارکیٹ، 40- اردو بازار، لاہور
فون: 7352332، 7232336 [illegible]
www.ilmoirfanpublishers.com
E-mail: ilmoirfanpublishers@hotmail.com

Marfat.com
Marfat.com